

خطباء و عظیم طلباء مقررین اور نقباء کے لیے احوال سیدنا امام حسین

اور واقعات کرب بلا پر مشتمل منظوم و منشور بہترین تکھ

اندیکر کربلا

13-103



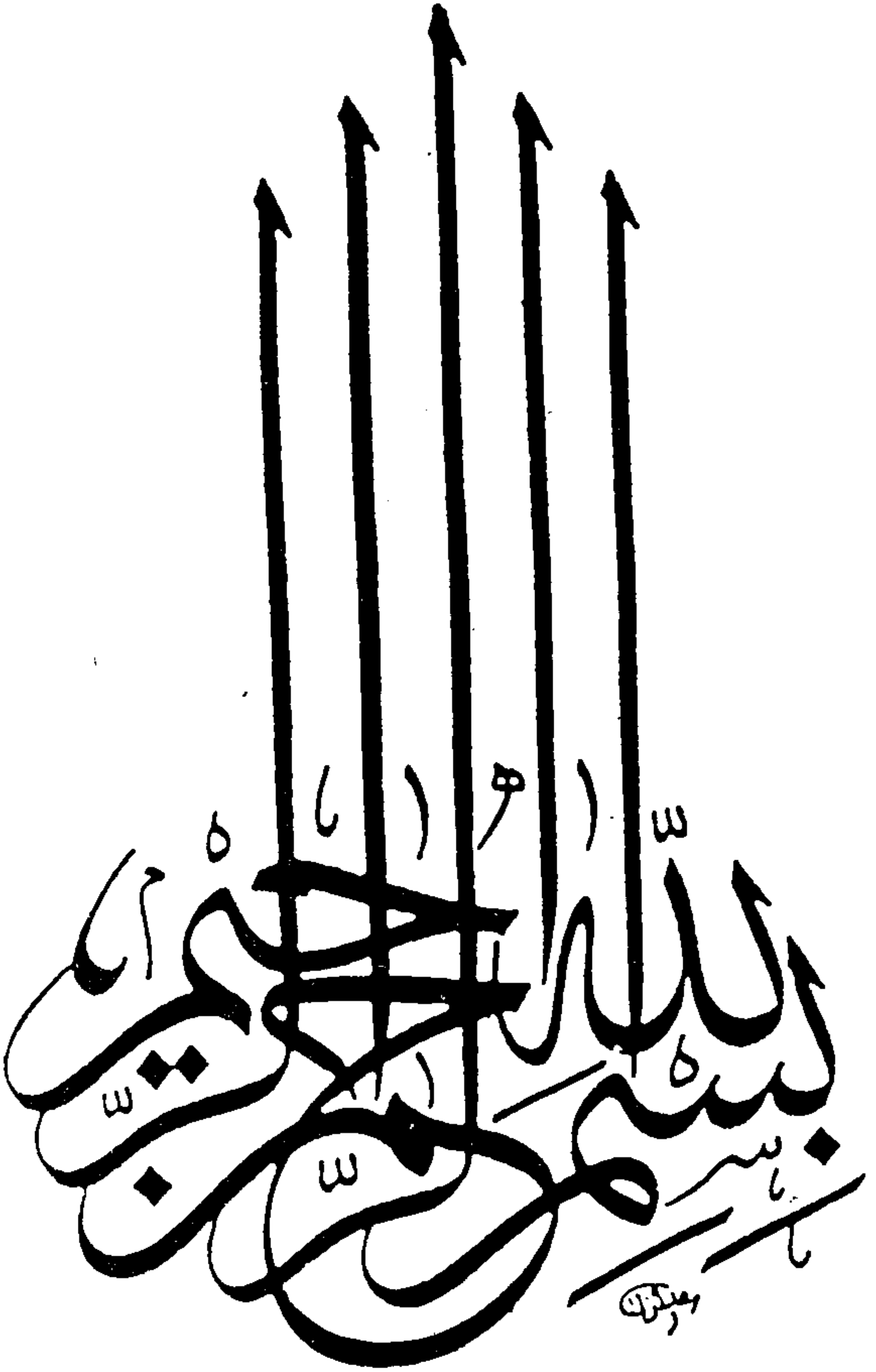
حضور علامہ مولانا

محمد عبید الغنی اسلمی

قادی فیضوی مراد آبادی



مکمل
مجلس روضہ لاہور



صَلَوَاتُكَ يَا مُحَمَّدُ
 وَرَحْمَتُكَ يَا مَعْمُورُ
 عَلَى خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
 لِكُلِّ هَوَلٍ مِنَ الْاَهْوَالِ مُفْتَحِمْ
 وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمِ
 وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمُ الْوَجْهِ وَالْقَلَمِ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
 هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تُرَجَى شَفَاعَتُهُ
 مَحْمَلٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ
 فَاِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتْهَا

مکتبہ شبلیہ خلیفہ
 قادیان ضروی کتب خانہ لاہور

خطباء و اعظمین طلباء مقررین اور نقباء کے لیے احوال سنیہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور واقعات کرب بلا پر مشتمل منظوم و منشور بہترین نسخہ

ایضیہ کربلا

از قلم معجز کرم

یادگار سلف افخار خلف عمدة الواعظین

حضرت علامہ مولانا محمد عبد الغنی سہالکی

قادری رضوی مراد آبادی

مکتبہ حقیقیہ
گنج بخش روڈ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

98362 آئینہ کربلا	نام کتاب
 حضرت علامہ عبدالغنی سالک قادری	مصنف
 محقق العصر مفتی محمد خان قادری	تقدیم
 ملک محبوب الرسول قادری	میزان حروف
	0321/0300-9429027	
	mahboobqadri787@gmail.com	
 فیضی گرافکس، دربار مارکیٹ لاہور	سرورق
 چوہدری محمد خلیل قادری	زیرنگرانی
 408	صفحات
 2009ء	اشاعت اول
 ہجویری کمپوزرز اینڈ ڈیزائنرز	کمپوزنگ
 چوہدری محمد ممتاز احمد قادری	تحریک
 چوہدری عبدالحمید قادری	ناشر
 250 روپے	قیمت

..... ملنے کا پتہ

مکمل شہ جنتیہ گنج بخش روڈ لاہور
 قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
 Hello: 042-7213575, 0333-4383766

حسن ترتیب

19	تقریظ..... محقق العصر مفتی محمد خان قادری
21	میزانِ حروف..... ملک محبوب الرسول قادری
32	میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین <small>علیہ السلام</small> کا آخری خطبہ
33	حمد باری تعالیٰ <small>جل جلالہ</small>
35	نعتِ آقا <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>
36	دُعائے یومِ عاشورہ
37	باب نمبر 1
37	خاتونِ جنت
37	حضرت سیدہ فاطمہ زہرا <small>رضی اللہ عنہا</small> رحمت للعالمین <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی لاڈلی بیٹی کا عقد
38	جہیز و رخصت
38	رخصت کی تیاری
42	باب نمبر ۲
42	ولادت باسعادت حضرت حسن امام عالی مقام <small>علیہ السلام</small>
43	جمالِ حسن
44	ولادت سید الشہداء <small>علیہ السلام</small>
60	مرقعہ شہادت
62	باب نمبر 3
62	کوفے والوں کا اصلی خط

62	اہل بصرہ کے تخیلات
68	مسلم بن عقیل کے بارے میں مخبری
70	فاطمی شیر کبھی باطل کے سامنے نہ جھکے گا
72	امام مسلمؑ کے مبارک چہرہ پر ہاشمی جلال
74	رَضِينَا بِالْقَضَا:
75	شہادت فرزند ان مسلم
78	فرزند ان مسلم کی گرفتاری کے لئے حربے
79	سیدنا امام حسینؑ کی تیاری
81	ابن زیاد بد نہاد کا جاسوسی پلان
82	امام عالی مقام کے سفر کر بلا میں ہمراہ
83	کعبے سے رخصت
83	سیدنا امام حسینؑ کا مکہ مکرمہ سے رخصت ہونا
88	امام مسلمؑ اور ان کے فرزندوں کی شہادت کی اطلاع
89	ابھی سفر جاری ہے
91	حربارگاہ حسینؑ میں
92	ارشاد امام حق
93	ایک پیچیدہ صورت حال
96	باب نمبر 4
96	آخری منزل
99	شیروں کا عمرو بن سعد کو مشورہ
100	دعائے زمین کر بلا
102	دوسرا دن

- 103 شامی فوجوں کی کربلا آمد
- 104 نامہ و پیام
- 106 عمرو بن سعد کی باتیں
- 107 نظم نہر فرات اور فوج یزید
- 109 باب نمبر 5
- 109 بندشِ آب کا ہولناک منظر
- 111 ابن سعد اور ابن زیاد کی باہمی مراسلت
- 113 اشتباہ جنگ شمر کا حکم نامہ لے کر آنا
- 115 صلح کی کوئی امید نہ رہی
- 118 باب نمبر 6
- 118 امام عالی مقام علیہ السلام کا اپنے رفقاء میں خطبہ
- 119 نوجوانانِ اہل بیت مصطفیٰ علیہ السلام کی آخری رات
- 122 عاشورہ محرم اور یزیدی فوجیں
- 124 تم جانتے ہو میں کون ہوں؟
- 128 ماں بیٹے کا مثالی ایثار
- 132 یزیدی لشکر کی بزدلی بڑھتی ہے
- 137 باب نمبر 7
- 137 حر کی باتیں اور رد عمل
- 139 حر کی بارگاہِ حسینی میں حاضری
- 140 حر کے سر پر دستِ شفقت
- 143 امام عالی مقام علیہ السلام کی مزید شفقت
- 144 امام عالی مقام علیہ السلام کا جواب

- 147 دوسرا حملہ خیمہ پاک پر غرزہ بن قیس
- 149 حبیب ابن مظاہر کی شہادت
- 150 حبیب ابن مظاہر کا مظاہرہ
- 153 باب نمبر 8
- 153 جوانوں کی میدان میں آمد
- 157 حضرت علی اکبرؑ کا میدان میں اترنے کی خواہش
- 158 علی اکبر کی اجازت طلب
- 159 دعا
- 161 شمر لعین کے حربے
- 162 ابن سعد کی مکارانہ جدوجہد
- 165 جلال ہاشمی پر جوش
- 166 حضرت عثمانؓ بن علیؑ میدان کربلا میں
- 167 افواج شام کی بدحواسی
- 170 عون و محمد اپنی والدہ حضرت زینبؑ کی خدمت میں
- 175 حضرت قاسم بن حسنؑ
- 176 چچا بھتیجے کی باہم گفتگو
- 177 حضرت علی اصغرؑ کی پیاس
- 178 اک نور کا پتلا گود میں ہے
- 182 باب نمبر 9
- 182 حضرت قاسمؑ کو اجازت
- 183 فاتح خیبر کی ادا سے کون آتا ہے
- 184 ابن سعد کی گواہی

- 187 حضرت قاسم کے ہاتھوں ارزق کے چاروں بیٹوں کی موت
- 190 غازی عباس فرات سے مشکیزہ بھرتے ہیں
- 191 حضرت عباس علیہ السلام سے یزیدی لشکر کی گفتگو
- 193 شہزادہ رسول علیہ السلام کربلا میں اکیلا ہے
- 196 باب نمبر 10
- 196 سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام سے چند باتیں
- 197 امام عالی مقام علیہ السلام کی اپنے حرم میں باتیں
- 199 حق و صداقت کا آفتاب خیمہ اہل بیت سے طلوع ہوا
- 201 ملائکہ آپ علیہ السلام کی دلیری و شجاعت دیکھ کر حیران ہیں
- 202 جب لشکرِ شام میدان چھوڑ کر بھاگ گیا
- 204 الوداع امام عالی مقام
- 205 کاروانِ اہلبیت سے رخصت
- 207 میدانِ کربلا میں گھمسان جنگ
- 209 محرم کی دس تاریخ اور جمعہ کا دن
- 211 امام حسینؑ میدانِ کربلا میں سر بسجود
- 213 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور تسلی
- 214 مرثیہ
- 216 باب نمبر 11
- 216 دن دھاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اہلبیت
- 217 میدانِ کربلا میں جنازے اور تدفین
- 220 ابن زیاد بد نہاد کی ذلالت
- 221 کوفیوں کو پسینہ آ گیا

- 222 سیدہ زینب کے خطبہ سے سناٹا
- 223 حضرت سجاد کی خاموشی اور ابن زید
- 226 دعائے مسلم
- 228 سلام
- 230 باب نمبر 12
- 230 کر بلا کو اس پہلو سے بھی دیکھیے
- 235 دربار مصطفیٰ ﷺ
- 240 اہل بصرہ کے تخیلات
- 249 روایت ہے کہ وقت رخصت
- 250 امام مسلم کی شہادت
- 251 شہادت محمد اور ابراہیم فرزندان مسلم
- 253 کوفے کو چلنے کی تیاری
- 254 ارشاد امام عالی مقام
- 257 سفر شہادت گاہ
- 259 باب نمبر 13
- 259 پہلی منزل
- 259 دوسری منزل مقام سفاح میں
- 260 تیسری منزل
- 261 چوتھی منزل
- 262 پانچویں منزل
- 263 چھٹی منزل
- 264 ساتویں منزل

- 265 باب نمبر 14
- 265 معروضہ خر خدمت امام میں
- 266 پہلی رات، دوسری رات و تیسری رات
- 266 آٹھویں منزل
- 266 آخری منزل
- 267 میدان کربلا
- 267 دس محرم تک
- 268 عمرو بن سعد اور جلا دابن زیاد کی گفتگو
- 270 دوسرا دن
- 271 نامہ پیام
- 272 عمرو بن سعد کا ابن زیاد کو خط لکھنا
- 272 قاصد کا دربار میں جانا اور ابن زیاد کو درخواست مضمون سنانا
- 273 بندش آب، محرم
- 273 نہر فرات اور فوج یزید
- 273 اہل بیت مصطفیٰ کی تشنگی
- 275 ملاقات امام حق اور ابن سعد
- 276 باب نمبر 15
- 276 تاثرات ابن زیاد
- 277 ابن زیاد کا جوش استبداد
- 278 اشتباہ جنگ شمر کا حکم نامہ لے کر آنا
- 279 شمر العین کا آنا اور حکم نامہ عمر کو دینا
- 280 آثار جنگ

باب نمبر 16

281

281

خطبہ امام عالی مقام

282

خلاصہ نظم

283

خطیب کوفہ مسلم بن عوسجہ کی تقریر

285

شب عاشورہ

286

بریر ابن خضیر کی ابن سعد سے ملاقات

287

بریر ابن خضیر کا ابن سعد کو جواب دینا

289

تقریر زہیزہ ابن قیس

290

آغاز جنگ

290

نظم دربان

291

فرمانبردار بیٹے کا بے چین ہو کر والدہ سے بے قراری کا سبب پوچھنا

292

وہب میدان جنگ میں

292

سوال و جواب

294

عبداللہ کلبی اور میدان جنگ

295

دعائے زمین کربلا

297

باب نمبر 17

297

کربلا میں امام عالی مقام کی کرامات

298

بریر ابن خضیر کی شہادت میدان کربلا میں

299

شہادت عمر بن قرظہ

300

مکالمہ خُر اور ابن سعد

300

ابن سعد کو خُر کا جواب دینا

301

خُر خلافت امام میں

- 301 حضرت خُر کی جانبازی
- 302 حضرت خُر عرصہ گاہ جنگ میں
- 304 حضرت خُر کی شہادت
- 305 عمر بن حجاج کی بکواس کا جواب
- 306 پہلا حملہ عمر بن حجاج کا خیمہ پر..... خیمہ اہل بیت پر یورش
- 306 مسلم بن عوسجہ کی شہادت
- 307 دوسرا حملہ خیمہ پاک پر عرزہ بن قیس کا
- 307 تیسرا حملہ خیمے پر شمر کرتا ہے
- 308 چوتھا حملہ ابن سعد کا خیمہ اطہر پر
- 309 ابتدائے جنگ مغلوبہ نماز جمعہ کا اہتمام
- 309 شہادت حبیب ابن مظاہر
- 310 امام عالی مقام حبیب کے بائیں پر
- 311 شہادت زہیر ابن قیس
- 311 جنگ گھمسان
- 312 جلال غازی
- 312 ایک دم دو تلوار
- 313 امام عالی مقام آواز سن کر
- 313 شہادت نافع بن ہلالی مرادی
- 314 ابن سعد کا غضبناک ہو کر قتل کا حکم دینا
- 314 شہزادگان اہل بیت میدان کارزار میں
- 315 حضرت خلیل اللہ ﷺ کی قربانی کی تکمیل
- 316 حضرت علی اکبر کی میدان جنگ کے لیے اجازت طلبی

- 316 دعائے امامِ عالی مقام
- 317 حضرت علی اکبر میدانِ جنگ میں
- 318 لشکر کی پشیمانی اور یزیدی انعام
- 319 عثمان ابن علی کی شہادت
- 320 عثمان ابن علی میدانِ جنگ میں
- 321 عبدالرحمن بن عقیل کی شہادت
- 321 شہادت جعفر بن عقیل
- 321 شہادت محمد ابن علی
- 322 شہادت ابوبکر ابن علی
- 322 شہادت عبداللہ ابن مسلم
- 323 دشمن کا تعاقب میدانِ جنگ میں
- 324 شہادت حضرت عونؓ و محمدؓ
- 325 عون و محمد میدانِ جنگ میں
- 326 شہادت ابوبکر عبداللہ ابن حسن
- 326 حضرت ابوبکر عبداللہ کا فوجِ شام پر حملہ
- 327 فروزان اور سختی کی جنگ
- 328 شہادت اسد فروزان کی
- 328 عبداللہ کا عزمِ میدان
- 329 حضرت عبداللہ درِ جنت پر
- 329 حضرت قاسم معروضات و اجازتِ طلبی
- 330 حضرت علی اصغر کی شہادت
- 330 حضرت علی اصغر میدانِ جنگ میں

- 331 حضرت قاسم کی دوبارہ اجازت طلبی
- 331 مضمون خط اور قاسم
- 332 حضرت قاسم کا تیسری بار میدان جنگ میں جانے کی امام عالی مقام سے اجازت طلب کرنا، امام حق کا انکار کرنا قاسم کا خط دینا
- 333 حضرت قاسم کی میدان داری اور افواج شام کی خواری
- 334 ارزق شامی اور قاسم کی لڑائی
- 334 ابن سعد کا ارزق کی خوشامد کرنا
- 336 ارزق کا دوسرا بیٹا میدان میں
- 337 ارزق میدان جنگ میں
- 337 ارزق کا قتل
- 338 حضرت قاسم کی شہادت
- 338 ابن سعد کی عیاری
- 339 امام عالی مقام کا عزم جہاد اور حضرت عباس کی میدان داری
- 340 حضرت عباس نہر فرات پر
- 342 فرق مراتب انسانی و حیوانی
- 343 حضرت عباس کی فرات سے واپسی
- 343 حضرت عباس پر یورش لشکر
- 344 منظر یاس و الم
- 346 امام عالی مقام کا زین العابدین کو ضبط کی تلقین فرمانا
- 347 امام عالی مقام کا عزم میدان
- 347 معروضات شہر بانو خدمت امام میں
- 348 حضرت زینب کی فریاد خدمت امام میں

- 350 امام عالی مقام اور عزمِ جہاد
- 351 خطبہ امام عالی مقام
- 351 نظم بجواب سوال
- 352 ابنِ قحطبہ شامی پہلوان کا میدان میں آنا
- 353 آخری دیدارِ حسین
- 354 الوداع امام عالی مقام
- 355 قیامت خیز منظر
- 355 امام عالی مقام کی شہادت
- 357 امام عالی مقام کا پھر فوج پر حملہ
- 358 امام عالی مقام کی شہادت کے واقعات
- 359 امام عالی مقام کی آخری نماز
- 360 آسمان سے خون کی بارش
- 361 شہادتِ عظیمہ
- 362 مرثیہ
- 363 غارت گری
- 364 لاشوں کا دفن
- 364 شہداء کی لاشوں کی تلاش
- 365 سر مبارک اور ابنِ زیاد
- 365 اظہارِ حقیقت
- 366 دربار کی حالت
- 367 زید ابن ارقم کی تقریر
- 368 حضرت زینب و ابنِ زیاد

- 368 مثنوی
- 369 ابن زیاد اور عابد کی گفتگو
- 370 سجاد کی خاموشی اور ابن زیاد
- 370 کلام عابد
- 371 خطبہ ابن زیاد
- 372 حضرت عبداللہ ابن حنیف کی شہادت
- 373 سرہائے شہدا اور اسیران اہلیت کی روانگی
- 374 یہودی کا مسلمان ہونا
- 374 مقام موصل و اسیران کربلا
- 375 عزیز بن ہارون امیر حلب
- 376 ابوالخوق سپاہی
- 377 نظم مثنوی
- 378 ابوالخوق کی گستاخی
- 378 بحرِ توہل
- 379 گرے کا پادری
- 380 پادری کا مسلمان ہونا
- 381 ڈھول باجے کی ایجاد اور خوشی
- 381 سرہائے شہدا اور اسیران کربلا کا دمشق میں داخلہ
- 381 مثنوی
- 382 اسیران حرم کا دربار یزید میں داخلہ
- 383 زحر بن قیس کی تقریر
- 383 تاثرات یزید

- 384 دربار عام
- 385 حضرت ثمرہ ابن جندب کا جوش
- 386 یہودی تاجر کا جواب
- 387 مستورات اطہار کی طلبی
- 388 یزید کی شرمندگی
- 389 حضرت کلثوم کا یزید سے کلام
- 389 جواب یزید کو کلثوم کا
- 389 یزید اور سجاد کا مکالمہ
- 392 نقارہ یزید
- 392 ارشاد سجاد
- 393 جستجوئے قاتل امام
- 395 یزید اور سجاد کی دوبارہ گفتگو
- 397 باب نمبر 18
- 397 امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خطبہ
- 398 جامع مسجد دمشق میں ہل چل
- 399 یزید شام کی گھبراہٹ
- 400 نماز جمعہ اور سیاست یزید
- 402 یزید کی عیاری
- 403 روانگی کاروان اہل بیت کی مدینے منورہ کو
- 404 اہل بیت کے قافلے کو کوچ
- 405 اہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم در مصطفیٰ پر
- 405 مثنوی نظم

محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری

نواسہ رسول جگر گوشہ حضرت سیدہ بتول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آغوش نبوت کے تربیت یافتہ اور جوانان جنت کے سردار ہیں۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں آپ کے منصب و مقام سمجھنے کے لئے بہت کافی ہیں شجاعت و عدالت جیسی خوبیاں آپ کو ورثہ میں ودیعت ہوئیں اور دین کے لئے قربانیاں دینے کا جذبہ آپ کی طبیعت کا حصہ تھا۔ گذشتہ تیرہ صدیاں اس بات پر گواہ ہیں کہ ہمیشہ اہل اسلام نے آپ کے تذکار سے اپنی وادی ایمان میں بہار پائی۔ ٹوٹے دلوں کو تقویت ملی۔ آپ کی جرأت، حق گوئی اور استقامت تاریخ عالم کی منفرد مثال ہے اور کمال تو یہ ہے کہ آپ کا ذکر خیر ہی انقلاب آفرین ہے۔

ہر عہد میں اہل اسلام محرم الحرام میں آپ کی یاد منا کر اپنا ایمان تازہ کرتے ہیں۔ آپ کے ذکر شریف کی برکت سے حوصلوں کو تقویت نصیب ہوتی ہے۔ علماء، واعظین، شعراء، دانشور، مصنفین، اہل قلم و قرطاس کی طرف سے خراج عقیدت کا یہ سفر صدیوں پر محیط ہے کتنے اہل علم و فضل گزرے ہیں جنہیں آپ کے ذکر خیر کی برکت سے دارین کی سعادتیں نصیب ہوئیں۔

دنیا کے ہر خطے، ہر زبان اور ہر زمانے میں خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کو نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے اور اس خراج عقیدت کے ذریعے اکتساب فیض حاصل کیا جاتا ہے۔ ماضی قریب میں خطیب پاکستان مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو واقعات کربلا کے بیان کرنے میں جو ملکہ تھا اور دسترس حاصل تھی وہ انہی کا حصہ ہے اس موضوع پر وہ تقریر و تحریر میں بہت معروف ہوئے ماشاء اللہ ان کی سعی مقبول ہوئی اور عوام و خواص میں انہیں بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔

اس وقت اسی موضوع پر حضرت علامہ مولانا عبدالغنی سالک قادری رضوی مراد

آبادی کی کتاب ”آئینہ کربلا“ ہمارے پیش نظر ہے۔ مولانا موصوف عزیز گرامی ملک محبوب الرسول قادری کی دریافت ہیں مولانا موصوف نے موضوع کو خوب نبھایا ہے ان کی پیش نظر اس کتاب میں نظم و نثر دونوں موجود ہیں جو ان کی عقیدت و محبت کے ساتھ ساتھ لیاقت و قابلیت پر بھی دلالت کرتی ہے یہ کتاب واعظین کے لئے ارمغانِ محبت کا درجہ رکھتی ہے اور عوام کے لئے بہترین تحفہ ہے اس کے مطالعہ سے اہل بیت اطہار اور خصوصاً شہدا کربلا کے ذکر خیر کی برکات نصیب ہوں گی اور خاندانِ نبوت سے محبت میں اضافہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فاضل مصنف، ناشر اور محرک کو جزائے خیر سے نوازے اور دارین کی سعادتیں عطا کرے۔ آمین

اسلام کا ادنیٰ خادم

(مفتی) محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

۲ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ



میزانِ حروف

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ محرم، رجب، ذیقعد اور ذوالحجہ یہ چار مہینے ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا..... بارہ مہینوں میں یہ چار مہینے حرمت (بزرگی) والے ہیں دوسری جگہ ارشاد الہی ہوا..... ”ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم مت کرو.....“ اس حکم ربی سے مراد یہ ہے کہ ان چار مہینوں کے دوران خصوصیت کے ساتھ گناہوں سے بچو کیونکہ ان ایام میں گناہ کرنے والا ایک تو ان کی برکتوں سے محروم رہے گا دوسرے ان مہینوں کی بے حرمتی کر کے زیادہ سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔ محرم الحرام کو شہر اللہ اور شہر الانبیاء کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اس مہینے کی دسویں تاریخ کو ”یوم عاشورہ“ کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ خداوند تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو عاشورہ کے روز پیدا فرمایا۔ زمین پر سب سے پہلے اسی روز بارش ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکالنے جانے کے بعد ایک طویل مدت آہ و زاری کرتے رہے تو اسی روز ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی روز نوح علیہ السلام کی کشتی کو طوفان سے نجات ملی۔ اور لیس علیہ السلام کے مراتب اور درجات میں اسی روز بلندی عطا کی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اسی روز نمرود کی آگ گلزار بنائی گئی۔ موسیٰ علیہ السلام کو اسی روز تورات عطا کی گئی اور اسی روز اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی روز لشکر فرعون پر فتح نصیب ہوئی اور فرعون دریائے نیل میں غرق ہوا اور پھر ساری کائنات میں سب سے انوکھا، عجیب، منفرد اور نہ بھلایا جانے والا واقعہ ”سانحہ کربلا“ بھی اسی روز رونما ہوا۔ ہجرت کے بعد جناب مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے مدینہ طیبہ کے یہودیوں سے پوچھا کہ تم عاشورہ کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ اس روز فرعون غرق ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات ملی تو جناب موسیٰ علیہ السلام نے اظہارِ تشکر کے طور پر روزہ رکھا۔ سو ہم بھی روزہ، شکرانہ کے طور پر رکھتے ہیں۔ بخاری شریف کی حدیث کے مطابق یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”تمہاری نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہم زیادہ حق دار ہیں۔“ چنانچہ حضور ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا۔

مسلم شریف میں موجود ہے کہ جب ۱۰ھ میں حضور ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا تو

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ یہ وہ دن ہے جس کی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں تو جناب مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آئندہ سال میں تمہارے درمیان موجود رہا تو محرم کی نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھوں گا۔ اگرچہ اگلے سال سے پہلے جناب مصطفیٰ کریم ﷺ نے اس جہان فانی سے پردہ فرمایا لیکن پھر بھی حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے (۹) نو محرم کو بھی روزہ رکھنا ثابت ہوا۔ محرم کا لفظ سنتے ہی اہل ایمان سید الشہداء حضرت امام عالی مقام حسین علیہ السلام اور ان کے جانثار ساتھیوں کی بے مثالی قربانی اور ان کی عظمت و زلفت مقام کے ساتھ عقیدت و احترام کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے اسلام دشمن قوتیں بھی اسی ماہ مقدس کے دوران، ملت اسلامیہ میں انتشار و خلفشار کی یلغار کو تیز کر دیتی ہیں۔ الحمد للہ مسلمانوں کے تقریباً تمام مکاتیب فکر اور مسلم برادری کی غالب اکثریت صرف حضرت امام حسین علیہ السلام کی عظمت کی معترف ہی نہیں بلکہ ان کی محبت و اطاعت میں ہی ایمان کی تکمیل یقین کرتی ہے۔ کیونکہ خدا کے محبوب اور ساری کائنات کی مطلوب حضور سید عالم و عالمیان ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ ابن ماجہ اور المستدرک نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ”جس نے حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کو محبوب رکھا اس نے درحقیقت مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔“ اور حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا اس نے اللہ کو محبوب رکھا اور جس نے اللہ کو محبوب رکھا اس کو اللہ نے جنت میں داخل کیا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا اللہ نے اس کو جہنم میں داخل کیا۔“

ایک مرتبہ فرمایا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”اے اہل بیت رسول! تم سے محبت رکھنا اللہ نے قرآن میں فرض قرار دیا ہے تمہاری عظمت کے لئے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود شریف نہیں پڑھا اس کی نماز ہی نہیں۔ جن جاہلوں نے مجھ کو کہا کہ تم رافضی ہو گیا ہے تو میں نے جواب دیا کہ حاشا! میرا دین اور میرا عقیدہ رافضیوں جیسا نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ میں بہتر امام اور بہتر ہادی کے ساتھ دوستی و محبت رکھتا ہوں اور اگر آل محمد (رضی اللہ عنہم) کی محبت ہی کا نام رافض ہے تو دونوں جہان گواہ رہیں، بے شک میں رافضی ہوں۔“ اور امام حسین علیہ السلام وہی تو ہیں جنہوں نے ایک فاسق، فاجر، ملعون، اسلام دشمن، شیطان صفت شخص یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تھا اگر بیعت کر لیتے تو دنیا جہاں کی کون سی نعمت

تھی جو انہیں نہیں مل سکتی تھی مگر آپ نے

سردار، نہ داد دست در دست یزید حقا کہ بنائے لا الہ است حسین
کی عملی تفسیر پیش فرمادی۔ صد حیف! اس قوم پر جو اپنے اتنے عظیم راہنما کی بے مثال
قربانی کو نظر انداز کر کے انہیں وجہ نزاع بنا رہی ہے۔ قابل رحم ہے وہ قوم جو اپنے عظیم محسن کے
کارناموں پر خراج عقیدت پیش کرنے اور ان کے طریقہ مقدسہ پر عمل درآمد کرنے کے بجائے
انہیں اختلافات کی بنیاد بنانے پر تلی ہوئی ہے۔ بے شک یہ درست ہے کہ یہ سب کچھ طاغوتی
طاقتوں کے اشاروں پر ہوتا ہے مگر باوقار قومیں اپنے دین سے تو غداری کا ارتکاب نہیں کرتیں۔
ورنہ قدرت کا دستور ہے کہ بڑے سے بڑے گناہ گار کو بخش دیا جاتا ہے مگر غدار کے لئے معافی نہیں
ہوتی۔ ہمارے ملک کے موجودہ حالات فرقہ وارانہ فاسدات کے ہرگز متحمل نہیں ہیں۔ ملک کے
اندرونی اور بیرونی ابرصورت حال کسی بھی ذی شعور سے مخفی نہیں۔ عالمی سطح پر مسلمانوں کی
مظلومیت تو ضرب المثل بن چکی ہے۔ عالمی دہشت گردوں نے اتحاد کے نام پر امت مسلمہ میں
فساد کی کوششیں تیز کر رکھی ہیں۔ ایسے حالات کا تقاضا ہے کہ ملت اسلامیہ کا ہر فرد دیانت داری اور
نیک نیتی سے اپنے عقیدے پر کار بند ہو جائے اور تمام مکاتب فکر کے دانشور تعمیری زاویہ نگار سے
اپنی جدوجہد کو تیز کریں۔ عوام ”اپنا عقیدہ مت چھوڑو اور دوسروں کا عقیدہ مت چھیڑو“ کی پالیسی پر
سختی سے عمل درآمد کریں۔ کافر کافر، فلاں کافر کی گردان کو بھلایا جائے خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھاما
جائے باہمی تفرقہ باقی کا خاتمہ کیا جائے۔ محبت رسول کی بنیاد پر پوری امت متحد ہو جائے تو اسی میں
دنیا اور آخرت کی بہتری ہے۔ فرمان رسول ﷺ ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے
دوسرے محفوظ رہیں اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ خدا ہمیں ارشادات نبوی ﷺ
پر عمل کی توفیق عطا کرے تاکہ ہم اسوۂ نبوی ﷺ پر عمل کرتے ہوئے حسینی پر چم کو سر بلند رکھیں تاکہ
طاغوتی قوتیں سرنگوں ہو جائیں اور یزیدیت کے خاتمہ کے ساتھ ہی چار سو حسینی صداقت کے
اجالے پھیل جائیں۔

مشن حسینی کے فروغ کے لیے افکار حسینی سے آگاہی و شناسائی ضروری ہے۔

خطیب کربلا شہزادہ گل گوں قباء، راکب دوش رسول، جگر گوشہ سیدہ زہرا بتول حضرت
امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام نے میدان کربلا میں یزیدیوں سے چند خطبات بھی ارشاد فرمائے جو
حسن معانی اور حسن ادائیگی میں اپنی مثال آپ اور امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے
اس ارشاد گرامی کے مطابق تھے جس میں مولائے کائنات نے ارشاد فرمایا جس کلام کو تو اچھا سمجھتا

ہے اس کو مختصر کر دے کہ یہ تیرے حق میں نہایت بہتر اور تیرے فضل و کمال کی نشانی ہوگی۔ آپ اپنے پدر بزرگوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح دنیائے خطابت میں بہت بلند مقام کے حامل تھے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ ایوان خطابت کے ایک روشن ترین چراغ، دانش و بینش کا مجسمہ اور مواعظ حسنہ کا ناقابل فراموش کردار ہیں، آج حضرت امام حسین عالی مقام علیہ السلام کی ان ایمان افروز باتوں کی خوشبو سے اپنے قلوب و اذہان کو منور اور ایمان کو معطر و تازہ کرنے کی ضرورت ہے جو آپ نے کارزار کربلا میں اپنے خطبات میں ارشاد فرمائیں کیونکہ امام حسین علیہ السلام ایک فرد ہی نہیں بلکہ الحمد للہ ایک نظریے کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے ان کے ارشادات سے آگاہی از بس ضروری ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب عامل مدینہ ولید بن عتبہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے یزید کی بیعت لینا چاہی، آپ نے ارشاد فرمایا بیعت کسی مخفی امر کا نام نہیں جب تمام لوگوں کو بیعت کے لئے بلانا اس وقت مجھے بھی بلا لینا۔ یہ بات سنتے ہی ولید بن عتبہ کے پاس بیٹھے ہوئے مروان بن حکم نے کہا کہ اگر حسین رضی اللہ عنہ اس وقت چلے گئے تو پھر انتہائی خوزیزی کے بغیر نہیں ملیں گے، اس لئے ابھی بیعت لے لو ورنہ میرا مشورہ یہ ہے کہ امام کو قتل کر دو یہ بات سن کر امام عالی مقام مولا حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہم اہل بیت نبوت ہیں، رسالت کا معدن اور مہبط ملائکہ ہیں۔ ہمیں سے ابتدا ہوئی اور ہمیں پر انتہا ہوگی۔ یزید فاسق و فاجر ہے شراب خور ہے اور ناحق خون بہانے والا ہے، لہذا مجھ جیسا (انسان) اس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا، اس کے بعد امام عالی مقام دارالامارہ سے باہر تشریف لے آئے اگر دیکھا جائے تو یہ ایک جملہ ہی آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ہے کہ..... مجھ جیسا تجھ جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا..... یعنی کوئی حسینی کسی یزیدی کی بیعت نہیں کر سکتا، قادیسیہ کے مقام پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”اے لوگو! میں تمہارے پاس از خود نہیں آیا بلکہ میرے پاس تمہارے خطوط پہنچے اور تم نے اپنے قاصدوں کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ ہمارا کوئی امام نہیں، شاید آپ کے ذریعے سے اللہ ہمیں ہدایت اور حق پر مجتمع کر دے، اب میں آگیا ہوں، اگر تم عہد و میثاق کر کے مجھے پورا اطمینان دلا دو، تو میں تمہارے شہر چلوں، لیکن اگر تم لوگ ایسا نہیں کرتے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں لوٹ جاؤں گا۔“ اس خطبے کا کسی نے کوئی جواب نہ دیا، اقامت پڑھی گئی۔ مولا حسین رضی اللہ عنہ کی امامت میں دوست دشمن سبھی مقتدی تھے، نماز عصر ادا ہوئی اور امام نے پھر خطبہ دیا۔ ارشاد فرمایا اے لوگو! اگر تم تقویٰ پر ہو اور حق دار کا حق پہچانو، تو یہ خدا کی خوشنودی کا موجب ہوگا۔ ہم اہل بیت رسول ﷺ ان مدعیوں سے زیادہ حکومت کے حق دار ہیں۔ ان لوگوں کا کوئی حق نہیں یہ تم پر ظلم و جور سے حکومت کرتے ہیں لیکن اگر تم ہی پسند نہ کرو، ہمارا حق نہ پہچانو اور

اب تمہاری رائے اس کے خلاف ہوگئی ہو جو تم نے خطوں میں لکھی اور قاصدوں کی زبانی پہنچائی تھی تو میں واپس چلے جانے کے لئے بخوشی تیار ہوں۔ (طبری جلد ۷ ص ۲۹۷-۲۹۸)

مقام بیضا پر دیا جانے والا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا تاریخ ساز خطبہ اسلامی تاریخ میں اہم ترین مقام کا حامل ہے، آپ نے فرمایا اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے ظالم، محرّمات الہی کو حلال کرنے والے، اللہ کے عہد کو توڑنے والے، رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرنے والے اور اللہ کے بندوں پر گناہ اور زیادتی سے حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور اس نے اپنے فعل یا قول کے ذریعے سے غیرت کا اظہار نہ کیا تو اللہ کو حق ہے کہ اسے اسی بادشاہ کے ساتھ دوزخ میں داخل کرے۔ لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کی ہے اور رحمان کی اطاعت ترک کر دی ہے۔ انہوں نے ملک میں فتنہ و فساد پھیلا دیا ہے اور حدود الہی کو معطل کر دیا ہے، مال غنیمت میں یہ لوگ اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں، اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام، اس لئے مجھے غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔ میرے پاس تمہارے خطوط آئے اور قاصد پہنچے کہ تم نے بیعت کر لی ہے اور تم مجھے بے یار و مددگار نہیں چھوڑو گے۔ اگر تم اپنی بیعت پوری کرو گے تو راہ راست پر پہنچو گے، میں حسین ابن علی اور ابن فاطمہ بنت رسول ﷺ ہوں۔ میری شخصیت تم لوگوں کے لئے نمونہ ہے اور اگر تم ایسا کرو گے اور اپنا عہد اور میری بیعت توڑ دو گے تو واللہ یہ بھی تمہاری ذات سے بیعت اور تعجب انگیز عمل نہیں ہوگا تم اس سے پہلے میرے باپ، میرے بھائی اور میرے ابن عم مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ شخص فریب خور وہ ہے جو تمہارے دھوکے میں آ گیا۔ تم نے اپنے فعل سے بہت بری مثال قائم کی۔ جو شخص عہد کو توڑتا ہے وہ اپنے ہاتھ سے اپنا نقصان کرتا ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ مجھے، تمہاری امداد سے بے نیاز کر دے گا والسلام (بحوالہ۔ ابن اثیر جلد ۳ تاریخ الامم المملوک جلد ششم)

اس خطبے میں آپ نے ارشاد فرمایا ”اگر تم مجھے موت سے خوفزدہ کرنا چاہتے ہو تو میں اس کے جواب میں وہی بات کہوں گا جو رسول ﷺ کے ایک صحابی نے اپنے چچا زاد بھائی سے کہی تھی جو اس صحابی کو یہ کہہ کر رسول ﷺ کی امداد سے باز رکھنا چاہتا تھا کہ اگر تم محمد ﷺ کی حمایت میں لڑنے نکلے تو ہلاک کر دیئے جاؤ گے، صحابی نے اس کے جواب میں یہ اشعار پڑھے تھے (ترجمہ) میں جلد ہی روانہ ہو جاؤں گا اور جب مرد کی نیت نیک ہو اور مسلمان کی مانند جہاد کرے اور نیکیوں پر جان نثار کرتا ہو اور مجرموں سے علیحدہ رہتا ہو تو اسے مرنے میں کوئی عار نہیں ہو سکتی اگر میں زندہ رہا تو شرمندگی نہ ہوگی اور اگر مارا گیا تو ملامت نہ ہوگی مگر خوار و زبوں ہو کر زندہ رہنے میں تو بڑی ذلت

ہے۔ "ایک موقع پر آپ نے اللہ کے حضور مناجات کے بعد یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ لوگو! میرا حسب و نسب یاد کرو، سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو، خوب غور کرو کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی ﷺ کی بیٹی کا بیٹا! اس کے وصی اور عم زاد کا جگر گوشہ نہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی آواز پر لبیک کہی اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے؟ کیا سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں؟ کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ ﷺ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے ہیں جنت میں نوجوانوں کے سردار اور اگر یہ بیان سچا ہے اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے لے کر آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا، تو بتاؤ، کیا تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہئے؟ اگر میری بات کا یقین نہیں کرتے تو تم میں اس وقت بھی ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کر سکتے ہو (یا پھر اصحابی) جابر بن عبد اللہ انصاری سے پوچھو، ابو سعید خدری سے پوچھو، سہل بن سعدی سے پوچھو، زید بن ارقم سے پوچھو، انس بن مالک سے پوچھو، وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ اس وقت روئے زمین پر میرے سوا کسی نبی کا کوئی نواسہ موجود نہیں۔ میں تمہارے نبی کا بلا واسطہ نواسہ ہوں؟ کیا تم مجھے اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے، کسی کا خون بہایا ہے، کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟؟

روز عاشور نماز فجر کے بعد اتمام حجت کے لئے آپ نے شامی فوج سے خطاب کیا اور فرمایا لوگو! جلدی نہ کرو پہلے میرا کہنا سن لو پھر اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ اگر میرا عذر قبول کر لو گے میرا کہنا سچ مانو گے اور انصاف سے کام لو گے تو خوش قسمت ہو گے اور تمہارے لئے میری مخالفت کی کوئی سبیل باقی نہ رہے گی اور اگر تم نے میرا عذر قبول نہ کیا اور انصاف سے کام نہ لیا تو پس تم اور تمہارے شریک سب مل کر اپنی ایک بات ٹھہرا لو تا کہ تمہاری وہ بات تم میں سے کسی ایک کے اوپر مخفی نہ رہے، تم میرے ساتھ جو کرنا چاہتے ہو کر ڈالو اور مجھے مہلت نہ دو، اللہ میرا مددگار ہے جس نے کتاب (قرآن) نازل کی اور وہی صالحین کا ولی ہوتا ہے۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ معاملے کی جو صورت ہو گئی ہے تم اسے دیکھ رہے ہو، دنیا نے رنگ بدل دیا، منہ پھیر لیا۔ نیکی سے خالی ہو گئی ذرا سی تلچھٹ باقی ہے حقیر سی زندگی رہ گئی ہے، ہولناکی نے احاطہ کر لیا ہے، افسوس تم نہیں دیکھتے کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے باطل پر اعلانیہ عمل کیا جا رہا ہے کوئی نہیں جو

اس کا ہاتھ پکڑے، وقت آ گیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں بقائے الہی کی خواہش کرے۔ میں شہادت ہی کی موت چاہتا ہوں، ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود ایک جرم ہے، جب امام میدان میں اکیلے رہ گئے تو تلوار چلاتے ہوئے بھی ارشاد فرما رہے تھے، آج تم لوگ میرے قتل کے لئے جمع ہوئے ہو، خدا کی قسم میرے بعد کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرو گے جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ خدا کی ناراضی کا موجب ہوگا، خدا تم کو ذلیل کر کے مجھے اعزاز بخشے گا اور تم سے اس طرح بدلہ لے گا۔ کہ تمہیں خبر تک نہ ہوگی۔ خدا کی قسم! اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو خدا تم پر سخت عذاب نازل کرے گا۔

یہ تو خطیب کربلا کے خطبات مبارکہ کا ایک حسینی عکس تھا اگر حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ذات گرامی کی گراں قدر عالی خدمات کا احاطہ کیا جائے تو ان کی عظمت اور بزرگی مزید اجاگر ہوتی ہے کیونکہ بنت زہرا و علی خاتون کربلا حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا وہ محسنہ اسلام ہیں جنہوں نے میدان کربلا میں حضرت امام عالی مقام سیدنا حسین علیہ السلام کے حوصلے بڑھائے اور سانحہ کربلا کے بعد یہ خاندان نبوت کی سرپرستی فرمائی شجاعت و بہادری تو انہیں ورثے میں ملی تھی اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تاریخ انسانی میں ان جیسی شجاع اور بہادر خاتون پیدا ہی نہیں ہوئی ان کے علم و فضل، زہد تقویٰ، جرأت و حق گوئی اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ شان خطابت کا اعتراف اپنوں اور بیگانوں سبھی نے کیا کیوں نہ ہو وہ رسول رحمت ﷺ کی نواسی، امام زمن شاہ خیر شکن، مرحب فگن، شیر خدا، خیر کشاء، سیدنا امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کی لخت جگر، سیدۃ النساء العالمین خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا کی نور نظر سید الشہداء شہید کرب و بلا امام حسین علی جدہ و علیہ السلام کی بہن اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی پھر ان تمام عالی نسبتوں کا یہ اثر تھا کہ انہوں نے دین نبی ﷺ کی سربلندی اور بالادستی کے لئے سب سے پہلے اپنے دو صاحبزادے عون و محمد (رضی اللہ عنہم) قربان کئے اور اس جذبہ ایثار کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی تھی کہ انہوں نے جس پر نور ماحول میں پرورش پائی وہ ماحول فہم و فراست، علم و معرفت، بصیرت و صداقت، صبر و تحمل اور ایثار قربانی کی عالی اقتدار سے مستنیر تھا روز عاشور، کربلا کے تپتے ریگزار میں دو پہر کے وقت جب حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے اور عابد بیمار کو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں جہاد کی اجازت مرحمت نہ فرمائی بلکہ خود تیاری کرنے لگے تو سیدہ زینت نے خیمے میں موجود نورانی لباس نکالا جو شب مغراج حضور رسالت مآب ﷺ نے زیب تن فرمایا تھا سید الشہداء نے سید العالمین رضی اللہ عنہ کا عمامہ اپنے سر مقدس پر سجایا حضور ﷺ کی قبا پہنی سیدہ خاتون جنت بنت رسول اللہ فاطمہ الزہرا

رضی اللہ عنہا کے مبارک ہاتھوں کا سلا ہوا رومال لیا اور پھر سیدہ زینب نے اپنے عظیم بھائی حسین رضی اللہ عنہ کا سر چوم کر رخصت کیا بھائی کی جرات و شجاعت کی تعریف کی اور فرمایا ”آج تو شہادت ہی میں نام ہے.....“ پھر زار قطار رونا شروع کر دیا۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے دیکھا تو فرمایا کہ ”بہن صبر کرو۔ ذرا سوچو! سیدۃ النساء العالمین فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے امت کے لئے کیسی کیسی سختیاں برداشت کیں“ پھر امام عالی مقام اپنی بیوی حضرت شہر بانو کے پاس گئے انہیں تسلی دی کہ ”ذرا دیکھو، زینب کو دیکھو، وہ چاروں طرف سے پریشانیوں میں گھری ہوئی ہیں لیکن ان کا حوصلہ کتنا بلند ہے اماں بھی نہیں حضرت علی بھی شہید ہو چکے دونوں بیٹے بھی راہ خدا میں کام آگئے عباس کی شہادت کا صدمہ بھی برداشت کیا اور اب مجھے کس صبر اور حوصلے سے رخصت کر رہی ہیں“ جب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ میدان کارزار میں انتہائی بے دردی سے شہید کر دیئے گئے تو سیدہ نے خیمے سے باہر آ کر فرمایا..... ”اے دشمنوں! یہ تو بتاؤ بھلا تم کیا جواب دو گے؟ اس ہادی برحق کو جب وہ (خدا کا رسول) تم سے سوال کرے گا کہ تم نے (جو آخری امت ہو) میرے اہل بیت کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تم نے میری اولاد پر کیوں کر ظلم ڈھائے؟ کہ ان میں کچھ تو قیدی ہیں اور کچھ کی قبائیں خون سے لالہ زار ہیں یہ خون شہادت سے رنگین قبائیں تم سے سوال کرتی ہیں کہ کیا یہی میرے دعوت و تبلیغ اور درس محبت و اخوت کی جزا ہے؟ یہ تو بہت برا بدلہ ہے جو تم نے میری محبت کا مجھے دیا تو تم نے میرے ہی دل کے ٹکڑے کر دیئے اور میرا (اپنے رسول محترم کا) جگر چھلنی کر دیا..... اُف..... تم نے میرے ساتھ ہی بے وفائی کی نہ اپنے دین کی حرمت رکھی اور نہ ہی امت کی آبرو.....“

اس کے بعد اپنے مختصر قافلے کے ہمراہ جب سیدہ کوفہ کے بازار سے گزر رہی تھیں اور آپ کے ہمراہ اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت شہر بانو، اپنی چھوٹی بہن حضرت ام کلثوم، حضرت امام حسین کی بیٹی اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی بیوی کبریٰ، حضرت امام عالی مقام کی چھوٹی بیٹی حضرت سکینہ، امام حسین مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی بیوہ اور حضرت قاسم کی والدہ ماجدہ حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہا، حضرت عباس کی بیوی حضرت ذکیہ رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی کنیر فضہ اور حضرت شہر بانو کی کنیر شیرین بھی تھیں۔ سید الساجدین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ شدید بیمار تھے جب اہل کوفہ نے شور و غوغا کیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا اس خطبے کے مندرجات کے مطالعہ میں الفاظ کے انتخاب، جذبات کی ترجمانی، حق کے اظہار کی قوت، تعلیمات قرآنیہ سے اکتساب اور عام فہم مثالوں پر خوب غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے یہ خطبہ مبارک کہ خواتین کے لئے ایک روشن چراغ ہے وہ انہیں ارشادات کی روشنی میں کامیاب زندگی کی

راہیں متعین کر سکتی ہیں سیدہ کا خطبہ یہ تھا..... ”..... ساری تعریف اور ساری حمد و ثنا اسی رب العالمین کو زیبا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور درود و سلام ہو خاتم الانبیاء والمرسلین پر! اے کوفہ والو! کیا تم رورہے ہو؟ خدا کرے تمہارے آنسو کبھی خشک نہ ہوں۔ نہ تمہاری نالہ و شیون کی صدائیں خاموش ہوں تمہاری مثال تو قرآن کی روشنی میں اس بڑھیا کی سی ہے جس نے اپنا محنت سے کاٹا ہوا سوت خود تارتا کر دیا تم وعدہ خلافی کے مجرم ہو، تم نے اپنے رسول ﷺ سے بے وفائی کی، تم نے اسلام کی بے حرمتی کی اور خدا کا خوف نہ کیا خبردار رہو کہ تم نے قیامت کے لئے بڑا بوجھ اٹھالیا ہے۔ ہاں! خدا کی قسم تم کو ضرور رونا چاہئے خوب آنسو بہانا چاہیے اور کم سے کم ہنسنا چاہیے تم نے اپنے دامن کو جس پاک خون سے رنگین کیا ہے اس کو تم ان اشکوں سے نہیں دھو سکتے تم نے آخرت تک کی رسوائی خرید لی ہے تم اپنے دامن سے سبط پیغمبر کا خون کیسے دھو سکو گے؟ تم نے آبروئے رسالت لوٹ لی۔ تم نے اپنے ہی سردار کا سر کاٹ لیا وہ تو تمہارے کلمہ کی بنیاد تھا تمہارے ایمان کا بڑو تھا جس کو تم نے خاک و خون میں تڑپایا اور جس کا سر نیزے پر چڑھایا اور تمہیں خدا کا خوف نہ آیا اور نہ رسول سے حجاب..... وہ تو جو انان جنت کا سردار ہے تمہیں خدا سمجھے کوفہ والو! تمہارے نفس نے تمہیں بڑا فریب دیا اور تم نے خدا کے غضب کو لکا رہا ہے تمہیں اس کے عذاب سے کون بچائے گا کیا تم نہیں جانتے ہو کہ تم نے کس کے جگر کے ٹکڑے کئے؟ کسی کا خون بہایا ہے کسی کی عزت پر ہاتھ ڈالا ہے؟ تم نے بہت بڑی جسارت کی ہے اور وہ جرم کیا ہے کہ اگر آسمان ٹوٹ پڑے زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی.....“

بچ جاؤ گے کہاں؟ قہر خدا، راہ میں ہے فیصلہ داور محشر کا کہیں گاہ میں ہے شدت غم میں اس فصیح و بلیغ خطبے کو سننے والوں میں مشہور عرب نقاد بشیر بن خزیم اسدی بھی تھا اس نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے خطاب کے بعد یہ تاریخی الفاظ کہے کہ..... ”..... میں نے کبھی ایک پردہ نشین خاتون کو اس طرح پر زور تقریر کرتے ہوئے نہیں سنا تھا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی زبان سے آپ کے والد بزرگوار سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بول رہے ہیں آپ کی اس دل ہلا دینے والی تقریر کے دوران میرے گرد و پیش تمام سامعین دانتوں میں انگلیاں دبائے رورہے تھے.....“

اور ہی رنگ تھا اس طرز سخن میں گویا تھی زبان باپ کی بیٹی کے دہن میں گویا اسی طرح جب اسیران کربلا کا مختصر قافلہ یزیدی لشکر کے ساتھ کوفہ روانگی کے وقت ۱۲ محرم ۶۱ ہجری کو میدان کربلا میں بے گورو کفن تشریف فرمالاشوں سے گزرا تو اس وقت خاتون کربلا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے تاریخی خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا کہ..... ”..... اے محمد مصطفیٰ ﷺ،

آئیے! دیکھیے آپ کے حسین کا خون آلود لاشہ، خون آلود چٹیل میدان میں ہے اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ہے آپ کے گھرانے کی بچیاں رسیوں سے جکڑی ہوئی ہیں آپ کی ذریت قتل کر کے ریت پر بچھادی گئی ہے اور اس پر خاک اڑ رہی ہے۔ اے میرے نانا جان! یہ آپ کی اولاد ہے جسے ہانک کر لے جایا جا رہا ہے ذرا حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھئے اس کا سر کاٹ لیا گیا ہے اور اس کا عمامہ اور چادر چھین لی گئی ہے.....“

ابن زیاد بدنہاد کے دربار میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جو ایک کونے میں کھڑی تھیں آپ نے نہایت جرات مندانہ خطاب فرمایا اور یزیدیوں کی خوب سرزنش فرمائی اس پر ابن زیاد بدنہاد بپھر گیا اور کہنے لگا کہ ”خدا نے باغی اور سرکش (امام حسین علیہ السلام) کے قتل سے میرے دل کو شفا بخشی۔ سیدہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ.....خدا کی قسم! تو نے میرے ادھیڑ لوگوں کو شہید کیا میرے اہل کو بے پردہ کیا میری شاخوں کو قطع کیا اور میرے جڑوں کو اکھیڑ ڈالا اگر یہ باتیں تیرے لئے شفا ہیں تو بے شک شفا ہیں..... ابن زیاد نے سن کر کہا کہ..... یہ عورت بہت فصیح و بلیغ ہے اس کا باپ بھی شاعر تھا اس لئے اسے بھی شاعری اور فصاحت و بلاغت میں کمال حاصل ہے جو میرے لئے حیرت اور تعجب کا سبب نہیں..... سیدہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ.....” یہ شاعری نہیں اور نہ ہی خطابت، بلکہ صداقت ہے.....“ ان واقعات و خطبات کو ابن اشیر وغیرہ کے علاوہ امام عالی مقام علیہ السلام کے مختلف سوانح نگاروں نے نقل کیا ہے اسی طرح یزید کے دربار میں حضرت سیدہ نے نہایت جرات مندانہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ.....” شرم کر یزید! تجھے غیرت نہیں آتی کہ تیری بیویاں اور لونڈیاں تو پردے میں رہیں اور شافع رضی اللہ عنہ کی آبرو (حرم رسالت) پر تیرے درباریوں کی نگاہیں پڑتی رہیں تو اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ تجھے فتح اور ہمیں شکست ہوئی فتح تو حق کا مقدر اور شکست باطل کی قسمت ہے کیا تو نے سوچا کہ تو روز محشر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کو کیا منہ دکھائے گا؟ اس وقت جب ظالموں کو ان کے ظلم کا بدلہ انصاف کے ساتھ دیا جائے گا اے یزید سن! تمام تعریفیں اللہ کے لئے اور درود و سلام ہو میرے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اولاد پر جو انسانیت کی ہدایت کے لئے آخری نبی بن کر تشریف لائے..... یہ خطاب سن کر یزید کوئی جواب نہ دے سکا جب اسی سفر میں کچھ خواتین نے اسیران کربلا کے بچوں کو چند کھجوریں دینا چاہیں تو سیدہ نے فیصلہ کن انداز میں فرمایا کہ.....” میرے بچو! یہ نہ کھانا صدقہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہے.....“ سچ ہے کہ صبح قیامت تک ہماری تاریخ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی جرات و شجاعت اور صبر و حوصلہ کی مثال قائم رہے گی خدا ان کے درجات مزید بلند فرمائے۔

اس وقت یادگار سلف افتخار خلف حضرت علامہ مولانا محمد عبدالغنی سالک قادری رضوی مراد آبادی کی کتاب ”آئینہ کربلا“ اپنے قارئین کو پیش کرتے ہوئے ہم بے حد خوشی و مسرت محسوس کر رہے ہیں۔ حضرت علامہ صاحب قبلہ کی تحریریں، تقریریں، نظم و نثر ان کے اخلاصِ دروں کا آئینہ دار ہیں۔ دل سے نکلنے والے الفاظ تاثیر کی قوت سے لیس ہوتے ہیں اور حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے بقول تو پاکانِ امت کے الفاظ خدا کی فوج کے لشکری ہوتے ہیں۔ بالکل ایسا ہی معاملہ حضرت کی زیر نظر کتاب کا ہے۔

مبارکباد اور حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں محترمی چوہدری محمد خلیل قادری، جناب چوہدری محمد ممتاز احمد قادری اور عزیز گرامی چوہدری عبدالمجید قادری، جنہوں نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور خاندانِ نبوت کے ساتھ محبت کا علمی مظاہرہ کرتے ہوئے اس روح پرور کتاب کی شایانِ شان اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ خدا کرے کہ یہ کتاب ان کے لئے دونوں جہانوں میں نفع اور خیر و برکت کا باعث بنے اور وہ یومِ حشر حضورِ رحمت کائنات سیدنا محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت و کرم نوازی سے سرفراز ہوں۔ آمین بجاہ سیدہ المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

ملک محبوب الرسول قادری

۲ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

چیئر مین انٹرنیشنل غوثیہ فورم

اسلامک میڈیا سنٹر 27/A شیخ ہندی سٹریٹ

داتا دربار مارکیٹ، لاہور

0321/0300-9429027

mahboobqadri787@gmail.com

میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا آخری خطبہ

حضرت امام حسین علیہ السلام نے دشمن کی فوجوں سے مخاطب ہو کر آخری خطبہ ارشاد فرمایا..... ”اے لوگو! میری بات سنو، جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کر لینے دو، اپنی آمد کی وجہ بیان کر لینے دو، اگر میرا عذر معقول ہو اور تم اسے قبول کر سکو تو یہ تمہارے لئے خوش نصیبی کا باعث ہوگا اور تم میری مخالفت سے باز آ جاؤ گے لیکن اگر یہ سننے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو اور انصاف کرنے سے انکار کر دو تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں ہے۔“.....

”تم اور تمہارے ساتھی ایک کر لو، مجھ پر ٹوٹ پڑو، مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو، میرا اعتماد ہر حال میں صرف پروردگارِ عالم پر ہے اور وہ نیکو کاروں کا حامی ہے۔“

لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو، سوچو، میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیروں کا محاسبہ کرو، خوب غور کرو، کیا تمہارے لئے میرا قتل کران اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟

کیا میں تمہارے نبی ﷺ کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں؟

کیا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟

کیا ذوالجناحین جعفر رضی اللہ عنہ میرے چچا نہیں تھے؟

کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا جو آپ ﷺ میرے اور میرے

بھائی کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ”یہ جنت میں نوجوانوں کے سردار ہیں۔“

اگر میری باتیں سچی ہیں اور ضرور سچی ہیں کیونکہ واللہ! میں نے ہوش سنبھالنے کے

بعد سے اب تک کبھی جھوٹ نہیں بولا، تو بتاؤ کیا تمہیں تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیے؟

اگر تم میری بات کا یقین نہیں کرتے تو تم برہنہ تصدیق کر سکتے ہو، جابر بن عبد اللہ

انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھو، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھو، انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھو، ابوسعید

خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھو، وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی (حضرت

حسن رضی اللہ عنہ) کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟

کیا یہ بات بھی تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟

واللہ! اس وقت بجز میرے روئے زمین پر کسی نبی کی صاحبزادی کا بیٹا موجود

نہیں۔ میں تمہارے نبی ﷺ کا بلا واسطہ نواسہ ہوں۔“

حمد باری تعالیٰ جلالہ

عالم تمام نور ہے رب کے جمال کا
 جلوہ ہے ہر مکین و مکاں ذوالجلال کا
 وصف ترا بیان کرے کس طرح . بشر
 محتاج ہر کمال ہے تیرے کمال کا
 سمجھے جو تری ذاتِ مکرم کی شان کو
 یہ کام عقل کا ہے نہ فکر و خیال کا
 عاجز ہے تیری راہ میں رفتار عقل کی
 بیکار مدعا ہے یہاں قیل و قال کا
 آدم کو خلق کر دیا بے مادر و پدر
 ہر کام بے مثال ہے اُس بے مثال کا
 ہستی ہماری کیا ہے یہ ملجائے کائنات
 ادنیٰ گر ظہور ہوا اُس کے جلال کا
 جیسا کہ ذات پاک ہے اُس کی زوال سے
 ایسا ہی پاک وصف ہے اُس باکمال کا
 تخلیق اُس نے ہی کیے جسم و گمان و دل
 خالق وہی ہے فہم کا وہی خیال کا
 عیسیٰ کا بے پدر کے اُسی نے کیا ظہور
 ادراک عقل کیا کرے اُس کے کمال کا
 ہر کام کر رہا ہو توکل پہ اُس کے جو
 کیا غم ہو اُس کو پھر کسی کارِ محال کا

باغِ جہاں کی کلیوں میں خوشبو اُسی کی ہے
پھولوں میں رنگ و روپ ہے اُس کے جمال کا

قادر ہے غم کو چاہے خوشی میں بدل دے وہ

چاہے سب بنا دے خوشی کو ملال کا

سالک کہاں تو اور کہاں حمدِ خدائے پاک
لکھتا ہے حمدِ ناکام بڑے باکمال کا

☆☆☆

ادب سے سر کو سجدے میں جھکا کر اے قلم پہلے
خدائے لم یزل کی حمد کر کچھ تو رقم پہلے

کیا اک لفظِ گن سے جس نے پیدا دونوں عالم کو

سبھی خلقت میں فرمایا مکرم جس نے آدم کو

کرم سے اپنے بخشی ایسی اُس نے خاک کو عزت

کہ رشک کرنے لگا افلاک اُس کی دیکھ کر عظمت

یہاں تک اس زمیں پر اُس نے فرمایا کرم اپنا

زمیں کے دوش پر پہلے بنایا خود حرم اپنا

کیا اس سر زمین کی خاک سے انسان کو پیدا

کیا پھر جسمِ انسانی پہ اُس نے جان کو شیدا

ہدایت کے لیے انسان کی بھیجا رسولوں کو

کہ بتلائیں وہ آ کر اُس کے پاکیزہ اصولوں کو

سجایا اس نے ہی فرشِ زمیں کو گلزاروں سے

کری زینت عطا چرخِ بریں کو چاند تاروں سے

جسے خورد و کلاں کہتے ہیں خلاقِ جہاں سالک

دو عالم کی ہر اک شے کا حقیقی ہے وہی مالک

نعتِ آقا ﷺ

کہاں میں اور کہاں نعتِ حبیبِ خالقِ باری
مجھے معلوم ہیں اپنے فہم کی خامیاں ساری
خدا کے نور سے تخلیقِ خلقت ہے محمد (ﷺ) کی
خدا ہی جانتا ہے جو حقیقت ہے محمد (ﷺ) کی
ثنا گو ہے خدا خود جبکہ احمد (ﷺ) کی فضیلت کا
بیاں پھر ہو بشر سے کس طرح احمد (ﷺ) کی عظمت کا
بنائے دونوں عالم ہے رسولِ پاک (ﷺ) کی ہستی
ہوئی آباد اُن کے ہی سبب کونین کی بستی
محمد (ﷺ) وہ ہیں جن کے جسمِ اطہر کا نہیں سایا
خدائے پاک نے قرآن میں ان کو نور فرمایا
ربوبیت ہے جیسے عام اُس خلاقِ اکبر کی
ہے رحمت ایسی ہی کونین میں شاہِ پیہر کی
خدا کی نعمتیں ساری وہی تقسیم کرتے ہیں
بشر ہی کیا ملک بھی اُن کی سب تعظیم کرتے ہیں
محمد (ﷺ) وہ ہیں روح جن کا خود اللہ تعالیٰ ہے
محمد (ﷺ) وہ ہیں جن کا لامکاں تک بول بالا ہے
محمد (ﷺ) وہ ہیں سالکِ ملک جن کی کل زمانہ ہے
محمد (ﷺ) وہ ہیں عرشِ پاک جن کا آستانہ ہے

دعائے عاشورہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تین مرتبہ پڑھیں۔ یا قَابِلِ تَوْبَةِ اَدَمَ یَوْمَ عَاشُورَاءَ یا فَارِجَ کَرْبِ ذِی النُّونِ یَوْمَ عَاشُورَاءَ
یا جَامِعَ شَمْلِ یَعْقُوبَ یَوْمَ عَاشُورَاءَ یا سَامِعَ دَعْوَةِ مُوسٰی وَهٰرُونَ یَوْمَ عَاشُورَاءَ یا مُغِیْثَ
اِبْرٰهَیْمَ مِنَ النَّارِ یَوْمَ عَاشُورَاءَ یا رَافِعَ اِدْرِیْسَ اِلٰی السَّمٰوٰتِ یَوْمَ عَاشُورَاءَ یا مُجِیْبَ دَعْوَةِ
صَالِحِ فِی النَّاقَةِ یَوْمَ عَاشُورَاءَ یا نَاصِرَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عَاشُورَاءَ
یا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِیْمَهُمَا صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَصَلِّ
عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاَقْضِ حَاجَاتِنَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَطْلُ عُمُرَنَا فِی
طَاعَتِكَ وَمَحَبَّتِكَ وَرِضَاكَ وَاحِیْنَا حَیوَةَ طَیِّبَةً وَتَوَفَّنَا عَلٰی الْاِیْمَانِ وَالْاِسْلَامِ بِرَحْمَتِكَ
یا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ بَعِزَّ الْحَسَنِ وَاخِیْهِ وَاُمِّهِ وَاَبِیْهِ وَجَدِّهِ وَبَنِيْهِ فَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِیْهِ
پھر سات بار پڑھے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِلْءَ الْمِيزَانِ وَمُنْتَهٰی الْعِلْمِ وَمَبْلَغِ الرِّضٰی وَزِنَةَ الْعَرْشِ
لَا مَلْجَا وَلَا مَنجَا مِنْ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ الشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَعَدَدَ كَلِمَاتِ اللّٰهِ
التَّامَّاتِ كُلِّهَا نَسْئَلُكَ السَّلَامَةَ بِرَحْمَتِكَ یا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ
نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی
سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَعَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ
عَدَدَ ذَرَّاتِ الْوُجُوْدِ وَعَدَدَ مَعْلُومٰتِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحَانَ اللّٰهِ مِلْءَ الْمِيزَانِ وَمُنْتَهٰی الْعِلْمِ وَمَبْلَغِ الرِّضَا وَزِنَةَ الْعَرْشِ وَلَا
مَنجَا مِنْ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ الشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَعَدَدَ الْكَلِمَاتِ التَّامَّاتِ وَاَسْئَلُكَ
السَّلَامَةَ بِرَحْمَتِهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَهُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ وَنِعْمَ
الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ اَجْمَعِیْنَ

کُلِّ نایاب گل از ابوالبرکات صاحبزادہ پیرسید مسعود احمد رضوی اشرفی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ اشرفیہ

باب نمبر 1

خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

رحمت للعالمین ﷺ کی لاڈلی بیٹی کا عقد

سیدہ جنت خاتون کا عقد 2ھ رجب المرجب کے مہینے میں ہوا۔ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا عمر میں سب سے چھوٹی تھیں۔ حضرت زینب و حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم ان سے بڑی تھیں۔ یہ چاروں بیٹیاں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تولد ہوئی تھیں۔ حضور ﷺ سب سے زیادہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عزیز رکھتے تھے۔ اہلبیت اطہار کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ خالق کائنات نے ان کی تعریف قرآن پاک میں فرمائی ہے۔ القصہ جب سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عمر شریف سولہ سال کی ہوئی تو حکم رب العالمین، رحمت للعالمین نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا کہ اے علی میں تمہارے ساتھ اپنی لاڈلی بیٹی فاطمہ کا عقد کرنا چاہتا ہوں تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کچھ نہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ زرہ کیا ہوئی جو جنگ بدر میں مالِ غنیمت میں تمہارے ہاتھ آئی۔ حضرت علی نے عرض کی وہ تو ہے۔ حضور نے فرمایا کافی ہے۔ الغرض تمام صحابہ کو حضور ﷺ نے مسجد میں جمع فرما کر خود نکاح کا خطبہ پڑھا اور نکاح کے پانچ ماہ بعد ذوالحجہ کے مہینے میں جنگ بدر کے بعد رخصت کیا۔ شہنشاہ کونین نے جو شہزادی دارین کو جہیز دیا وہ دنیا کے لیے درسِ عبرت ہے۔

جہیز و رخصت

جہیز اللہ اکبر وہ دیا حضرت نے زہرا کو
 وہ بہر خانہ داری تھا مکمل درس دنیا کو
 بچھونے دو یمانی چادریں دو ایک کملی تھی
 پلنگ تھا چار گدے ایک تکیہ ایک چکی تھی
 کٹورہ ایک خالی ایک مشکیزہ تھا پانی کا
 یہ سامان مختصر سا تھا اثاثہ زندگانی کا
 طلائی ہار گردن میں نہ پیشانی پہ جھومر تھے
 فقط چاندی کے بازو بند دو از قسم زیور تھے
 شہنشاہِ دو عالم تھے اگر چاہتے میرے آقا
 عطا سامان شاہی سب ہی فرماتے مرے آقا
 مگر یہ سادگی کا درس دینا تھا زمانے کو
 وگرنہ مال سے بھر دیتے حیدر کے گھرانے کو
 مگر امت کا اُن کی آج یہ عالم نظر آیا
 جہیز ہستی سے بھی بڑھ کر سو گنا پیہم نظر آیا

رخصت کی تیاری

حضرت سیدہ کا نکاح رخصت سے پانچ ماہ پہلے رجب کے مہینے میں ہو گیا تھا۔ رخصت
 ذوالحجہ کے مہینے میں ہوئی۔ اے امتِ مصطفیٰ ﷺ تو نے دیکھا شہنشاہِ کونین نے اپنی لاڈلی
 نورِ نظر اپنی پیاری لختِ جگر کو شہنشاہِ کونین ہوتے ہوئے کیا جہیز دیا۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا
 رضی اللہ عنہا کا مہر نکاح چار سو مثقال چاندی جس کا وزن ڈیڑھ سو تولہ ہوتا ہے۔ روایت میں یہ بھی آیا
 ہے کہ مہر چالیس دینار باندھی گئی تھی۔ القصہ رخصت کے وقت نہ تو کوئی سواری تھی نہ کسی قسم

کی کوئی دھوم دھام تھی۔ رحمتِ عالم ﷺ نے اپنی لختِ جگر سے فرمایا کہ اے مری پیاری نورِ نظر میں اگر چاہوں تو ابھی میرا پروردگار تری سواری کے لیے جنت سے براق بھیج دے مگر میں یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ مرے کسی امتی غریب کی بیٹی کو سواری میسر نہ ہو اور وہ اپنے خاوند کے گھر پیدل جائے۔ مری لاڈلی بیٹی میری امت کی غریب بیٹیوں کا خیال کر کے حضرت علیؑ کے گھر پیدل چلی جاؤ۔ سرورِ کونین کی امت کے غم میں چشمِ نورانی پر نم تھی اور سیدہؓ سے ارشاد فرما رہے تھے کہ اے زہرا!

گئی شوہر کے گھر پیدل جو کوئی امتی دختر
مری زہرا نہ دیکھا جائے گا مجھ سے تو وہ منظر

میری رحمت کو یہ ہرگز گوارا ہو نہیں سکتا
بجز مرے کوئی اُس کا سہارا ہو نہیں سکتا

یہ کہتے کہتے چشمِ نور سے آنسو ہوئے جاری
لگے رونے غمِ امت میں پھر وہ رحمتِ باری

اے مسلمانو! غور کرنے کا مقام ہے کہ شہنشاہِ کونین کو امت کی غریبی کا اتنا خیال اور امت کی دختروں کی وجہ سے جنت کی مالک اپنی لختِ جگر کو پیدل شوہر کے گھر بھیجا گیا کسی امتی کو کبھی یہ خیال ہوا کہ ہمارے آقا نے ہماری دختروں کو اپنی نورِ نظر کی شادی کے وقت کس قدر کرم سے نوازا ہے۔ کیا کسی نے اب فاطمہؑ کے اُس جہیز کو اور شوہر کے گھر پیدل جانے کو مدِ نظر رکھا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ قرض لے کر دنیا کی شہرت حاصل کرنے کو جانے کیا کیا کر گزرتے ہیں۔ ہاں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے ہر کام میں اپنے آقا و مولا کی اداؤں کو مدِ نظر رکھتے تھے اور ہر کام اللہ اور اس کے محبوب کی رضامندی کے لیے کیا کرتے تھے۔ میں معتبر کتب کے حوالے سے عرض کرتا مگر اس رسالے میں اتنی جگہ نہیں ہے مجھے اس میں صرف کربلا کے واقعات مدِ نظر ہیں۔ میں اُن کو اس انداز میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ پڑھنے سننے والے کو ایک نیا کیف حاصل ہو اور اسلام کا جذبہ دل میں بیدار ہو جائے۔ اللہ اپنے حبیب کے صدقے مجھے توفیق عطا فرمائے۔ ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ سرورِ دو عالم نے مالکِ دو جہاں ہو کر بھی کتنی سادگی سے کام لیا۔ امیروں اور غریبوں کو

یکساں درس دیا۔ عقلِ عالمِ رحمتِ عالم پر قربان۔

شاہزادی سرورِ کونین کی بے سواری مرتضیٰ کے گھر گئی
صاحبِ لولاک پر لاکھوں سلام اُس جہیزِ پاک پر لاکھوں سلام
واسطے جن کے بنے دونوں جہاں اُن کے گھر تھیں سیدھی سادھی شادیاں
سالک اُن کی راہ جو کوئی چلے

دین و دنیا کی اُسے نعمت ملے

علامہ ہادی جامع المعجزات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھتی تھیں۔ زبان سے قرآنِ پاک پڑھتی تھیں اور دل سے تفسیر کرتی تھیں۔ پیر مبارک سے حسنین کو جھولا جھلاتی تھیں اور آنکھوں سے خدا کی یاد میں روتی تھیں اور آج کل کی عورتیں ہاتھ سے ڈھولک بجاتی ہیں زبان سے خلافِ شرع گانے گاتی ہیں، غیبت کرتی ہیں، دل سے دنیا کو چاہتی ہیں، آنکھوں سے بے شرمی کا مظاہرہ کرتی ہیں اور پیروں سے ناچتی ہیں۔ پھر یہ کیسے جنت میں جا سکتی ہیں۔ پروردگارِ عالم سب مسلمان عورتوں کو سیدہ رضی اللہ عنہا کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی نورِ نظر بے سواری مرتضیٰ کے گھر تشریف لے گئیں۔ ساتھ میں ام ایمن بھی گئی تھیں۔

آئیں جب خاتونِ جنت اپنے گھر

پڑ گئے سب کام ان کی ذات پر

کام سے کپڑے بھی کالے پڑ گئے

ہاتھ میں چکی سے چھالے پڑ گئے

کام میں کٹا تھا یومِ زندگی

رات بھر کرتیں خدا کی بندگی

جب سیدہ اسد اللہ کے گھر گئیں اور شام کا وقت قریب آ گیا تو شہنشاہِ کونین سیدہ کے

گھر تشریف لے گئے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پانی طلب کیا۔ جب فاطمہ پانی لے کر حاضرِ خدمت

ہوئیں سرکار نے پانی پر دم کیا۔

دیئے پانی کے چھینٹے بطنِ زہراً پشتِ حیدر پر
دعا مانگی کہ اے ربِ دو عالم خالقِ اکبر

محبت اور شفقت سے بٹھا کر پاس دونوں کو
کہا ربِ جہاں یہ عقد آئے اس دونوں کو

عطا اولاد ہو وہ فاطمہؑ کو رحمتِ باری
قیامت تک رہے جس کا مبارک سلسلہ جاری

نبوت کا چمن پھولا پھلا گلہائے زہراً سے
بہار گلشنِ دیں ہے ہرا گلہائے زہراً سے

جب شادی کو ایک سال ہو گیا اور حضور اکرم ﷺ نے جو دعائیں زہراؑ اور حیدر رضی اللہ عنہما کو

فرمائی تھیں۔



باب نمبر 2

ولادت باسعادت حضرت حسن امام عالی مقام علیہ السلام

آپ کی ولادت مبارک 15 رمضان مبارک 3ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضور سید عالم ﷺ نے آپ کا نام مبارک حسن رکھا۔ حضرت امام ابو محمد حسن بن علیؑ۔ آپ آئمہ اثنا عشر میں امامِ دوئم ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد، لقب تقی و سید، عرف سبط رسول اللہ ﷺ اور سبط اکبر ہے۔ آپ کو ریحانۃ الرسول اور آخر الخلق، آخر الخلفاء بالنص بھی کہتے ہیں۔ ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا اور سر مبارک کے بال جدا کیے گئے اور سرکار نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ بالوں کے برابر وزن کر کے چاندی صدقہ کرو۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ اسمائت عمیس نے بارگاہ رسالت میں حضرت حسنؑ کی ولادت کی خبر پہنچائی تو حضور تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ اسما میرے فرزند کو مرے پاس لاؤ۔ اسما ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضور ﷺ کے پاس لائیں۔ حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر فرمائی۔ اور حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا کہ تم نے اس فرزند کا کیا نام رکھا ہے۔ حضرت علیؑ نے عرض کی کہ مری کیا مجال ہے جو بغیر آپ کے اذن کے نام رکھتا۔ پھر معلوم کرنے پر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ حرب نام رکھا جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عربی میں حرب کی لغت کیا ہے۔ اسد اللہ نے عرض کیا کہ جنگ۔ بس حضور ﷺ نے حسن نام رکھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے انتظار فرمایا یہاں تک کہ جبریل علیہ السلام خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کو آپ کی بارگاہ میں وہ شرف حاصل ہے جو کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو درگاہ موسیٰ علیہ السلام میں تھا۔ تو ان کا نام ہارون کے فرزند کے نام پر رکھا جائے۔ حضور ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے معلوم کیا کہ ہارون کے فرزند کا کیا نام تھا۔ جبریل نے عرض کیا کہ شبر۔ حضور ﷺ نے جبریل سے ارشاد فرمایا کہ شبر کی عربی میں کیا لغت ہے۔

جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ حسن۔ بس آپ کا نام حسن رکھا گیا۔ امام حسن حسن میں حضور سے بہت مشابہ تھے۔

جمالِ حسن

بالہامِ خداوندی نبی (ﷺ) نے نام شبر کا
وفورِ تہینت جوشِ مسرت سے حسن رکھا

عرب میں شور تھا جنت کا مہ یار اتر آیا
کہ گھر میں فاطمہ کے عرش تارا اتر آیا
حسن کا حسن صورت حسن صورت گر کا مظہر تھا
بالفاظِ دگر آئینہ شکلِ پیبر تھا

حسن اک نو شگفتہ پھول تھے گلزارِ جنت کے
نظر آتے تھے اک روشن مرقع نورِ قدرت کے

حسن کی شکل آئینہ تھی شکلِ خسروِ خوباں
حسن کے چاند سے رخ سے عیاں تھا جلوہ یزداں

حسن سر تا پا نورِ مجسم ماہِ طلعت تھے
عرب کے چاند تھے محبوبِ حق تھے خوبصورت تھے

حسن امامِ عالی مقام علیہ السلام کے فضائل و مناقب حدیث کی کتابوں میں بے شمار مرقوم ہیں۔ بخاری و مسلم نے حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے روحِ مجسم جانِ مصور سیدِ عالم ﷺ کی زیارت کی تو میں نے دیکھا شہزادہٴ بلند اقبال باکمال باجمال امامِ عالی مقام علیہ السلام کو حضور کے دوشِ نورانی پر جلوہ گر دیکھا اور حضور کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! میں حسن کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی حسن کو محبوب رکھ۔ امام بخاری نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم ﷺ ایک روز ممبر پر جلوہ افروز تھے اور حسن امامِ عالی مقام آپ کے پہلو میں تشریف فرما تھے تو حضور ایک مرتبہ لوگوں کی طرف نظر فرماتے اور ایک مرتبہ اُس فرزندِ جمیل کو دیکھتے۔ میں

نے سنا حضور نے ارشاد فرمایا کہ پروردگارِ عالم! میرے اس فرزند سید کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ بخاری و مسلم، ترمذی عبداللہ ابن زبیر سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا حضور سجدے میں تھے اور حسن رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک پر تشریف فرما تھے یا پشت مبارک پر جلوہ گر ہوئے تو جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے سرِ نورانی کو نہ اٹھاتے جب تک کہ شاہزادہٴ جنت اتر نہ جاتے اور یہ بھی دیکھا جب رکوع یا قیام میں ہوتے اور حسن آپ کی نورانی پنڈلیوں کے درمیان سے ٹکنا چاہتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قدمِ نورانی کو کشادہ فرمادیتے۔

بیاں کوئی کرے سرکار کے کن کن فضائل کو
سخی ایسے کہ بخشے لاکھ درہم ایک سائل کو

خدا کی راہ میں خیرات کی دوبار سب دولت
نہ رکھا پاس اک جبہ پئے آسائش و راحت
دکھائے تین بار اسے سخا و جود کے منظر
کیا قربان راہِ حق میں اپنا سارا مال و زر

غنی دل تھا بہت جوشِ عطا دستِ تو نگر میں
خدا کی دی ہوئی دولت لٹا دیتے تھے دم بھر میں
گدا جو در پہ آتا تھا غنی وہ بن کے جاتا تھا
حسن کے در سے وہ ساری مرادیں دل کی پاتا تھا

ولادت سید الشہداء علیہ السلام

امام عالی مقام کی ولادت 5 شعبان 4ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضور پر نور شافعِ یوم النشور نے آپ کا نام حسین اور شبیر رکھا۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب سبط رسول اللہ اور اپنا فرزند اور ریحانہ رسول اور آپ کے برادرِ معظم کی طرح آپ کو بھی جنتی جوانوں کا سردار فرمایا۔ حضور کو آپ کے ساتھ کمالِ رغبت و محبت تھی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس نے ان دونوں امام حسن امام حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان

سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی۔ جنتی جوانوں کا سردار فرمانے سے یہ مراد ہے کہ جو لوگ جوانی کے عالم میں جنت میں پہنچے یا جائیں گے یہ دونوں اُن کے سردار ہیں۔

جناب امام عالی مام علیہ السلام کی ولادت کے عجیب و غریب امور ظہور پذیر ہوئے۔ چنانچہ جامع المعجزات میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ فجر کی نماز کے بعد چہرہ انور چودھویں رات کے چاند سے بڑھ کر چمکتا دمکتا تھا جو مصیبت زدہ یا غم زدہ دیکھ پاتا اُس کی سب تکلیف دور ہو جاتی۔ اتفاق سے ایک روز ایسا نہ کیا اور حضرت علیؑ کو ہمراہ لے کر بیرون مسجد تشریف فرما ہوئے۔ سب شمع رسالت کے پروانے اصحاب دیکھ رہے تھے مگر مسجد سے نکلنے کا سبب معلوم نہ تھا۔ آپ زہراً بتول کے گھر تشریف فرما ہوئے اور حضرت علیؑ کو دروازے پر کھڑا کیا اور تاکید فرمائی کہ کوئی اندر نہ آنے پائے کیونکہ امام حسین کی ولادت باسعادت ہونی ہے اور فرشتے مبارک باد دینے کے لیے آسمان سے آرہے ہیں۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے گھر میں داخل ہوئے۔ اسی اثناء میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صبر نہ ہو سکا اور حضور کے نقش قدم پر حضرت علیؑ کے گھر تشریف لا کر استفسار کیا کہ رحمت، عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہاں جلوہ گر ہیں جو ملائکہ گھر میں ہیں۔ اذن طلب کیا گیا تو کہا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مشغول ہیں۔ صدیق اکبر نے فرمایا کہ میں دیدار کے لیے بیتاب ہوں۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ امام حسین کی ولادت ہوئی ہے اور چار لاکھ چوبیس ہزار فرشتے مبارک باد دینے کے لیے آئے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علیؑ کے قول سے متعجب ہوئے اور دروازے میں بیٹھ گئے۔ بعد ازاں حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی تشریف لے آئے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضر ہو گئے۔ حضرت علیؑ نے ہم کو وہی جواب دیا جو صدیق اکبر کو دیا تھا۔ اتنے میں شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ کے پاس تشریف لائے اور سب کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ سب سے پہلے صدیق اکبر اندر تشریف فرما ہوئے اور حضور سے حضرت علیؑ کی گفتگو کا ذکر کیا۔ سرکار نے فرمایا: اے علی! تم کو فرشتوں کی تعداد کس نے بتائی؟ حیدر کرار نے عرض کیا کہ فرشتوں کے غول کے غول آتے تھے اور آپس میں باتیں کرتے تھے کہ ہم اتنے ہیں ہم اتنے ہیں۔ حضور نے فرمایا: اے علی! تم کو اس سے زیادہ تعجب کی بات سناؤں۔ لو سنو وہ یہ کہ جب ملائکہ آئے تو ان کے ہمراہ ایک ایسا فرشتہ بھی تھا

جس کے بازو ٹوٹے ہوئے تھے۔ میں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے اور ترا کیا قصہ ہے۔ فرشتے نے عرض کیا کہ میں ایک مقرب فرشتہ تھا۔ ایک دن میں آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا تو مجھے ایک ایسا آدمی نظر آیا جس کے ہاتھ پاؤں نہیں تھے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اس حالت میں اس کا زندہ رہنا اچھا نہیں بے کار ہے بلکہ مر جانا بہتر ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے میری یہ حالت کر دی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے زمین پر ڈال دیا۔ سات سو سال سے میں فلاں جزیرے میں ہوں۔ جب ملائکہ مبارک بادی کے لیے اترے تو مجھے اپنے ہمراہ لے آئے کیونکہ وہ پہچانتے تھے۔ صدقے حسین کے حضور مری شفاعت فرمائیں۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی فوراً جبریل امین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کی دعا اس فرشتے کے حق میں قبول ہو گئی۔ حضور پر نور نے حسین کا داہنا ہاتھ فرشتے کے بدن پر پھیرا تو فرشتے کو اسی وقت شفا حاصل ہو گئی تو اس نے گریہ و زاری شروع کر دی۔ سرکار نے اُسے فرمایا کہ تو کیوں روتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ اپنی جان کے لیے نہیں روتا بلکہ اس کے لیے روتا ہوں جس کے ولادت کے لیے زمین و آسمان والوں کو بشارت دی گئی میں اُس کے قتل کے لیے روتا ہوں۔ حضور نے فرمایا: اے فرشتے اس کو کون قتل کرے گا؟ اس نے عرض کیا کہ یہ خبر آپ کو جبریل امین دیں گے کہ اس کو کون قتل کرے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبریل کیا یہ بات صحیح ہے۔ جبریل امین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے حسین کی ولادت سے ایک ہزار سال پہلے پیدا کیا اور یہ ان کی ولادت سے شہادت تک اور پھر امام حسین کی شہادت کے بعد ان کی قبر کی حفاظت کرے گا اس کے بعد وہ فرشتہ آسمان کو عروج کر گیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کی خبر پہلے سے ہی مشہور ہو چکی تھی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضور پر نور شافع روز نشور ﷺ ایک روز ام سلمہ ام المومنین کے گھر جلوہ فرماتے کہ جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ اس وقت امام عالی مقام کی عمر شریفہ تقریباً ساڑھے چار سال کی تھی۔ جبریل نے خدمت میں آکر یہ عرض کی حضور ﷺ کچھ خاص باتیں کرنی ہیں۔ تخیلیے کی ضرورت ہے یعنی تنہائی کی۔ حضور ﷺ نے ام سلمہ کو فرمایا کہ تم دروازے کے پاس رہو کوئی اندر نہ آنے پائے۔ ام سلمہ ام المومنین نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور

دروازے پر جا کر کھڑی ہو گئیں۔ جبریل امین حضور اکرم ﷺ کو تخیلہ میں لے گئے اور حضور ﷺ سے آبدیدہ ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں جو آج خبر لایا ہوں مری زبان اس کے ظاہر کرنے کی تاب نہیں رکھتی۔ دل کے غم سے ٹکڑے ہوئے جاتے ہیں۔ مگر حکمِ ربی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جبریل جلدی بیان کرو کہ ایسی کیا خبر ہے کہ تم آبدیدہ ہو اور تم غمگین ہو۔ جبریل علیہ السلام نے یہ سن کر آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے اس طرح سے عرض کیا۔ ادھر ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا دروازے پر پہرے دار بن کر تشریف فرما ہیں کوئی اندر نہ آنے پائے ادھر حضور اکرم، رسولِ معظم، رحمتِ عالم، نورِ مجسم ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام تخیلے میں حاضر ہیں۔ اتنے میں حسین امامِ عالی مقام علیہ السلام کہیں سے کھیل کر تشریف لاتے ہیں اور ام سلمہ سے فرماتے ہیں کہ مرے نانا جان کہاں ہیں؟ ام سلمہ نے فرمایا کہ سرورِ کونین، شہنشاہِ دارین ﷺ اندر تشریف فرما ہیں اور منع کر دیا ہے کوئی میری اجازت کے بغیر اندر نہ آنے پائے کیونکہ جبریل کچھ خاص پیغام لائے ہیں۔ آپ نے سن کر اس طرح فرمایا۔

حسین آنکھوں میں آنسو بھر کے بولے ام سلمہ سے

مجھے بھی کیا منع فرما دیا ہے مرے نانا نے

سُنی آواز جب محبوبِ حق نے اپنے پیارے کی

علی کے لاڈلے اور فاطمہ کے ماہِ پارے کی

کہا سلمہ سے حجرے میں انہیں جلدی سے آنے دو

میری خلوت میں آنے سے نہ سلمہ ان کو تم روکو

حسین ابنِ علیؑ یہ اپنے نانا کی صدا سن کر

گئے ہنستے ہوئے حجرے کے وہ فوراً ہی بس اندر

وہاں پہنچے جہاں جبریل اور سرکار تھے دونوں

سرِ خلوت سرِ جلوت پئے گفتار تھے دونوں

کہا جبریل نے پھر رو کے یہ محبوبِ یزداں سے

محبت آپ کو ہے جس قدر شاہِ شہیداں سے

بجا ہے ٹھیک ہے لیکن ازل سے ان کی قسمت میں
یہ لکھا ہے کہ اُن کا امتحاں ہو دشتِ غربت میں

امیں نے کہہ کے یہ شیشی نکالی خاک تھی جس میں
نہاں آمیزشِ خونِ شہیدِ لولاک تھی جس میں

حسین پاک اور جبریل جس دم ہو گئے رخصت
یہ دیکھی ام سلمہ نے شہیدِ کونین کی حالت

رخِ پر نور پر آثارِ رنج و غم کے طاری تھے
طبیعتِ مضطرب تھی اشکِ غم آنکھوں سے جاری تھے

گزارش کی یہ ام المومنین نے شاہِ والا سے
میرے ماں باپ صدقے میں تصدق ماجرا کہیے

کیا باچشمِ نم ارشاد سلطانِ دو عالم نے
زلایا ہے مجھے اے ام سلمہ آج اس غم نے

یہ مٹی جو مرے ہاتھوں میں ہے جبریل نے دی ہے
یہ خونِ آمیز مٹی آہِ دشتِ کربلا کی ہے

کیا جائے گا جس جا قتل یہ فرزندِ زہرا کا
بے گا اُف لہو جس خاک پر دیندِ زہرا کا

یہ مٹی ہے وہی اے ام سلمہ تم اسے رکھو
لہو ہو جائے جب یہ خاک تو اُس وقت تم سمجھو

حسینؑ ابنِ علیؑ کو دشمنوں نے قتل کر ڈالا
مکرر اتنا کہہ کے رو دیئے پھر سرورِ والا

تعا تھا یہ علم سلطانِ رسالت کا
نظر کے سامنے تھا واقعہ سارا شہادت کا

معلم تھا خدا روحِ الایمیں تھے مخیر صادق
عمیاں تھا آپ پر منظرِ مستقل و سابق

یہی وہ علم ہے علم لدنی جس کو کہتے ہیں
یہ ہے وہ علم غیب سنی جس کو کہتے ہیں
الغرض حسین و حسن کی تمام روداد حضور کے مد نظر تھی مگر صبر کا یہ عالم تھا کہ کبھی
شکوے کا لفظ زبان مبارک پر نہ آیا۔ شہادت کی آپ کے ولادین کو بھی حضور کے بتانے
سے پوری پوری خبر تھی مگر نہ تو حضرت علیؑ نے کبھی حرف شکوہ زبان سے کہا اور نہ فاطمہ
زہراؑ نے کہا۔

اب میں کچھ یزید پلید کے حالات نقل کرتا ہوں۔ یزید ابن معاویہؓ وہ بدنصیب شخص
ہے کہ جس کی پیشانی پر اہلبیت کرام کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے۔ جس پر ہر قرن میں دنیا
ملامت کرتی ہے اور تاقیامت اُس کا نام تحقیر سے لیا جائے گا۔ یہ بدباطن 25ھ کو امیر معاویہؓ
کے گھر میسون بنت نجدل کلبیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ نہایت موٹا بدنما تھا۔ بڑا ہو کر اس نے
فسق و فجور پر کمر باندھی۔ مگر ان یزید کی بدکاریوں کا حضرت معاویہؓ کو کوئی علم نہ تھا۔ 41ھ میں
جب امام حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے صلح کی اور یہ شرط صلح نامہ پر لکھی گئی کہ امیر معاویہؓ کے
خلافت جس کی طرف رجوع کرے گی اور تمام قرض حسن امیر معاویہؓ ادا کریں گے اور اسی
ہزار دینار جزیہ خدمت حسن میں پیش کیا کریں گے۔ امیر معاویہؓ حسنؓ کی بہت عزت کرتے
اور صلح کے خود مدائن میں امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور جو شرائط اس پر تحریر ہو چکی
ہیں انہی شرائط پر صلح ہو گئی۔ مگر یزید بدباطن دنیا کا کتا تھا اس نے سوچا کہ اگر امیر معاویہؓ کے
وصال کے بعد امام حسنؓ زندہ رہے تو خلافت ان کی طرف لوٹ جائے گی۔ میں
بادشاہت سے محروم رہ جاؤں گا اور تمام عرب والے حسن کے حق میں اپنی اپنی رائے دیں
گے۔ مجھے کوئی نہ پوچھے گا یہ خیال دل میں ٹھہرا کر یزید دنیا کا کتا امام حسنؓ عالی مقام علیہ السلام کا
جانی دشمن بن گیا۔

دل تو مرا یہ چاہتا تھا کہ جو امیر معاویہؓ پر شک یا اعتراض ہیں ان سب کا مدلل و مفصل
جواب لکھوں مگر اس مختصر کتاب میں اتنی گنجائش نہیں۔ ہاں اتنا سمجھ لو کہ حضور ﷺ نے طلحہ
کے قاتل کو پہلے دوزخی فرمایا تھا اور وہ صحابی تھا مگر صحیح حدیث کی کتابوں میں امیر معاویہؓ کی
شان کے خلاف کوئی لفظ نہیں ملتا۔ کیونکہ بخاری شریف کی حدیث حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما

سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک دن منبر پر تشریف فرما کر عشا کی نماز کے وقت تک جو کچھ بھی قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے سب کی خبر دے دی تھی۔ بس ثابت ہو گیا کہ امیر معاویہؓ ان تمام اعتراضوں سے بری الذمہ ہیں۔ اگر اہل شیعہ کے باطل خیال کے مطابق آپ ہوتے تو حضور کی خبروں میں ان کی بھی خبر ہوتی۔ اب میں پھر اپنے مطلب کی طرف لوٹتا ہوں اور یزید پلید کی زندگی کا کچھ حال نظم کرتا ہوں۔

یزید زیشت خو آمادہ بیداد تھا پیہم
خلافت کے نہ ملنے کا اُسے رہتا تھا غم ہر دم

سمجھتا تھا کہ بعد مرگ فرزند ابوسفیاں

رہے زندہ اگر سبط نبی (ﷺ) ابن شہر مرداں

حکومت شام کی ہرگز مجھے ملنے نہ پائے گی

حسن کے حق میں شرط عہد نامہ رنگ لائے گی

صلح نامے کی پڑھ رکھیں تھیں اس نے ساری تحریریں

حسن کے قتل کی کرنے لگا دن رات تدبیریں

بشوقِ ملک و گری و حکومتِ کلیہ زادہ

ہوا قتلِ حسن پر دیدہ دانستہ آمادہ

بلائی ایک دلالہ جو تھی ابلیس کی خالہ

اُسے انعام اور اکرام کے سانچے میں لا ڈھالا

دیا زہر ہلاہل اُس کو اور تاکید فرمائی

بخوبی کام یہ میرا جو تو دل سے بجا لائی

خزانے شام کے سب ڈال دوں گا ترے قدموں پر

حسن کو زہر دے دے یہ کسی تدبیر سے جا کر

دیئے پیغامِ جعدہ بنتِ اشعث کو پس پردہ

یزید اس شرط پر اے دُختِ اشعث ہے تیرا بُردہ

جہانِ حُسن میں عورت عجب نا فہم ہوتی ہے
 خود اپنی آبرو شوہر کا اپنے جان کھوتی ہے
 یزید نے اُس دلالہ کو زہر دے کر مدینے بھیجا اور جعدہ بنتِ اشعث کو اپنے نکاح میں
 لانے کا لالچ دیا اور شرط یہ مقرر کی کہ اپنے شوہر حسن کو زہر دے دے۔ اُس عیار عورت نے آ
 کر مدینے میں جعدہ بنتِ اشعث سے راہ و رسم پیدا کیا چند روز میں جعدہ بنتِ اشعث کو اپنی
 عیاری کے جال میں پھانس لیا اور بڑی چالاکی سے۔
 پلایا زہر ناہنجار نے سبِ پیمبر کو
 کیا واصل بحق سلطانِ دین زہرا کے دلبر کو

غضب کا زہر تھا جس نے غضبِ تاثیر دکھلائی
 نہ ہرگز اُس کی تدبیر شفا کچھ عقل میں آئی
 جگر کٹ کر دہن کی راہ سے باہر نکلتا تھا
 خدا کا نور عرشِ اللہ سے باہر نکلتا تھا

ہوئی محسن بے چینی جو شاہِ عشقِ یزداں کو
 نئے جلوے نظر آنے لگے نوشاہِ خوباں کو
 حسینؑ ابنِ علی تشریف فرما تھے جو بائیں پر
 لگے کہنے کہ اے جانِ برادرِ منظرِ سرور

یہ بے چینی ہے کیوں یہ اضطرابِ روحِ فرسا ہے
 یہ جوشِ ناشکیبائی کا آخرِ مدعا کیا ہے
 مبارک ہو تمہیں تم مصطفیٰ کے پاس جاتے ہو
 خدیجہؑ، فاطمہؑ و مرتضیٰؑ کے پاس جاتے ہو

وہاں جاتے ہوئے اس درجہ حیرانی کا کیا باعث
 میں قرباں کچھ تو کہیے سوزِ پنہائی کا کیا باعث
 حسنؑ نے سن کے یہ سب بات ماں جائے سے فرمایا
 کہوں کیا تم سے جو منظر مجھے اس دم نظر آیا

مرے پیش نظر اس وقت ایک صحرا ہے
کہ جس میں دشمنوں نے ہر طرف سے تم کو گھیرا ہے

کیا بے چین مجھ کو بھائی اُس خوں خوار منظر نے
مگر ہوگا وہی لکھا ہے جو بھی رب اکبر نے

خدا کو سونپتا تم کو تم ثابت قدم رہنا
مصائب جھیلنا صدے اٹھانا رنج و غم کہنا

خدا کے واسطے جینا خدا کے واسطے مرنا
سرِ مشکل مرے ماں جائے تم شکرِ خدا کرنا

یہ کہہ کر نعمتیں جو بھی وہ نانا جان سے پائیں
سپرد حضرت شاہ شہیداں شہہ نے فرمائیں

کیا رُخ سوئے قبلہ ہو گئے واصل بحق حضرت
شہادت نے جبیں چومی ہوئی رُخ پر فدا رحمت

حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے روز ایمان لائے اور جنگ حنین میں شامل ہوئے۔ آپ کی فضیلت میں بہت احادیث ہیں لیکن پائے اعتبار کو بہت کم پہنچتی ہیں۔ چنانچہ ترمذی کی صحیح حدیث حضرت عبدالرحمن بن ابوعمیر صحابی سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہؓ کو دعا دی کہ اے اللہ! امیر معاویہؓ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا کر دے۔ نیز طبرانی کبیر میں عبدالملک بن عمیر سے روایت ہے کہ خود حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ مجھے خلافت کی تب سے بہت امید ہو گئی تھی جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! امیر معاویہؓ کو برا نہ کہو تم دیکھو گے جب وہ دنیا سے اٹھ جائیں گے تو بہت سے سر بے گناہ تن سے جدا کیے جائیں گے، ظلم و ستم کا بازار گرم ہو جائے گا۔ حرام حلال میں امتیاز نہ رہے گا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ماہِ رجب 60ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کے بعد یزید تختِ سلطنت پر بیٹھا۔

معاویہؓ کی رحلت ہو گئی جب ساٹھ ہجری کو
ہوئے مصروف شامی سلطنت کی خیر خواہی کو

بٹھایا تخت پر سب نے یزید کینہ پرور کو
سمجھتا تھا جو پہلے ہی دشمن آلِ حیدر کو

یزید ناخلف کو مل گیا جب تختِ سلطانی
خلاف دین کرنے لگ گیا وہ اپنی من مانی

سگے بھائی بہن کا عقد جائز کر دیا اُس نے
زمینِ شام کو ظلم و ستم سے بھر دیا اُس نے

رہا باقی نہ ذرہ بھر اُسے پاسِ مسلمانی
کھلے بندوں بدلنے لگ گیا احکامِ قرآنی

شراب، حسد، غشوق، جوئے کی تھی ہر جا گرم بازاری
شریعت کے خلاف اس نے کری ہر رسم تھی جاری

مگر رہتا تھا اس کے دل میں ہر دم خوفِ شبیرؓ کا
کہ تھا معلوم اس کو حوصلہ سب ابنِ حیدر کا

سمجھتا تھا مرے کردار بد پر سبطِ پیغمبر
نکل آئیں گے وہ میدان میں سینہ سپر ہو کر

اس اندیشے کو رکھ کے سامنے بدکار بد اختر
اتر آیا حسینؑ ابنِ علیؑ کی وہ عداوت پر

کیے قاصد روانہ شام سے مکے مدینے کو
لکھا فرماں کہ حاکم مان لیں سب اس کینے کو

ابی سفیان کا پوتا مدینے میں گورنر تھا
بظاہر سخت درپردہ خلافِ فتنہ و شر تھا

ولید اُس نیک دل کا نام تھا عقبہ کا بیٹا تھا
سفیرِ شام جب آیا تو وہ بستر پہ لیٹا تھا

دیا قاصد نے خطِ مضمونِ خط اس نے پڑھا سارا
چچا کی موت کا تھا سامنے آنکھوں کے نظارا

الغرض حاملِ مدینہ نے خط پڑھ کر مروان کو بلایا اور وہ خط مروان کو دکھایا اس میں لکھا تھا کہ تمام اہلِ مدینہ سے میری بیعت لی جائے۔ سب سے پہلے حسینؑ ابنِ علیؑ ابنِ زبیرؑ سے میری بیعت لینا۔ اگر انکار کریں تو ان کو قتل کر کے ان کے دارالحکومت میں روانہ کر دینا۔ کیونکہ یہ تینوں شامی حکومت کے خلاف ہیں۔ ان کو فوراً بیعت میں داخل کیا جائے۔ مروان نے تمام خط پڑھ کر مشورہ دیا کہ ان تینوں یعنی حسینؑ ابنِ علیؑ، ابنِ عمرؑ، ابنِ زبیرؑ کو فوراً دربار میں بلایا جائے اور انہیں غور و فکر کا بالکل موقعہ نہ دیا جائے کیونکہ۔

کہا مروان نے فوراً بلایا جائے تینوں کو

ملے موقعہ تدبیر کا نہ ان انجام بینوں کو

بلانے کو انہیں بھیجا سپاہی ایک عامل نے

کہا تینوں کو جلدی لا بلا کر دیکھ عامل نے

سپاہی مسجد نبوی میں ان کو ڈھونڈتا آیا

حسینؑ پاک و عبداللہؑ زبیرؑ کو وہیں پایا

کہا عامل بلاتا ہے چلو جلدی سے تینوں کو

سرِ دربار لاؤ حکم یہ ہے پاک بینوں کو

الغرض عبداللہ ابنِ عمرؑ اور ابنِ زبیرؑ نے سپاہی سے کہا کہ ہم تیرے پیچھے آتے ہیں مگر

امام عالی مقام نے کوئی بہانہ نہ کیا بلکہ بے خوف و خطر اپنے ساتھ کچھ سوار لے کر عامل کے

دربار میں پہنچے کیونکہ ولید امام عالی مقام کی عزت کا قائل تھا جب آپ دربار میں پہنچے تو ولید

نے اٹھ کر استقبال کیا اور یزید رومیہ کا خط امام عالی مقام علیہ السلام کو دیا۔ آپ نے خط کا تمام

مضمون پڑھا اور پڑھ کر آپ نے بے خوف و خطر یزید کی بیعت سے صاف انکار کر دیا کہ میں

فاسق و فاجر کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ کبھی نہ دوں گا۔ مجھے کب روا ہے کہ ایک فاسق و فاجر کے

ہاتھ پر بیعت ہوں۔ یزید کے ہاتھ پر بیعت کر کے میں اپنے نانا جان کے دین کی بے حرمتی

نہیں کر سکتا۔ یہ فرما کر آپ نے چلنے کا ارادہ کیا تو فوراً مروان نے کہا کہ اے عامل اگر یہ

بیعت نہ کریں تو ان کو زندہ نہ جانے دینا۔ مروان نہایت غضبناک ہو کر یہ عامل سے کہہ رہا

تھا۔ امام نے مروان کو جلال سے دیکھا اور فرمایا۔

حسینؑ ابن علیؑ نے ڈانٹ کر فی الفور فرمایا
غلط ہے قتل تو مجھ کو کرے مروان بے پایا

نہیں تنہا یہاں میں اے ولید اے عامل طیبہ
محافظ مرا فا اللہ خیر حافظ واللہ

مکان سے کہہ کے یہ تشریف باہر آپ لے آئے

مگر امکان رہنے کے مدینے میں نہ اب پائے

گئے ابن عمرؓ دربار میں ہی نہ ابن زبیرؓ اس جا

مدینے سے کیا عزم سفر فی الفور مکے کا

اس دن رات کو دونوں ہی وہ اک دم مدینے سے

روانہ ہو گئے مکے کو چھپ چھپ کر قرینے سے

مدینہ چھوڑ مکے کی جانب بے قرار آئے

خدا کے گھر میں محبوب خدا کے جانثار آئے

ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ تو مکے شریف روانہ ہو گئے ادھر امام عالی مقامؑ نے مکے جانے کا

ارادہ کیا کہ مکے میں مسلمان سے قتال جدال منع ہے۔ آپ نے سارا دن سفر کی تیاری میں

کاٹا۔ جس وقت شام کا وقت آیا تو آپ دربار رسول اللہؐ میں حاضر ہوئے۔

مزارِ مصطفیٰؐ پر شام ہوتے ہی امام آئے

اجازت کی غرض سے آخری کرنے سلام آئے

کہا رو کر سلام اے تاجدارِ عالم امکان

سلام اے سید عالم سلام اے سرورِ ذی شان

ذرا دیکھو تو چہرے سے اٹھا کر گوشہ داماں

حسینؑ ابن علیؑ پر تنگ ہیں طیبہ کی اب گلیاں

ذرا حجرے سے نکلو اے مکینِ گنبدِ خضرا

ذرا دیکھو تو اہلبیت پر ہیں سختیاں کیا کیا

یزیدی دور ہے اسلام ہے سرکار خطرے میں
نواسہ آپ کا اس وقت ہے دشمن کے زرعے میں

اسے ضد ہے حسینؑ اس کی اطاعت پر ہو آمادہ

مگر توہین مذہب کیوں روارکھے نبی (ﷺ) زادہ

یزیدِ فاسق و فاجر مخالف ہے شریعت کا

نہیں اس کو ہے کچھ احساس آقا دین و ملت کا

شہ عالم ہے بس کردار اُس کا جس قرینے کا

نہیں پوشیدہ تم سے حال کچھ بھی اس کمینے کا

حقیقت اس کی ہے جو بھی وہ سب ہے آپ پر روشن

ای شام ہے آقا مرے اسلام کا دشمن

میں قربان اے مجھے ناز و نعم سے پالنے والے

مصائب آنے والے دم زدن میں ٹالنے والے

دہائی آپ کی اے داد رس اپنے نواسوں کے

دہائی آپ کی اے آسرا بھوکے پیاسوں کے

مدد اے التجائیں سننے والے آلِ اطہر کی

مدد اے آرزو بر لانے والے ہر گداگر کی

حبیب کبریا مشکل کشا ساری خدائی کے

مرے دن آگئے ہیں آقا اب تم سے جدائی کے

مراقب ہو گئے یہ کہہ کے فرزندِ رسول اللہ

بشارت دی کہا آقا نے دلہندِ رسول اللہ

طلب کی تھی تمہارے جد سے جو خالق نے قربانی

ملے لختِ جگر آنکھوں کی ٹھنڈک اے مرے جانی

تمہیں پوری وہ قربانی اسمعیل کرنی ہے

بہا کر اپنا خون اُس کی تمہیں تکمیل کرنی ہے

تمہیں تو ہر گھڑی صبر و رضا سے کام لینا ہے
 تہہ شمشیر بھی رب جہاں کا نام لینا ہے
 نہ تم گھبرا کے بیٹا ظلم سے ہرگز گلہ کرنا
 مصیبت لاکھ آئے پیش تم شکرِ خدا کرنا
 رضا و صبر کی سرکار نے تلقین فرما کر
 کہا سجدے سے اے بیٹا تم اب اٹھاؤ سر
 امام دوسرا نے سن کے ارشادِ رسول اللہ
 اٹھایا سر کو سجدے سے زباں سے کہہ کے بسم اللہ
 نگاہِ یاس و حسرت سے در و دیوار کو دیکھا
 چشمِ اشک افشاں روضہ سرکار کو دیکھا
 کری یہ التجا رو رو کے کہ اے رحمتِ عالم
 تمہارے پاک قدموں سے ہوں جس دم دورنا تاہم
 ہماری بے کس درماندگی کی لاج رکھ لینا
 ہمیں نظروں میں اپنی صاحبِ معراج رکھ لینا
 کہیں پیدا نہ ہو جب تک ٹھکانہ بے ٹھکانوں کا
 نہ ہو پرساں کوئی جب تک ضعیفوں ناتوانوں کا
 بلانے والے بن کر دوست جب بن جائیں بیگانے
 گذر جائیں ستم اور ظلم کے جب حد سے افسانے
 ہمیں جب کربلا میں سامنا کرب و بلا کا ہو
 ہمیں جب تیر بیدارِ اجل کے پلکے تا کا ہو
 سپاہِ شام جب محصور کرے ہم غریبوں کو
 کہیں امن و امان حاصل نہ ہو جب غم نصیبوں کو
 ہوں خیمے جا کے اہل بیت کے جب نسب ریتی پر
 تصرف جب خزاں کا ہو بہارِ باغِ گیتی پر

نبی (ﷺ) زادے علیؑ زادے ہوں جب تلوار کی زد پر
یزیدی ہنتے ہوں جب کشتگانِ حق کے مشہد پر

عدو کے ہاتھ سے جب قتل ہو لشکرِ نواسوں کا
بیاباں میں لٹے جب قافلہ بھوکے پیاسوں کا

تمہاری آل پر سرکارِ جس دم بند ہو پانی
حسینؑ تشنہ لب پر ہوتی ہو جب تیر بارانی

ہو خاتونانِ اہلبیت جب پابندِ نامحرم
ہوں جب دشمن کے ہاتھوں پابجولاں عابد پر غم

پئے تسکین مرے سرکار تم اس وقت آ جانا
سکون و صبر کی تلقینِ عملگیوں کو فرمانا

گزارش کی لگا کر قبرِ نورانی کو سینے سے
تمہارا لاڈلا جاتا ہے اب آقا مدینے سے

مصیبت اس سے بڑھ کر اور ہو سکتی ہے کیا آقا
کہ میں ہوتا ہوں جیتے جی مدینے سے جدا آقا

سلام اے اپنے مظلوموں کے وارثِ رحمتِ عالم
سلام اے بے کسوں کے دل کی ڈھارسِ شافعِ اعظم

بس اب اے قبلہ دیں مجھ کو جانے کی اجازت دو
لبِ اطہر سے فرما دو حسین اب جاؤ رخصت ہو

ہائے وہ سماں کیسا غمناک سا ہوگا جب امامِ عالی مقام سبز گنبد کی نورانی جالیوں کو تھام کر
اپنے نانا جان سے رخصت طلب کر رہے ہوں گے۔ جدِ کریم (ﷺ) کے روضہٴ انور کی جدائی کا
غم حضرت امامِ عالی مقام کے دل پر مصیبت کے پہاڑ توڑ رہا ہوگا۔ اہلِ مدینہ کی مصیبت کا
اندازہ بھی عقل نہیں لگا سکتی۔ دیدارِ حبیب کے فدائی اس فرزند کی زیارت سے اپنے قلب
مجروح کو تسکین دیتے تھے۔ امامِ عالی مقام کا دیدار ان کے دل کا قرار تھا آنکھوں کو امامِ عالی
مقام کی نورانی صورت میں رحمتِ عالم نورِ مجسمِ رسولِ مکرم (ﷺ) کے جلوے نظر آتے تھے۔

آج عشاقانِ مصطفیٰ کے دلوں کا سہارا فاطمہؑ کی آنکھوں کا تارا خدا اور رسول ﷺ کا پیارا مدینے سے جدا ہو رہا ہے۔ الغرض امام عالی مقام پھر اپنی مادرِ مہربان کے مزارِ انور پر اشکبار حاضر ہوتے ہیں اور اس طرح عرض کرتے ہیں۔

شہِ کربل گئے پھر فاطمہ زہراؑ کے روضہ پر
لیٹ کر قبرِ مادر سے کہا شاہ نے یہ رو رو کر

مجھے خونِ جگر اپنا پلا کر پالنے والی

مرے سر پہ قبائے رحمتِ حق ڈالنے والی

محبت سے مجھے ناز و نعم سے تم نے پالا تھا

مرا ارمانِ دل مادر ہر اک تم نے نکالا تھا

اجازت لے کے نانا سے تمہارے پاس آیا ہوں

وداع کر دو مجھے تم یہ تمنا لایا ہوں

الغرض امام عالی مقام اپنی مشفقِ مادر کی قبرِ انور سے لیٹ کر زار و قطار رو رہے ہیں اور

قبر میں روحِ مادر کی حالت بیان سے باہر ہیں۔

جو زبانِ حال سے گویا ہوئی

ترے غم میں دل تڑپتا ہے میرا

کس طرح سینے سے چمٹا لوں تجھے

حکمِ رب پر دل میں اپنے صبر کر

روحِ مادرِ قبر میں بے چین تھی

گویا یہ مرقد سے پھر آئی ندا

لعلِ مرے کیسے میں دیکھوں تجھے

اے مرے لختِ جگر نورِ نظر

پھر امام عالی مقام بھائی کے مزارِ پاک پر تشریف لے گئے اور رو رو کر بھائی سے

رخصت طلب کرنے لگے۔ مدینہ میں کہرام برپا ہے ہر چھوٹا بڑا حسینؑ کے غم میں اشکبار ہے۔

پھر محبِ محبوبِ رب کا دل بے قرار ہے۔

غرض ہر اک صحابی کے مزارِ پاک پر جا کر

ہوئے رخصت شہِ کربل ہر اک مرقد سے رو رو کر

نگاہیں سبز گنبد کی طرف مُردِ مُرد کے جاتی تھیں

مدینے کی فضا میں قلب و جاں تڑپائے جاتی تھیں

مدینے سے شہہ کونین کا نورِ نظر نکلا
وطن سے بے وطن ہو کر وطن کا تاجور نکلا

امام عالی مقام مدینے سے مکے کی طرف سفر کرتے ہیں۔ گنبدِ سرکار کو مڑ مڑ دیکھتے جاتے ہیں۔ آنکھیں اشکِ غم سے پر نم ہیں۔ نظر کے سامنے سنہری جالیوں کا منظر رقص کر رہا ہے۔ قلب و جاں بیقرار ہو رہے ہیں۔ مدینے سے خورد و کلاں امام کی مفارقت میں زار و قطار رو رہے ہیں۔ اپنی جانیں کھور رہے ہیں۔ آنسوؤں سے داغِ غمِ فرقت کو دھور رہے ہیں۔ ادھر امام عالی مقام مدینے کی حد سے نکل کر مکے شریف کی حد میں داخل ہوئے۔ مکے والوں کو عید جیسی خوشی ہے۔ ادھر جب یہ خبر یزید پلید کو پہنچی ہے تو ولید ابن عتبہ کو معزول کر کے ان کی جگہ دوسرا عامل مقرر کر دیتا ہے کیونکہ انہوں نے امام عالی مقام کے مدینے سے تشریف لے جانے میں کوئی کسی قسم کی مداخلت نہیں کی تھی۔ ولید اگرچہ یزید کے چچا زاد بھائی تھے مگر یزید کے کردار سے سخت نالاں تھے۔ دل میں اہلبیت کی عظمت رکھتے تھے۔ ادھر یزید مردود ہر وقت اس فکر میں لگا ہوا تھا کہ راہ میں جو امام کا وجود حائل ہے اسے کسی طرح ہٹا دیا جائے۔

مرقعہ شہادت

خبر ان واقعاتِ خاص کی جب پہنچی کوفے میں
ہوا معلوم جب شاہِ شہیداں بھی ہیں مکے میں

سلیمان کے مکاں پر مجلسِ شوریٰ ہوئی قائم
مجانِ علیؑ نے بے خیالِ لَوْمَةُ لَائِمِ

کیا یہ فیصلہ خط لکھیں ہم سبطِ پیمبر کو
بلائیں کوفے میں بہر امامت ابنِ حیدر کو

حبیب ابنِ مظاہر رفاعہ اور میتب نے
مرتب خط کیے شیعوں کے ہر طبقے کی جانب سے

لکھا خط میں کہ ہم بیزار ہیں شامی حکومت سے
ہمیں سوئے ظنِ نعمان کی طرزِ سیاست سے

ہیں شیدائی علیؑ ابن ابی طالب کے ہم شیعہ
ہمارا سخت دشمن یزید ابن معاویہ

بجز سرکار کے ہم غیر کی بیعت سے قاصر ہیں
حضور آئیں تو جان و دل سے ہم لوگ حاضر ہیں

امام دوسرا کوفے میں گر تشریف لے آئیں
تو ہم نعمان سے کہہ دیں یہاں سے وہ چلے جائیں

مرتب ہو گیا مضمونِ فصا جب صورتِ محضر
گئے دو معتمد قاصد سوائے مکہ اسے لے کر

ابھی دو دن نہ گزرے تھے کہ لوگوں میں جوش آیا
لکھا پھر دوسرا خط پھر رواں قاصد کو فرمایا

خطوں پر خط چلے آتے تھے خدمت میں شہہ دیں کی
رقم ہوتے تھے سب الفاظ عظمت میں شہہ دیں کی



باب نمبر 3

کوفے والوں کا اصلی خط

اَلِیْ حُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ مِنْ شِیْعَةِ اَبِیْهِ عَلِیٍّ الْاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ سَلَامٌ عَلَیْكَ اَمَّا
بَعْدُ فَاِنَّ نَاسًا فَنَتَظَرُّوْنَكَ وَلَا اَرٰی لَهُمْ فِیْ غَدْرِكَ الْعَجَلَ یَا اِبْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ
الْعَجَلَ۔

ترجمہ: ”یہ خط حسین ابن علی کے نام اور ان کے والد حضرت علی کے تمام شیعوں کی طرف سے لکھا گیا ہے۔ آپ پر سلامتی ہو ہم سب آپ کے بے حد منتظر ہیں اور آپ کے سوا کسی کے متعلق خلافت کی مطلق کوئی رائے نہیں رکھتے۔ اے فرزند رسول اللہ آپ جلدی آئیں۔ جلدی کیجیے۔“

اہل بصرہ کے تخیلات

ادھر بصرے میں جتنے شیعہ تھے انہوں نے ماریہ کے مکان پر مجلس شوریٰ قائم کی اس میں ہر ذی فہم نے یہی رائے قائم کی کہ امام عالی مقام کو جس طرح ہو بصرے میں بلایا جائے اور امام عالی مقام کے دست اقدس پر بیعت کی جائے۔ بعض نے خط بھی تحریر کیے۔ ان میں یزید ابن نبیط ایک باہمت صاحب دل تھا۔ اس نے کہا کہ خط لکھنے کی بجائے ہم خود امام عالی مقام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر امام عالی مقام علیہ السلام کو بصرے لے آئیں۔ یہ رائے سب کو پسند آئی اور مجبان علی نے انہی کو یعنی یزید ابن نبیط کو اس کارِ عظیم کو انجام دینے کے لیے مقرر فرمایا۔ یزید ابن نبیط نے اس کو دل و جان سے منظور کیا اور اپنے دونوں بیٹوں عبید اللہ اور عبداللہ کو بھی اپنے ساتھ لے لیا اور عازم مکہ ہوئے اور چند روز میں مکہ شریف میں پہنچ گئے اور امام عالی مقام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام بصرے والوں کی عقیدت مندی سے امام عالی مقام کو آگاہ کیا اور نہایت ادب کے ساتھ عرض کی کہ سرکار بصرے تشریف لے چلیں اور بصرے والوں کو یزید شام کی گمراہ کن بیعت سے نجات

دلائیں۔ بصرے والے سب سرکار کے منتظر ہیں اور مشتاق بیعت ہیں۔ ادھر کوفے والوں نے تقریباً ڈیڑھ سو خط امام عالی مقام کی خدمت میں روانہ کیے اور امام دوسرا نے کوفے جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ مگر وہاں جانے سے پہلے امام عالی مقام نے تمام صحابہ کو جمع کیا اور کوفے جانے کے بارے میں ان سے مشورہ کیا۔ تمام صحابہ نے یہی مشورہ دیا کہ سرکار آپ کوفے جانے کا ارادہ ترک کر دیں۔ کوفے جانے کا حضور نام بھی نہ لیں۔ کوفیوں کی بے وفائی آپ دیکھ چکے ہیں جو آپ کے برادرِ معظم کے ساتھ کی ہے۔ اگر حضور کو مکے شریف ہجرت ہی کرنی ہے تو بجائے کوفے کے حضور بصرے تشریف لے جائیں مگر کوفے جانے کا خیال بالکل دل سے نکال دیں۔ مگر مشیتِ خداوندی یہی تھی کہ امام دوسرا کوفے تشریف لے جائیں۔ الغرض یہ بات قرار پائی کہ پہلے کوفے اپنا کوئی نمائندہ روانہ کریں تاکہ کوفے والوں کے حالات کا جائزہ لے کر تمام حالات سے امام دوسرا کو آگاہ کر دیا جائے بعد غور کرنے کے حضرت امام مسلم بن عقیل کو آپ نے مقرر فرمایا۔ اور حضرت مسلم نے کوفے جانے کی تیاری شروع کر دی تاکہ کوفے جا کر صحیح حالات کا اندازہ کیا جاسکے۔ امام مسلم نے اپنے دونوں فرزندوں کو ساتھ لے جانے کے لیے تیار کیا۔ امام مسلم کو اپنے دونوں فرزند بے حد عزیز تھے یعنی محمد اور ابراہیم۔ امام عالی مقام نے کوفے والوں کو خط لکھا کہ ہم پہلے اپنے چچا زاد بھائی مسلم کو تمہارے پاس روانہ کر رہے ہیں۔ تمہارے لیے یہ لازم ہے کہ ہماری بیعت مسلم کے ہاتھ پر کر لو اور مسلم کو مرا جانشین تصور کرو۔ الغرض مسلم کوفے کو چل دیئے۔

نمائندہ بنے مسلم امامِ پاک طینت کے
چلے مکے سے کوفے جامِ پینے کو شہادت کے

جب داخل ہوئے کوفے میں گھر گھر ایک شادی تھی
کیم تاریخ تھی ذی الحجہ کی سن ساٹھ ہجری تھی

کیا اظہارِ اربابِ عقیدت نے مسرت کا
ہوا سامان گھر گھر خیر سے مسلم کی دعوت کا

بکثرت نزدِ مسلم لوگ آئے شادماں ہو کر
امامِ دوسرا کو خط سنائے ترجمان ہو کر

ترقی رات دن ہونے لگی اہل عقیدت کی
ہزاروں کوفیوں نے حضرت مسلم سے بیعت کی
لکھے حالات سب مسلم نے فرزندِ پیمبر کو
بلایا جانب کوفہ بہت جلد ابنِ حیدر کو

خلاصہ واقعی حالات کا تحریر فرمایا
نتیجہ اپنی تحقیقات کا تحریر فرمایا

الغرض امام مسلم رضی اللہ عنہ نے کوفے پہنچ کر مختار بن عبید اللہ کے مکان پر قیام فرمایا۔ لوگ
جوق در جوق آنا شروع ہوئے اور دو تین روز کے اندر مسلم کے ہاتھ پر بارہ ہزار کوفیوں نے
بیعت کی اور بڑی ہی عقیدت مندی کا اظہار فرمایا۔ حضرت مسلم نے امام عالی مقام کی
خدمت میں تمام حالات لکھے اور امام دوسرا کو بہت جلد کوفے آنے کو تحریر فرمایا اور لکھا کہ
کوفے والے آپ پر مال و جان قربان کرنے کو دل سے تیار ہیں۔ اس وقت کوفے کے گورنر
نعمان بن بشیر تھے جو کہ حضور کے صحابی بھی تھے۔ کوفے میں جو لوگ یزید کے غلام تھے اور
دنیا کے کتے تھے انہوں نے نعمان بن بشیر سے کہا کہ مسلم کی بیعت سے لوگوں کو روکو مگر نعمان
بن بشیر نے بالکل مداخلت نہ کی۔ جس کی بنا پر یزید کے خوشامدیوں نے یزید کو اطلاع دی۔
یزید نے نعمان بن بشیر کو معزول کر کے عبداللہ ابن زیاد کو کوفے کا گورنر بنا کر بھیج دیا کیونکہ
عبداللہ ابن زیاد بڑا ظالم و جابر اور بڑا مکار اور عیار تھا اُس نے پہلی عیاری تو یہ کی کہ کوفے
میں حجاج کا لباس پہن کر داخل ہوا۔ دوسری عیاری یہ کی کہ اپنے منہ پر نقاب ڈال لیا کیونکہ
وہ جانتا تھا کہ اگر کوفے اپنی اصلی حالت میں داخل ہوا تو کوفے والے مجھے فوراً مار ڈالیں
گے۔ تیسری عیاری اُس نے یہ کہ کی کوفے کے بڑے بڑے تمام سرداروں کو گرفتار کرا کر
دارالامارت میں نظر بند کر دیا اور اعلان کرایا کہ جو مسلم کے ہاتھ پر بیعت کرے گا اُسے قتل کر
دیا جائے گا جب امام مسلم رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان سنا تو حالات کو مد نظر رکھ کر میدان میں آ کر نعرہ
بلند کیا۔

نظصدائے نعرۂ تکبیر سے لشکر اُمنڈ آیا
نظر آتا تھا ہر سو تیغ اور تلوار کا سایا

کسی ذی حوصلہ کو مینے کی افسری بخشی
کسی کو میسرے کی مرحمت فرمائی سالاری

یہ لشکرِ یاعلیٰ کہہ کر بڑھا دارالامارت میں
عبید اللہ جا کر چھپ گیا قصرِ حکومت میں
کیا محصور چاروں سمت سے دارالامارت کو
ابھارا جنگ پر ابن زیاد پست ہمت کو

ہر اک للکارتا تھا ابنِ مرجانا نکل باہر
اڑادیں گے ابھی اک وار میں گردن سے تراسر
تھے آثارِ بغاوت ہر در و دیوار سے پیدا
صدائے جنگ تھی تلوار کی جھنکار سے پیدا

گیا چاروں طرف کچھ اس دارالامارت کو
کہا مسلم سے لڑنے کی ہمیں آقا اجازت ہو
عبد اللہ کی چوتھی عیاری یہ کہ جو کونے کے بڑے بڑے چودھری گرفتار تھے۔ اُن سے کہا
کہ اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو دارالامارت کی سیل پر چڑھ کر حکومت کے جو لوگ مخالف
ہیں انہیں ڈراؤ اور مسلم کا ساتھ چھوڑنے پر مجبور کرو ورنہ تمہاری تمام جائیداد ضبط کر لی جائے
گی اور تمہاری گردن ماردی جائے گی اور تمہارے اہل و عیال کو بھی سخت عذاب کے ساتھ قتل
کیا جائے گا اور تمہارے مکانات کو آگ لگا دی جائے گی۔ جلاد ابن زیاد کی مکاری و عیاری
چل گئی اور جو لوگ گرفتار تھے وہ حکم کی تعمیل کرنے کو تیار ہو گئے۔

عبد اللہ کی آخر کار اُن لوگوں پہ مکاری
گھٹا کی مثل چھائی اُن پہ اُس ظلم کی عیاری
چڑھے وہ لوگ سب دارالامارت کی فصیلوں پر
اثر دنیا کا لالچ کر گیا اُن سب ذلیلوں پر

عبد اللہ کے احکام کی تعمیل سب نے کی
نہ اک پل کی بھی پھر اسلام میں تجلیل سب نے کی

کہا جو دور ہو جائے گا مسلم کی اطاعت سے
وہ منہ مانگا ہر اک انعام پائے گا حکومت سے

کرے گا جو اطاعت آج احکام حکومت کی
اُسے جاگیر دی جائے گی بیش از قیمت کی

جلاد ابن زیاد نے شہر کے قاضی کو بھی بلایا اور اُس سے کہا کہ اس بغاوت کو روکنے میں
ہماری مدد کر۔ قاضی بہت ذی علم تھا اس نے بھی دارالابارت کی سبیل پر چڑھ کر بڑی پر اثر
تقریر فرمائی اور لوگوں کو جنگ کی تباہ کاریوں سے ڈرایا قتل و غارت کے خطرناک نتائج سے
اُس مشتعل ہجوم کو آگاہ کیا۔

وہ کوئی حضرت مسلم کے جواب تک فدائی تھے
جو اب تک صبح سے آمادہ جنگ آزمائی تھے

اشارے پر ہی مسلم کے جو تھے تیار مرنے کو
سر میدان جو تھے موجود قرباں جان کرنے کو

کیا جو عہد مسلم سے تھا وہ سب توڑ کر بھاگے
وہ سب میدان میں مسلم کو اکیلا چھوڑ کر بھاگے

شکستہ عہد کر کے ہو گئے روپوش میدان سے
ہوئے محروم کوئی اپنے ہاتھوں نورِ ایماں سے

غلط سب دعویٰ اہلِ وفا معلوم ہوتے تھے
مسلمان دشمن آلِ عبا معلوم ہوتے تھے

امام مسلم کے اوپر جو جانیں قربان کرنے کا دعویٰ کرتے تھے وہ سب آہستہ آہستہ مسلم کا
ساتھ چھوڑ کر جانے لگے اسی اثنا میں مغرب کا وقت قریب آ گیا۔ حضرت مسلم جب مسجد میں
تشریف لے گئے تو صرف آپ کے ہمراہ پانچ سوشیعہ تھے اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو خود
کو تنہا پایا۔ امام عالی مقام کو جو خط اُن کے بلانے کو لکھے تھے اُن کا بھیانک منظر نظر کے سامنے
گردش کرنے لگا۔ دل پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اپنی تنہائی اور کوفیوں کی بے وفائی نے آپ کو
بے حد پریشان بنا دیا۔ اپنی اُن تحریروں پر شرمندہ ہو رہے تھے جو کہ آپ نے امام عالی مقام کو

کوفے بلانے کے بارے میں تحریر فرمائی تھیں۔ سبط پیغمبر کا غم آپ کو نڈھال کر رہا تھا اور آپ یہ کہہ کر کہ کون امام کو یہاں آنے سے روکے آنکھوں سے آنسو بہا رہے تھے۔ غم کے تیر آپ کے دل کو پارا پارا کر رہے تھے کہ آپ کو پیاس محسوس ہوئی آپ نے ایک گھر پر جا کر پانی مانگا۔

یہ گھر طوعہ کا تھا جو تھی بنی کندہ کی اک عورت

شریف و نیک سیرت باہمیت صاحبِ عزت

یہ ایک گھر سے یہ خاتونِ باعزت نکل آئی

جو دیکھا سامنے مسلم کو پوچھا کون ہو بھائی

پلایا پانی بھر کے جام طوعہ نے محبت سے

پتہ پوچھا نسب پوچھا بڑے ہی پیار و شفقت سے

تمہارا نام کیا ہے گھر کہاں ہے کیوں پریشاں ہو

یہیں کی ہے سکونت یا کسی کے گھر میں مہماں ہو

کہا مسلم نے مسلم ہوں ابوطالب کا پوتا ہوں

تو جن کا کلمہ پڑھتی ہے میں اُن کا ہی نواسہ ہوں

محمد کا نواسہ ہوں علی کے بھائی کا بیٹا

میں زہرا کا بھتیجا ہوں مگر تقدیر کا بیٹا

بلا کر مجھ کو کوفے میں دعا دی اہل کوفہ نے

محبت خاک میں ساری ملا دی اہل کوفہ نے

مجانِ علیؑ کا دم یہ سارے بھرنے والے ہیں

فقط دعویٰ محبت کا زباں سے کرنے والے ہیں

بظاہر تو نبی کی آل کے بنتے ہیں شیدائی

مگر دل میں کدورت ان کے میں نے سرسراپائی

ہوا طوعہ کو جب معلوم یہ ہیں حضرتِ مسلم

ہوئی غمگین دیکھی غور سے پھر صورتِ مسلم

محمد ابن اشعث کو کیا سالار لشکر کا
 یہ دستہ فوج کا گنتی میں تھا دو سو تہتر کا
 بڑھے خنجر بکف تیغ آزمائی کے لیے دشمن
 چلے تیر و سناں لے کر لڑائی کے لیے دشمن
 یہ لشکر گھر پہ طوعہ کے یکا یک آ گیا چڑھ کر
 سنا مسلم نے جب غوغا اٹھایا ہاتھ میں خنجر
 مکان طوعہ سے نکلے کہی تکبیر مسلم نے
 رضائے حق کی خاطر کھینچ لی شمشیر مسلم نے
 مثال شیر جھپٹے کوفیوں پر حضرت مسلم
 روانہ کر دیئے دوزخ کو اک پل میں کئی ظالم
 سرمیداں عجب جوشِ جہادِ مردِ میداں تھا
 جلالِ ہاشمی زورِ یدِ اللہی نمایاں تھا
 بڑھا خنجر بکف جب برادرِ زادہ حیدر
 مقابل چند ساعت بھی نہ ٹھہری فوج غارت گر
 ہزیمت خوردہ کوئی گھس گئے اندر مکانوں کے
 کیے اُن بزدلوں نے کام چھپ چھپ کر زنانوں کے
 چھتوں پہ چڑھ کے فوراً سنگ باری تیر باری کی
 نکالی یہ نئی تدبیر جنگِ اضطراری کی
 مسلسل زخم کھا کر دل کو جب رنج و قلق پہنچا
 تڑپ کر جست کی چھت پر زمیں سے شیرِ حق پہنچا
 سناں و تیغ سے ٹکڑے اڑائے نامرادوں کے
 دکھایا جوشِ حق چھلکے چھڑائے بدنہادوں کے

پاس تشریف لے جائیں۔ ممکن ہے کوئی صورت امن کی نکل آئے اور ناحق مسلمانوں کا قتل و غارت نہ ہو۔ امام مسلم نے کہا کہ مجھے عبید اللہ کے پاس لے جانا بے کار ہے کیونکہ فاطمی شیر کبھی باطل کے سامنے نہ جھکے گا یہ کہہ کر آپ رونے لگے۔ ابن اشعت نے رونے کا سبب پوچھا۔

نہیں کچھ ابن اشعت کہا سرکار اندیشہ
گرے گا کیا بھلا ابن زیاد معصیت پیشہ

جواں مردوں کو ہوتی کہاں ہتھیار کی حاجت

بنی ہاشم کے شیروں کو نہیں تلوار کی حاجت

جواب ابن اشعت پر ہوئی مسلم کو حیرانی

رواں ہونے لگا چشمِ عتاب آنکھوں سے پانی

محمد ابن اشعت پر ہوئی مسلم کو حیرانی

وراں ہونے لگا چشمِ عتاب آنکھوں سے پانی

محمد ابن اشعت نے کہا مسلم سے یہ ہنس کر

کہ رونے کا سبب کیا ہے برادر زادہ حیدرؓ

کہا مسلم نے میں روتا نہیں روتا تو اس کا ہے

کہ ابن مرتضیٰؓ کو میں نے خط لکھ کر بلایا ہے

چلا دنیا سے میں کعبے سے اب وہ چلنے والے ہیں

یہ رونا ہے کہ احکامِ قضا کب ٹلنے والے ہیں

مجھے آتا ہے رونا اُس قیامت خیز منظر پر

مصیبت آئے گی مری بدولت آلِ اطہر پر

مرے باعثِ علیؑ کے لعل پر ظلم و ستم ہوگا

بتا اب اُس سے بڑھ کر اور بھی کیا کوئی غم ہوگا

الغرض ابن اشعت مسلم سے عیاری اور مکاری کی باتیں بناتا دارالامارت کی طرف چلا

اور نہایت ہمدردانہ لہجہ میں امام مسلم سے کہنے لگا کہ امام عالی مقام کا غم نہ کریں ہم انہیں خط

لکھیں گے اور انہیں یہاں ہرگز نہ آنے دیں گے۔ اس طرح مسلم کو کوئی باتوں میں لگا کر

دارالامارت تک لے آئے۔ ابن اشعث نے جنگ کی تمام روداد عامل کے سامنے بیان کر دی اور کہا کہ مسلم کو ہم اپنے ہمراہ لے کر آئے ہیں ابن زیاد نے کہا کہ تم کو تو یہ حکم تھا کہ مسلم کو گرفتار کر کے لانا مگر تم نے اس کے خلاف حکومت کے باغی کو اماں کے ساتھ لائے ہو تم بھی سزا کے مستحق ہو۔ اچھا اسی میں ہے کہ ابھی پابجولا کر کے دربار میں حاضر کرو۔

سر اجلاس مسلم کو سپاہی جا کے لے آئے
نظر ملتے ہی کچھ وعدہ شکن بدعہد شرمائے

بالآخر آپ دربار عبید اللہ میں پہنچے
شہادت کی تمنا تھی شہادت گاہ میں پہنچے

سلام اصلانہ مسلم نے کیا مغرور عامل کو
نہ سمجھا آپ نے مسلم مسلمانوں کے قاتل کو

جلالت روئے مسلم سے علی الاعلان ظاہر تھی
سکون و صبر و تسلیم و رضا کی شان ظاہر تھی

امام مسلمؓ کے مبارک چہرہ پر ہاشمی جلال

امام مسلمؓ حالانکہ پابجولاں تھے مگر آپ کے استقلال میں ذرہ بھر فرق نہ آیا تھا اور چہرہ پر نور سے ہاشمی جلال کے جلوے نمایاں ہو رہے تھے۔ جس وقت آپ دربار میں پہنچے اور ابن اشعث سے آپ کی نظر میں ملی اور آپ نے ابن اشعث سے کہا کہ تم نے میرے ساتھ جو بدسلوکی کی ہے اور قسم کھا کر عہد کو توڑا ہے خدا کو روزِ محشر کیا منہ دکھاؤ گے شافعِ عشر کی شفاعت کیسے تمہیں نصیب ہوگی امام کی یہ باتیں سن کر ابن اشعث چند لمحہ کے لیے شرمندہ ہوا اور آپ کو کچھ جواب نہ دے سکا ادھر عبید اللہ ابن زیاد نے دیکھا کہ مسلم نے سلام بھی نہیں کیا تو نہایت غضبناک ہو کر کہنے لگا۔

عبید اللہ بولا تم کو میں اب قتل کر دوں گا
کہا مسلمؓ نے میں راہِ خدا میں اپنا سر دوں گا

کہا عامل نے اب ہو جائے مرنے کو آمادہ

کہا مسلم نے مدت سے شہادت کا ہوں دلدادہ

عبید اللہ بولا تم بغاوت کے ہوئے بانی

کہا مسلم نے ہے یہ افترا اے دشمن جانی

عبید اللہ بولا تم مخالف ہو حکومت کے

کہا مسلم نے ہم تابع ہیں اسلامی شریعت کے

کہا مغرور نے تم ہو یزید شام کے دشمن

کہا مسلم نے ہیں ہم دشمن اسلام کے دشمن

کہا عامل نے کچھ پرواہ نہ کی تم نے حکومت کی

کہا مسلم نے کی توہین تم نے دین و ملت کی

کہا عامل نے تم نے بادہ نوشی کی مدینے میں

کہا مسلم نے ہے نارِ جہنم ترے سینے میں

مجھ سے نوشی کہتا ہے کمینہ فاسق و فاجر

تھا کل تک خاندان ترا سُراب و خمر کا تاجر

ہمیں دیتا ہے الزامِ بغاوت اے ستم پیشہ

ہمیں تجھ سے نہ ترے جور سے کچھ ہے نہ اندیشہ

ہمیں دھوکے سے نوکر نے لیا ترے حراست میں

دغا بازی بھری ہے تمہاری ہر سیاست میں

تمہاری سلطنت میں خونِ مسلم کی ہے ارزانی

ہیں تم میں قیصر و کسریٰ کے اندازِ ستم رانی

یہ سن کر جل گیا عامل اٹھایا ہاتھ میں خنجر

کہا جلاد سے فوراً کرے مسلم کو قتل آ کر

سناں بر دوش تصویرِ ہلاکت سامنے آئی

شہادت لے کے پیغامِ شہادت سامنے آئی

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں فرزندوں یعنی محمد اور ابراہیم کو شہر قاضی کے یہاں پہنچا دیا تھا۔ ادھر جب امام مسلم کے سامنے جلا دتلوار کھینچ کر آ گیا تو آپ نے عامل کوفے سے کہا کہ اگر تو اجازت دے تو میں عمر بن سعد کو کچھ وصیت کر دوں۔ عامل نے اجازت دے دی اور کہا کہ مسلم جو وصیت کرے اسے غور سے سنو۔

عمرو سے حضرت مسلم نے یہ زور رو کے فرمایا
حسین ابن علی کو میں نے ہے خط لکھ کے بلوایا

انہیں تم کوفیوں کی بے وفائی کی خبر کرنا
نہیں ہرگز مناسب ان کو کوفے کا سفر کرنا

خبر دینا انہیں بہر خدا میری شہادت کی
مفصل کیفیت لکھنا عبید اللہ کی نیت کی

اجازت دے اگر حاکم تو مری نعش کو لے کر
شریعت کے مطابق دفن کرنا قبر کے اندر

ہیں مجھ پر قرض اک اہل شرف کے سات سو درہم
ادا کرنا اُسے مری طرف ہے اے میرے ہدم

ہیں دشمن سے مخاطب پاک طینت ایسے ہوتے ہیں
عدو سے صاف ہیں معصوم فطرت ایسے ہوتے ہیں

رَضِينَا بِالْقَضَا

جب امام مسلم عمرو بن سعد کو جو وصیت کرنی تھی کر چکے تو عامل کی طرف متوجہ ہوئے اور زبان پاک سے یہ الفاظ ادا کیے۔ رَضِينَا بِالْقَضَا یعنی میں راضی ہوں اللہ کی مقرر کی ہوئی قضا پر۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ابن زیاد نے پہلے ہی سے کیواڑوں کی آڑ میں دو تلواریں والے کہڑے کر دیئے تھے۔ جب امام مسلم دروازے کے اندر داخل ہوئے تو آپ کو شہید کر دیا مگر یہ روایت ضعیف ہے اتفاق اور اجماع اسی پر ہے جب مسلم عمرو بن سعد سے وصیت کر چکے تو ابن زیاد نے جلا د کو حکم دیا کہ مسلم کو قتل کر دے۔

صدائے قتل گونجی ہر طرف ایوانِ شاہی میں
 ہوئے مصروف مسلم شغلِ تسبیح الہی میں
 سر مسلم پہ قاتل نے ادھر تلوار کو چھوڑا
 ادھر دست قضا نے رشتہٴ روح کو توڑا
 طوافِ کعبے تک حد ہے خدائی امیدوں کی
 طوافِ عرشِ اعظم کرتی ہے روہیں شہیدوں کی

شہادتِ فرزندِ مسلم

جب حضرت امام مسلمؒ کو دنیا کے کتے کوفیوں نے شہید کر دیا تو اُن ظالموں کو چین نہ
 آیا۔ جلاد ابن زیاد نے جب یہ سنا کہ مسلم کے دو فرزند بھی کوفے میں موجود ہیں جو کہ مسلم
 کے ساتھ کوفے آئے تھے۔ ابن زیاد نے تمام شہر میں اعلان کرایا کہ جو مسلم کے دونوں
 فرزندوں کو گرفتار کر کے دربار میں پیش کرے گا اس کو بہت انعام دیا جائے گا اور جو اُن
 دونوں کو اپنے گھر میں چھپائے گا اس کو سخت عذاب کے ساتھ قتل کیا جائے گا اور اس کے گھر
 کو برباد کیا جائے گا۔ اس وقت دونوں بچے قاضی شہر کے گھر تھے۔ قاضی نے دونوں بچوں کو
 اپنے پاس بلایا اور زار و قطار رونے لگا۔ بچوں نے پوچھا قاضی صاحب آج اس طرح رونے
 کا کیا سبب ہے۔ کیا ہم دونوں یتیم ہو گئے ہیں۔ قاضی صاحب نے جبراً رونا روک کر کہا کہ
 اے بچو! اللہ تعالیٰ تم کو صبر عطا فرمائے۔ واقعی تم یتیم ہو گئے ہو۔ بچوں نے یہ سنا تو دونوں
 رونے لگے۔ **وَابْتَاہُ وَغَرَّبَنَاہُ** کے نعرے لگانے لگے۔

قتل کی والد کے سنتے ہی خبر	چیخ کر رونے لگے دونوں پر
روتے روتے ہو گئے دونوں ٹڈھال	ہچکیاں لے لے کے کی یوں قیل وقال
ظالموں میں ہائے ہم کو چھوڑ کر	چل دیئے جنت کو تم تو اے پدر
کون اٹھائے گا ہمارے ناز اب	باپ کہہ کر کس کو دیں آواز اب
کون سینے سے لگائے گا ہمیں	کون شفقت سے بلائے گا ہمیں

اس طرح دونوں کو روتا دیکھ کر
دل ہوا قاضی کا بھی زیر و زبر

القصد قاضی نے دونوں کو صبر کی تلقین کی اور کہا کہ حکومت نے تمہاری گرفتاری کا اعلان کر دیا ہے۔ لہذا تم خاموش رہو اور صبر سے کام لو کیونکہ ابن زیاد کے سپاہی تمہاری تلاش میں ہیں اور میں چاہتا ہوں تمہیں کسی کے ذریعے مدینہ منورہ روانہ کر دوں۔ بچے یہ بات سن کر ابن زیاد کے خوف سے چپ ہو گئے۔ قاضی صاحب نے اپنے لڑکے اسد سے کہا کہ آج دروازہ عراقین سے ایک قافلہ مدینہ شریف کو جا رہا ہے تو ان بچوں کو کسی نیک آدمی کے پاس پہنچا کر اس کے سپرد کر آنا کہ وہ انہیں مدینہ پہنچا دے۔ اسد جب ان دونوں بچوں کو لے کر دروازہ عراقین پہنچا تو قافلہ کوچ کر چکا تھا۔ صرف منزل پہ گردوغبار اڑتا نظر آ رہا تھا۔ اسد نے دونوں بچوں سے کہا کہ دیکھو سامنے وہ قافلہ جا رہا ہے اس میں جا کر مل جاؤ۔ دونوں بچے یہ سن کر قافلے کی طرف دوڑے۔ مگر قافلہ دور نکل چکا تھا یہ قافلے تک نہ پہنچے۔ اسد گھر کو واپس آ چکا تھا۔ اندھیری رات تھی بچے راہ بھول گئے۔ رات بھر ادھر ادھر پھرتے رہے۔ صبح ہونے لگی تو ایک چشمہ نظر آیا۔ دونوں تھکے ہوئے تھے پیاس بھی لگ رہی تھی۔ پانی پی کر چشمے پر بیٹھ گئے۔ اتفاقاً ایک لونڈی چشمے پر پانی بھرنے کے لیے آئی اور ان دونوں بچوں کو حیران پریشان دیکھ کر کہنے لگی کہ تم کس کے بچے ہو۔ دونوں بچوں نے کہا کہ ہم یتیم ہیں ہمارے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا ہے۔ ابن زیاد نے ہمارے باپ مسلم کو شہید کرا کے ہمیں یتیم بنا دیا ہے۔ جب لونڈی کو یہ معلوم ہوا کہ یہ دونوں مسلم کے نور نظر ہیں۔ گلشن ہاشمی کے شرمصطفیٰ کے لخت جگر ہیں۔ دل تھام کر رونے لگی اور کہا کہ مری مالکہ اہلبیت کی فدائی ہے تم میرے ساتھ چلو تمہیں دیکھ کر مری مخدومہ بہت خوش ہوگی۔ دونوں بچے لونڈی کے ساتھ ہو لیے جب گھر پہنچے اور گھر کی مالکہ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ مسلم کے فرزند ہیں۔ فاطمہ کے دلہند ہیں۔ دوڑ کر دونوں کو سینے سے لگا لیا اور ان کے حال زار پر رونے لگی۔ پھر کھلا پلا کر ایک کمرے میں سلا دیا۔ ادھر عورت تو اتنی نیک اور خدا ترس تھی ادھر اس کا خاوند حارث نامی اتنا ہی بد بخت اور ظالم اہلبیت کا جانی دشمن تھا۔ وہ دن بھر ان دونوں بچوں کو تلاش کرتا پھرتا تھا کہ مل جائیں تو انہیں قتل کر کے ان کے سر ابن زیاد کے دربار میں لے جائے اور انعام حاصل کرے۔ جب

شام ہو گئی اور رات تاریک ہو گئی۔ حارث گھر آیا اور کھانا کھا کر سو گیا۔ دن بھر کا تھکا ہوا تھا۔ فوراً نیند آ گئی۔ رات کے قریباً تین بجے دونوں بچے اچانک رونے لگتے ہیں اور ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ بھائی میں نے ابھی ابھی خواب میں اپنے نانا محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیکھا جو کہ ہمارے والد سے کہہ رہے تھے کہ تم تو چلے آئے اور مرے دونوں بچوں کو ظالموں کے پھندے میں چھوڑ آئے۔ یہ سن کر ہمارے والد نے عرض کیا کہ سرکار دونوں کل آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ دونوں یہ خواب آپس میں بیان کر کے رو رہے تھے۔ جب بچوں کے رونے کی آواز زور زور سے آنے لگی تو حارث کی آنکھ کھل گئی اور اس نے کمرے سے کان لگا کر سنا تو اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ کمرے کے اندر کس کے بچے رو رہے ہیں۔ بیوی نے جواب دیا دو بچے اپنے گھر کا پتہ بھول گئے تھے یہاں آ گئے۔ میں نے خدا کا ترس کھا کر کھانا کھلا کر کمرے میں سلا دیا۔ گھر کی یاد میں رو رہے ہیں۔ حارث نے کہا یہ مسلم کے فرزند ہیں۔ بیوی نے کہا ہاں۔

آیا حارث تو کہا تمہی ہو مسلم کے پر
کل تمہی نے مجھے حیران کیا تھا چار پہر

خیر کل کے عوض آج لوں گا جی بھر

پھینک دی ہاتھ سے شمع ادھر تیغ ادھر

دست بیداد سے اک بھائی کا بازو کھینچا

دوسرے بھائی کا اک ہاتھ سے گیسو کھینچا

قتل کے خوف اٹھے نہ علی کے پیارے

اس توقف پہ ستم گر نے طمانچے مارے

کھینچا اس طرح کہ پرزے ہوئے کرتے سارے

منہ کے بل گر پڑے یہ برج شرف کے تارے

یہ حسینؑ ابن علیؑ نے بصد یاس کہا

دوسرے بھائی نے یاعباس کہا

مگر ظالم حارث کو ان معصوموں کی گریہ زاری پہ ذرا رحم نہ آیا اور ان دونوں نور کی

تصویروں کو کھینچتا ہوا جنگل کی طرف لے کر چلا کبھی دونوں کے گیسو پکڑ کر کھینچتا تھا کبھی ان کے نورانی منہ پر طمانچے مارتا تھا کبھی بازو پکڑ کر اذیتیں پہنچاتا تھا کبھی تلوار میان سے نکال کر دکھاتا الغرض ان پر بڑا ظلم کر رہا تھا۔

ظلم معصوموں پہ جب ہونے لگا
ساتھ اُن کے ہر ملک رونے لگا
رو کے حادث سے یہ دونوں نے کہا
ہم نے کیا تیرا بگاڑا ہے بتا
اس قدر کرتا ہے کیوں ہم پر ستم
کچھ سبب اس کا بتا اے بے رحم
دل میں اپنے کچھ کر خوفِ خدا
ہم یتیموں کو نہ تو اتنا ستا
دیکھ ظالم حشر میں رب کے حضور
جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور

تجھ سے گر پوچھا گیا روزِ حساب
مصطفیٰ (ﷺ) کو اس کا کیا دے گا جواب

فرزندانِ مسلم کی گرفتاری کے لئے حربے

ادھر ابن زیاد نے مسلم کے فرزندوں کی گرفتاری کے لیے چاروں طرف سپاہی دوڑا رکھے تھے۔ ادھر حادث ان دونوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہا تھا۔ جب فرات کے کنارے پہنچا تو میان سے تلوار نکال لی تو دونوں بچوں نے جان لیا کہ یہ ظالم اب ہمیں قتل کرے گا۔ تو بڑے بھائی نے اس سے کہا کہ جتنا چاہے تو ظلم کر لیکن مہربانی کر کے پہلے مجھے قتل کرتا کہ میں اپنے ننھے سے بھائی کا لاشہ تڑپتا ہوا نہ دیکھوں۔ الغرض حادث نے دونوں معصوموں کو بڑی بے دردی سے قتل کیا۔ ادھر تو کوفیوں نے مسلم اور ان کے دونوں فرزندوں کو شہید کر دیا ادھر امام عالی مقام علیہ السلام بڑی بے چینی سے مسلم کے خط کا انتظار کر رہے ہیں۔ اچانک ایک قاصد آیا۔

بہت دن ہو چکے تھے بند تھی خیر و خیر اُن کی

نویدِ خیریت لایا یکا یک نامہ بر اُن کی

پڑھا معروضہٴ مسلم امامِ پاک نے سارا

فضائے کوفہ از خود بن گئی فردوسِ نظارا

لکھا تھا صاف مسلم نے شہید دیں کے بلانے کو
 کہ ہیں تیار سب تم پر یہاں قربان جانے کو
 ہو جتنی جلد ممکن تم یہاں تشریف لے آؤ
 مشرف اہل کوفہ کو بیعت سے اپنی فرماؤ
 یہاں بے چین ہیں سب ہی تمہارے بیعت ہونے کو
 اشارے پر تمہارے مستعد ہیں جان کھونے کو
 بجز اس کے کہے کچھ حال قاصد نے زبانی بھی
 اثر انداز شاید کچھ ہوئی جادو بیانی بھی
 تہیہ کر لیا سرکار نے کوفہ کے جانے کا
 پس پردہ تھا حیلہ کار فرما آب و دانے کا
 قضا لے کر چلی ذوق شہادت نے سلامی دی
 درِ فردوس سے حورانِ جنت نے سلامی دی

سیدنا امام حسین علیہ السلام کی تیاری

جب امام عالی مقام علیہ السلام نے کوفہ کے جانے کی تیاری شروع کی تو یہ خبر سارے شہر
 مکہ میں گشت کرنے لگی اور گوشے گوشے سے رنج و غم کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ مکہ معظمہ
 میں جتنے بھی حضور اکرم کے صحابی تھے سب جمع ہو کر امام عالی مقام کی خدمت اقدس میں
 آنے شروع ہوئے۔ جن میں عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس، ابن زبیر، عبداللہ ابن مسعود
 وغیرہ شامل ہیں۔ تمام صحابہ کرام نے امام عالی مقام کی خدمت میں نہایت ادب اور بڑی
 عاجزی و منت سماجت سے عرض کی کہ حضور مکے شریف کو چھوڑ کر نہ جائیں۔ حضرت عبداللہ
 ابن عباس اور حضرت عبداللہ ابن زبیر نے کہا کہ حضور حجاز ہی میں رہ کر حصولِ خلافت کی
 کوشش کریں ہم حضور کی بیعت میں داخل ہو کر حضور کی ہر قسم کی مدد کریں گے اور ہمیشہ حضور
 کے فرمانبردار رہیں گے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر نے خدمت میں حاضر ہو کر امام عالی مقام کو
 سینے سے لگا لیا اور رو کر عرض کیا کہ اے آئینہ مصطفیٰ ﷺ اے مظہر حبیب کبریا خدا کے

لیے آپکو نے نہ جائیں اور کوفے جانے کا ارادہ بالکل ترک کر دیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے بھی رو کر گزارش کی کہ جناب آپ کوفے جانے کا ہرگز نام نہ لیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی خدمت میں حاضر ہوئے اور کوفے جانے سے منع کیا۔ الغرض تمام صحابہ نے امام عالی مقام کو کوفے جانے سے بے حد روکا اور کوفیوں کی پہلی بے وفائی جو انہوں نے حضرت علی کے ساتھ کی تھی آپ کو یاد دلائی۔ پھر دوبارہ حضرت عبداللہ ابن عباس حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ آپ فرزند رسول ہیں، جگر گوشہ بتول ہیں، مولا علیؑ کے گلشن کے خوشبودار پھول ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ سفر دنیا کے لیے نہیں فرما رہے لیکن بظاہر اس میں دنیا کے تمام خواہشات تمام مقاصد نظر آتے ہیں۔ ابن عمرؓ نے بھی حضور اکرم کی مثال پیش کر کے فرمایا کہ آپ ترک وطن ہی چاہتے ہیں تو بجائے کوفے کے آپ بصرے تشریف لے جائیں کیونکہ وہاں حضور کے بہت سے صحابی موجود ہیں وہ حضور کی ہر طرح کی مدد کریں گے آپ نے یہ تمام باتیں سن کر فرمایا۔

امام پاک نے سن کر کہا یہ کیفیت ساری
یہ سب سچ ہے مگر ہے اور ہی کچھ مرضی باری

وہ پیشین گوئیاں کی ہیں جو سلطان رسالت نے
سنا ہے جن کو اکثر اس طلبگار شہادت نے

کہا ارشاد فرمایا ہے مرے جد امجد نے
حبیب رب اکبر رحمت عالم محمد (ﷺ) نے

حرم کی ایک مینڈھے کے سبب بے حرمتی ہوگی
وہ مینڈھا خود بنوں میں یہ مری کج روی ہوگی

یہ سن کر حضرت ابن عمر بے ساختہ روئے
صحابی جتنے تھے موجود وہ سب برملا روئے

جدھر دیکھو ادھر کہرام تھا مکے کی گلیوں میں
اداسی چھا گئی تھی گلشن وحدت کی گلیوں میں

یہ باتیں سن کے عبداللہ ابن عباس نے رو کر
 کہا جاؤ خدا حافظ تمہارا سپہ پیغمبر
 قضا کی ہر ادا تصویر احکامِ مشیت ہے
 شہادت بر ملا تفسیر احکامِ مشیت ہے

ابن زیاد بدنہاد کا جاسوسی پلان

ادھر تو امام عالی مقام کو فہ جانے کی تیاری کر رہے ہیں ادھر ابن زیاد نے کو فہ سے
 لے کر مکے تک جاسوسی کے جال بچھا رکھے ہیں۔ صحابی رسول کو فہ میں موجود ہیں وہ ضرور
 مسلم کی شہادت کی خبر امام عالی مقام تک پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ اگر ان کو امام مسلم کی
 شہادت کا علم ہو گیا تو ان کا کو فہ آنا غیر ممکن ہو جائے گا۔ چنانچہ زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ نے تمام
 حالات مسلم کے اور ان کے فرزندوں کی شہادت کے قلم بند کر کے قیس ابن اشہر رضی اللہ عنہ کو مکے
 شریف روانہ کر دیا۔ ادھر عبداللہ ابن زیاد کے جاسوس تمام مسافروں اور نامہ بروں کی
 تلاشیاں لے کر چھوڑتے۔ یکا یک قیس ابن اشہر کو بکر ابن عمران تمیمی اپنے چند ساتھیوں کو لے
 کر قیس ابن اشہر کو پکڑ لیتا ہے اور کو فہ لے جا کر ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیتا ہے اور جو
 خط ان کے پاس سے برآمد ہوا تھا وہ بھی ابن زیاد کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ ابن زیاد نے
 قیس کو قہر کی نظر سے دیکھا اور کہنے لگا کہ اے قیس اگر اپنی سلامتی چاہتا ہے تو کوٹھے کی چھت
 پر چڑھ کر حسین ابن علی پر تبرا کر۔ قیس ابن اشہر اس ظالم کے کہنے سے کوٹھے کی چھت پر
 چڑھے اور تمام لوگوں سے اس طرح مخاطب ہوئے۔

حسینؑ ابن علیؑ ہیں فاطمہ کے راحتِ جاں ہیں
 علیؑ شیر خدا خیر شکن ہیں شاہِ مرداں ہیں

حسینؑ ابن علیؑ محبوبِ خالق کے پیارے ہیں
 جو ہیں ایمان والے اُن کی وہ آنکھوں کے تارے ہیں

حسینؑ ابن علیؑ کی خود خدا تعریف کرتا ہے
 یہاں قرآن میں اُن کی جا بجا توصیف کرتا ہے

رسول (ﷺ) نے ان کو بڑے نازوں سے پالا ہے
بُرا اُن کو کہے گا وہی جس کا قلب کالا ہے

حسینؑ ابنِ علی ہیں باخدا سردارِ اُمت کے
سرِ جنت یہی کہلائیں گے مختارِ جنت کے

خدا کا دوست ہے جو دوست ہے سبطِ پیغمبر کا
وہ دشمن ہے خدا کا ہے عدو جو ابنِ حیدر کا

خلافِ حکمِ عامل نے سُنے جس وقت یہ فقرے
غضبِ آلودہ ہو کر قیس کو گروا دیا چھت سے

جنابِ قیس نے جو ابنِ مرجانا پہ لعنت کی
خدا نے اُس کے بدلے دی اُس دولتِ شہادت کی

امامِ عالی مقام کے سفرِ کربلا میں ہمراہ

حضرت عباسؑ ابنِ علی، حضرت جعفرؑ ابنِ علی، حضرت عبداللہؑ ابنِ علی، حضرت عثمانؑ
ابنِ علی، حضرت محمدؑ ابنِ علی، حضرت ابوبکرؑ ابنِ علی، حضرت علیؑ ابنِ حسین، حضرت عبداللہؑ
ابنِ حسین، حضرت زین العابدینؑ ابنِ حسین، حضرت علیؑ اکبرؑ ابنِ حسین، حضرت علیؑ اصغر
ابنِ حسین، حضرت ابوبکر ابنِ حسن، حضرت قاسمؑ ابنِ حسن، حضرت عبداللہؑ ابنِ حسن،
حضرت عون بن عبداللہ، حضرت زینبؑ کے فرزند، حضرت محمدؑ، حضرت جعفرؑ ابنِ عقیل،
حضرت ابنِ مسلم بن عقیل۔ یہ تمام حضرات تو اہل بیتِ مصطفیٰ تھے۔ ان کے علاوہ
اکتالیس حضرات اور بھی امامِ عالی مقام کے ہمراہ تھے۔ چنانچہ جب امامِ عالی مقام کے
سے کوفے کی جانب سفر کرنے والے تھے تو ذی الحجہ کی 8 تاریخ 60ھ مطابق 9 ستمبر
681 عیسوی تھی۔ تمام کے شہر پر اداسی کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ کعبے کا آخری طواف
امامِ حق غلافِ کعبہ کو پکڑ کر زار و قطار رو رہے ہیں۔ سورج اپنے رخ سے رات کی
تاریکی کا نقاب لٹاتا ہے۔

کعبے سے رخصت

چلے مکے سے جب سرکار اپنی کر کے تیاری
 لگی رونے جدائی میں حرم کی چار دیواری
 دل و جانِ خلیل اللہ کی کعبے سے رخصت ہے
 شہید فی سبیل اللہ کی کعبے سے رخصت ہے
 امانت حق کی دامنِ حرم سے نکلی جاتی ہے
 متاعِ دین و دنیا آج ہم سے نکلی جاتی ہے
 قدمِ قبلہ کون و مکاں کعبے سے جاتے ہیں
 ہمیشہ کو امامِ دو جہاں کعبے سے جاتے ہیں
 دھاڑیں مار کر خورد و کلاں مکے کے روتے تھے
 ہمیشہ کے لیے اُن سے جدا شبیر ہوتے تھے
 ہوا چرچہ کہ کعبے سے چلے فرزندِ پیغمبر
 نبی (ﷺ) زادوں سے اب ہونے کو ہے خالی خدا کا گھر
 اداسی چھائی مکے پر گھٹائیں غم کی منڈلائیں
 فضائے کعبہ پہ رنج و الم کی بدلیاں چھائیں
 جگر پر فرطِ غم سے سبِ اسود نے رکھا پتھر
 صفا مروا منا عرفات مزدلفہ ہوئے مضطر
 مثالِ اشکِ غم دریا بہے میزابِ رحمت سے
 ہر اک سجدے نے سر نکلرایا محرابِ عبادت سے

سیدنا امام حسین علیہ السلام کا مکہ مکرمہ سے رخصت ہونا

امام عالی مقام علیہ السلام مکہ معظمہ سے رخصت ہو رہے ہیں تمام مکے شہر میں کہرام مچا ہوا ہے۔ شیدایانِ اہلبیت کے دلوں پر جدائی کے غم کی بجلیاں ٹوٹ رہی ہیں۔ فرقت کے بادل

گرج رہے ہیں۔ امام عالی مقام کعبے کا غلام پکڑ کر فرما رہے ہیں کہ اے غلاب کعبہ آج تیرا دیدار آخری ہے۔ سنگِ اسود کو بار بار بوسہ دیتے ہیں۔ حطیم کو حسرت کی نظر سے دیکھتے ہیں جبکہ امام عالی مقام علیہ السلام کا قافلہ مکے معظمہ سے نکلا تو آپ کعبے کو مڑ مڑ کر بار بار دیکھتے ہیں اور طوافِ بیت اللہ کا تصور نظر کے سامنے منڈلا رہا ہے۔ سنگِ اسود کی کششِ دل کو تڑپا رہی ہے۔ آبِ زمزم کا شیریں ذائقہ بار بار زبانِ پاک پر آتا ہے۔ صفا مرزہ کے نظارے دل کو بے قرار کر رہے ہیں۔ مینا کی لذتیں جگر کی دھجیاں اڑا رہی ہیں۔ مزدلفہ کا منظر قلب کو بے چین کیے دیتا ہے۔ الغرض ایسی حسرت و یاس کے عالم میں جب قافلہ بطنِ رملہ سے آگے بڑھا تو عبداللہ ابنِ مطیع رضی اللہ عنہ جو کہ عراق سے آرہے تھے۔ انہوں نے یہ سن لیا تھا کہ امام عالی مقام کوفے کو تشریف لے جا رہے ہیں تو وہ امام عالی مقام کی راہ میں آگے کھڑے ہو گئے۔ جب امامِ حق وہاں پہنچے تو عبداللہ ابنِ مطیع نے عرض کیا کہ آپ حرم سے باہر کیوں تشریف لے آئے ہیں۔ امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا مجھے والوں نے بلایا ہے۔ عبداللہ یہ سن کر ایک آہ سرد بھر کر بولے کہ آپ کوفے کا قصد نہ فرمائیں۔ وہاں آپ یقیناً شہید کر دیئے جائیں گے۔ امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا مجھے کوفہ والوں نے بلایا ہے۔ عبداللہ یہ سن کر ایک آہ سرد بھر کر بولے کہ آپ کوفے کا قصد نہ فرمائیں۔ وہاں یقیناً شہید کر دیئے جائیں گے۔ امام عالی مقام نے جواب دیا۔ مرضی رب کے خلاف ہوگا یا موافق مرضی رب ہوگا۔ عبداللہ نے کہا کہ یہ سب کچھ خدا کی مرضی سے ہوگا اور اس کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ امامِ حق نے فرمایا کہ میں کیوں مرضی رب کے خلاف ارادہ کروں جبکہ خدا کا لکھا ہو کر رہے گا۔ اس سے زیادہ اور کم نہ ہوگا۔ اسی اثنا میں عمرو بن عبدالرحمن جو کہ کوفے کی طرف سے آرہے تھے۔ امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کوفے جا رہے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے اور آپ کی مدد کا وعدہ کیا ہے وہی لوگ آپ کے دشمن بن کر آپ سے لڑیں گے۔ آپ نے ان سے یہی فرمایا کہ سب کچھ ارادہ خداوندی سے ہوگا یا اس کے خلاف ہوگا۔ عمرو بن عبدالرحمن نے عرض کیا کہ یہ سب کچھ تحت مشیتِ خداوندی ہوگا اور مشیتِ خداوندی کے خلاف ذرہ بھر نہ ہوگا۔ امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا تو پھر ایک مسلمان کا کیا فرض ہے۔ عمرو نے کہا کہ قضا و قدر پر رضا برضا رہنا۔ یہ سن کر امام دوسرا نے فرمایا کہ

پھر میں اس میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں خود نہیں جا رہا بلکہ مشیتِ خداوندی مجھے وہاں لے جا رہی ہے اور جو خبر مرے جدِ امجد رضی اللہ عنہ نے دی ہے کیا وہ سچی نہیں ہے۔ عمرو بن عبدالرحمن نے کہا کہ جو حضور نے فرمایا ہے وہ رب کی وحی سے فرمایا ہے۔ امامِ حق نے فرمایا تو پھر خدا حافظ۔ (ابن اثیر جلد ۴)

جب یہ کاروانِ اہل بیت مصطفیٰ رضی اللہ عنہ مکے کی حد سے گذر کر زرود میں پہنچا جہاں پر زہیر ابن قیس حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر خیمہ زن تھے اور کوفے جا رہے تھے جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم کے گھرانے والے شوقِ شہادت میں سفر کر رہے ہیں تو زہیر ابن قیس فوراً امامِ عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساتھ چلنے کے لیے اجازت طلب کی۔ امامِ حق نے اجازت دے دی۔ زہیر کے ہمراہ زہیر کی بیوی بھی تھی۔ جس نے شوقِ شہادت میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تو زہیر پاک نے اسے فوراً طلاق دے دی اور امامِ عالی مقام کے ہمراہ ہو لیے۔ کچھ دور چلنے کے بعد ایک قافلہ ملتا ہے جس کے پاس بہت سا مال زر ہے۔ معلوم کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ یہ قافلہ یزید کو یہ مال و زر تحفہ کے طور پر دینے جاتا ہے جو کہ سرکارِ یمن نے روانہ کیا ہے۔ امامِ عالی مقام نے اس قافلے کو قید کر لیا اور تمام مال کو بیت المال میں جمع کر لیا اور آگے روانہ ہوئے۔ اب شام کا وقت آچکا ہے امامِ عالی مقام نے دوسری منزل کا قیام فرمایا اسی اثناء میں فرزدق شاعر سے ملاقات ہوتی ہے۔ امامِ عالی مقام نے فرزدق سے حالات معلوم کیے۔

کیا دریافت اُس سے اپنے احوال کوفے کا

کہا اُس نے کہ اے نورِ نگاہِ فاطمہؑ زہرا

قلوبِ اہلِ کوفہ آپ کے ہمراہ ہیں اکثر

پئے آلِ اُمیہ وقف لیکن اُن کے ہیں خنجر

ہیں اہلبیت اگرچہ ان کی دیواروں کے سائے میں

مگر تیغِ اجل ہے اُن کی تلواروں کے سائے میں

یہیں عونؑ و محمد روکنے راہِ غلط آئے

یہ دونوں لے کے عبداللہ بن جعفر کا خط آئے

لکھا تھا خط میں ہرگز عزم کونے کا نہ فرمانا
ہو جلد ممکن راستے سے لوٹ کر آنا

وہاں ہے گرم ہنگامہ فساد و قتل و غارت کا
خلاف آلِ حیدر ہے وہاں عامل حکومت کا

تمہارے خون کا پیاسا یزیدِ شام ہے ہر دم
ستم اور ظلم بس کرنا ہی جس کا کام ہے ہر دم

نہ پلٹے آپ تو پھر آپ کو میں لینے آتا ہوں
جو باتیں ہونے والی ہیں وہ پہلے سے بتاتا ہوں

پڑھا جب خط شہہ دیں نے کہا جو مرضی رب ہے
میرا یہ آنا جانا ہی ارادے سے مرے کب ہے

کہیں مزدانِ حق منزل سے پیچھے ہٹ کے جاتے ہیں
جو ہیں ثابت قدم ان کے قدم کب ڈگمگاتے ہیں

امام عالی مقام کو دوسری منزل ہی کونے کے تمام حالات کا بظاہر بھی علم ہو چکا تھا۔
باطنی علم تو آپ کو پہلے سے ہی حاصل تھا اور اس کا بھی پتہ چل گیا تھا کہ کوفیوں کی زبانیں تو
ہمارے ساتھ ہیں مگر تلواریں یزید کے ساتھ ہیں اور کونے کے آنے جانے والے آپ کو کونے
جانے کے ارادے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے مگر آپ قضا و قدر پر راضی تھے۔

نہ لکھا ابنِ جعفر کو جواب خط بھی سرور نے
نہ ہونے دی طبیعت مضحک سبِ پیہر نے

کیا عون و محمد کو بھی ساتھ اپنے بڑھے آگے
یہاں تک چلتے چلتے منزلِ عاجز میں جا پہنچے

یہاں سے خط لکھا کونے کے اربابِ سیاست کو
خبر دی اپنے آنے کی وہاں خواہاں دولت کو

حسینؑ ابنِ علیؑ کے قافلے کی نقل و حرکت کا
کامل علم رکھتا تھا عبیدِ امر حکومت کا

لگا تھا منزل کونے میں ہر جا پہرہ لشکر کا
جہاں دیکھو وہاں موجود تھا لشکر ستم گر کا

یہاں سے اک طرف خفان تک فوجوں کے پہرے تھے
لگے ہر ایک منزل پر عدو نے دیں کے ڈیرے تھے

نظر کے سامنے ایسا نہیں تھا کوئی بھی رستہ
سواروں کا نہ ہو موجود جس پر جنگجو دستہ

امام عالی مقام علیہ السلام جس منزل کی طرف نگاہ نورانی اٹھا کر دیکھتے جا بجا فوجوں کے
پہرے لگے ہوئے نظر آتے۔ کوئی منزل کوئی راستہ ایسا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جس پر یزیدی
فوج کے دستے موجود نہ ہوں۔ یہ ہر منزل پر فوجوں کا موجود ہونا یہ صاف ظاہر کر رہا تھا کہ
حالات بہت ہی خطرناک ہیں اور یزید واقعی اہل بیت مصطفیٰ رضی اللہ عنہم کے خون کا پیاسا ہے۔ ان
حالات سے ان لوگوں کو شرمانا چاہیے جو کہ امام عالی مقام کے سفر کربلا پر طرح طرح کی
ناجائز باتیں منہ سے نکالتے۔ اگر امام عالی مقام کو اگر کسی قسم کا اپنی جان یا دنیا کا خیال ہوتا تو
ان خطرناک آثار کو دیکھتے ہی آپ واپس آجاتے مگر وہاں رضائے الہی کے لیے دین کو بری
رسموں سے بچانے کے لیے یہ سفر اختیار کیا تھا۔ ابھی چوتھی منزل سے اہلبیت کا قافلہ آگے
بھی نہ بڑھا تھا کہ وہاں حضرت عبداللہ ابن مطیع امام عالی مقام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر
ہوئے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے امام حق سے اس طرح عرض کرنے لگے۔

خدا کے واسطے باز آؤ کونے کے ارادے سے
وہاں بوئے فساد آتی ہے ہر منزل کے جادے سے

وہاں آلِ اُمیہ کے خنجر خون میں ڈوبے
بنی ہاشم کی خونریزی کے ہر ساعت ہیں منصوبے

یزید ناخلف کی وجہ ہے ہر جا پہ استادہ
تمہارے قتل کو ہر اک ستم پرور ہے آمادہ

سنا سرکار نے جو کچھ کہا اس کہنے والے نے
بھری اک آہ خاموشی سے شاکر رہنے والے نے

امام مسلمؑ اور ان کے فرزندوں کی شہادت کی اطلاع

پانچویں منزل پر جب امام عالی مقام پہنچے تو وہاں ایک نامہ بر آیا اور اس نے آکر امام مسلم کی اور ان کے فرزندوں کی شہادت کی خبر امام عالی مقام کو دی اور تمام کوفے والوں کی بے وفائی و بے مروتی کا خلاصہ بیان کیا۔ تمام قافلے میں امام مسلم کی اور ان کے فرزندوں کی شہادت کی خبر سن کر ایک کہرام مچ گیا اور تمام مسلم کے بھائی اور بھتیجے رو کر امام عالی مقام سے کہنے لگے۔

ہیں بعد شہید ملتِ حق لطف جینے میں
ہے جوشِ انتقامِ خونِ مسلم اپنے سینے میں

امام محترم نے قافلے والوں سے فرمایا
ہے دل غمگین بہت جب سے خبر یہ نامہ بر لایا

عزیز و اقربا احباب کو مغموم پاتا ہوں
خود اپنے دل میں دردِ فرقتِ مرحوم پاتا ہوں

طبیعت بے سکوں اور مشتعل ہے قتلِ مسلم سے
مجھے لینا ہے بدلا خون کا عبید اللہ ظالم سے

مگر اے سرخرو شانِ وفا میں تم سے کہتا ہوں
اٹھاؤ تم نہ اس غم کو جو غم میں دل پہ سہتا ہوں

تمہیں اب واپسی کی مری جانب سے اجازت ہے
چلا جائے خوشی سے جس کو جانے کی ضرورت ہے

مرے ہمراہ رہنے میں ہے خطرہ جان و عزت کا
یقیناً عزمِ کوفہ پیشِ خیمہ ہے ہلاکت کا

کہا ہر سرفروشانِ محبت نے شہہ والا
فنا ہونا تمہارے ساتھ ہے اک منسبِ عالی

اکیلا چھوڑ کر گر آپ کو ہم لوٹ جائیں گے
خدا و مصطفیٰ (ﷺ) کو حشر میں کیا منہ دکھائیں گے

شہادت فی الحقیقت معرکہ سر کر کے ملتی ہے
حیاتِ جاوداں راہِ خدا میں مر کے ملتی ہے

ابھی سفر جاری ہے

امام عالی مقام نے تمام جانثاروں کی جذبہ شہادت اور جذبہ جانثاری کی گفتگو سن کر آگے کو کوچ فرمایا اور چھٹی منزل پر پہنچ کر قیام پذیر ہوئے یہاں کونے کی سرحد ملتی تھی اور اس مقام کا نام زبالہ تھا امام عالی مقام اپنے قافلے کو وہیں بھڑایا یہاں پر آپ کو کوفیوں کی تمام غداریوں اور تمام مکاریوں کا علم ہو چکا تھا۔ ہر طرف ظلم و ستم کی تاریکی نظر آ رہی تھی اور یزیدی اور کوفیوں کے ارادے آپ پر آفتاب سے بڑھ کر روشن ہو گئے تھے۔ سلطان کربلا نے یہاں بھی اپنے تمام رفیقوں سے ارشاد فرمایا کہ میرے سبب تم لوگ مصیبتوں میں کیوں گرفتار ہوتے ہو۔ میں باخوشی تم سب کو لوٹ جانے کی اجازت دیتا ہوں اپنے اپنے گھر چلے جاؤ۔ امام عالی مقام کا یہ ارشاد سن کر عقیل کے فرزندوں نے دست بستہ ادب سے عرض کی کہ سرکار ہم ایسا ہرگز نہ کریں گے اور جان و مال سب حضور کے قدموں پر قربان کر دیں گے۔ مسلم بن عوسجہ نے نہایت جذبہ کے انداز میں سرکار سے عرض کیا کہ ہم حضور پر جان فدا کرنے کے لیے دشمنوں سے نہتے بھی لڑیں گے اور حضور پر اپنی جان نثار کریں گے۔ سعد بن عبداللہ نے عرض کیا کہ اے کاش اگر مجھے ستر مرتبہ قتل کریں اور ہر مرتبہ مری لاش کو جلا کر خاک کر دیں تب بھی میں حضور کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ کاش مرے تمام اہل و عیال آپ پر قربان ہو جاتے اور خدا آپ کو بچالیتا۔ (طبری جلد 7 صفحہ 316، کامل ابن اثیر جلد 4 صفحہ 28) اور اسی مقام پر امام عالی مقام علیہ السلام کی خدمت میں طرح ابن عبدالعزیز حاضر ہوتے ہیں اور امام برحق سے عرض کرتے ہیں کہ کونے جانے کا ارادہ بدل دیں۔ بدلہ میں امام عالی مقام علیہ السلام نے طرح کو دعادے کر فرمایا۔

مگر میں کیا کروں قادر نہیں ہوں لوٹ چلنے پر
مجھے ہر حال میں پیش نظر ہے مرضی داور

وہی ہوگا جو لکھا ہے ازل میں دستِ قدر نے
 بڑھایا ہے ہمیں میدان میں ذوقِ شہادت نے
 تمنائے شہادت کھینچ لائی ہے یہاں ہم کو
 اس میں خوش ہیں رکھے جس میں وہ رب جہاں ہم کو

مصیبت ہو کہ راحت ہو نہیں لازم گلہ کرنا
 بشر پہ فرض ہے ہر حال میں شکرِ خدا کرنا
 نہ اپنی شان کی خاطر نہ اپنے نام کی خاطر
 فقط آئے ہیں ہم میدان میں اسلام کی خاطر

ہمارا کام تو صبر و رضا سے کام لینا ہے
 تہہ خنجر بھی خلاقِ جہاں کا نام لینا ہے

امامِ عالی مقام نے چھٹی منزل سے کوچ فرمایا اور وہاں سے چل کر مقامِ بیضہ پر پہنچے
 اور وہاں سے چل کر قصرِ نبی مقاتل میں تشریف فرما ہوئے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ
 سامنے سے گردوغبار آتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے۔ گردوغبار کو دیکھ کر آپ نے اندازہ لگا لیا کہ
 شام کا لشکر ہے۔ چند ساعت کے بعد وہ لشکرِ شامی سامنے آ گیا۔ جس لشکر کا سردار خراہن
 رباحی جو کہ بڑا بہادر مرد میدان تھا۔ یکا یک اس لشکر نے آ کر امامِ عالی مقام کے قافلے کا
 محاصرہ کر لیا تو امامِ حق نے لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم مجھے خوب اچھی طرح جانتے ہو
 کہ میں کون ہوں اور میرے حسبِ نسب کو بھی خوب پہچانتے ہو کہ میں فاتحِ خیبر کا پسر
 ہوں۔ زہرا کا لختِ جگر ہوں، مصطفیٰ کا نورِ نظر ہوں، میری محبت خدا اور رسول کی محبت
 ہے۔ مری دشمنی خدا اور مصطفیٰ کی دشمنی ہے۔ میرے نانا شافعِ محشر ہیں، مرے بابا ساقی
 کوثر ہیں۔ مرے چچا عقیل و جعفر ہیں۔ مجھے محبوبِ رسول خدا نے نازوں سے پالا ہے۔ مجھے
 فاطمہؑ نے اپنا خونِ جگر پلا کے پالا ہے۔ مرے لیے جبریل جنتِ تحفہ لایا ہے۔ خدا را مری دشمنی
 سے باز آؤ۔ اپنے آپ کو دوزخ کی بھڑکتی آگ سے بچاؤ۔ امامِ حق کی اس تقریر نے ہنستوں کو
 رلا دیا۔ سننے والوں کے دل کو ہلا دیا۔ بہت سے لوگ دھاڑیں مار کر رونے لگے اور بہت سوں
 پر سکتے کا عالم تھا۔

سنی تقریر سب یہ آپ کی جب اہل لشکر نے
 کھڑے ہو کر کہا تعظیم سے حر سے دلاور نے
 نہ ہم نے کوئی خط بھیجا نہ اصلاح نامہ بر بھیجا
 دیا سرکار کو دھوکہ کسی نے خط اگر بھیجا
 امامِ پاک نے وہ خط طلب فرمائے خادم سے
 جواب تک مطلقاً محفوظ سب دو تھیلیوں میں تھے
 کہا حر نے دعا دی کو فیوں نے آپ کو مل کر
 مگر یہ حکمِ حاکم ہے ہمیں اے سبطِ پیغمبر
 یہاں سے آپ کو ہم تا عبید اللہ لے جائیں
 ہوئے مامور ہیں جس کام پر اس کو بجلائیں
 حصین ابنِ نمیر اک افسرِ اعلیٰ ہمارا ہے
 اسی کے حکم سے لشکر یہاں ہم نے اتارا ہے
 یزیدِ شام کو بہتر تو یہ ہے آپ خط لکھیں
 یہاں سے عاملِ کوفہ کو ہم عرضی چلا بھیجیں
 اجازت دونوں درباروں سے ممکن ہے کہ آجائے
 ارادہ دوسری جانب سفر کا پھر کیا جائے

حر بارگاہِ حسین علیہ السلام میں

امام عالی مقام علیہ السلام نے حر کی تمام گفتگو کو غور سے سنا اور سن کر حر سے ارشاد فرمایا کہ! اے
 بہادر حر! تم نے جن دونوں کا نام لیا ہے یہ دونوں اس لائق نہیں، دونوں نااہل ہیں کیونکہ امیر
 شایعنی یزید خالق کائنات کی اطاعت سے روگرداں ہے احکامات قرآن کی کھلم کھلا خلاف
 ورزی کرتا ہے دین و ملت کا اُسے ذرہ برابر خیال نہیں ہے اور نہ ہی اُسے حرام و حلال کی کچھ
 تمیز ہے اور نہ اُس کی نظر میں مذہب اسلام کی کچھ عزت ہے وہ ہر وقت نفس اور شیطان کی
 اطاعت کرتا ہے اور شریعتِ پاک کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اے حر یہ غیر ممکن ہے کہ میں اُسے

اولوالامر تسلیم کر لوں مرے نزدیک وہ ایک غدار ہے خائن ہے غاصب ہے اُس کی بدکاریاں تمام دنیا میں سورج زیادہ روشن ہو چکی ہے اُس کے کردار سے اسلام کو ہر وقت خطرہ ہے خُر نے امام عالی مقام کا ارشادِ گرامی سن کر ادب سے امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کیا کہ سرکار نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے بجا ہے اور سب درست ہے اور جذبہ دین و آزادی لازمی ہے سرکار کا ہر ہر لفظ حقیقت سرچشمہ ہے دین کی جان ہے ایمان کی روح ہے شریعت مصطفیٰ ﷺ کی زینت ہے مسلمانوں کے چکنا ہوا آفتاب ہے گلشنِ وحدت کی بہار ہے فرمانِ خدا و رسول اکرم ﷺ کی حقیقت کا اظہار ہے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی تفسیر ہے اس میں ذرے کے برابر شک کرنا سراسر تفسیرِ مسلمانی کے خلاف ہے

کہا خُر نے ادب سے اے امامِ ملتِ برحق
یہ مانا ہے مبارک جذبہٴ آزادی مطلق

مگر جنگِ آزمائی ہے غلط ایسی حکومت سے
جو مائل ہو بہ استبدادِ ظلم و جور و قوت سے
مناسب ہی نہیں ہے ایسے ظالم سے تمہیں لڑنا
خرد مند نہیں دشمنِ قوی کے سامنے اڑنا

نہیں ہے آپ کے ہمراہ لڑنے کو کوئی لشکر
ہزاروں سے لڑیں گے چند ہمراہی بھلا کیونکر
سفر ممکن نہیں ہے آپ کو جو طاعتِ دشمن
سکون و امن رہنا بھی ہے اک فعلِ مستحسن

تقاضا وقت کا یہ ہے کہ اپنے نام سے حضرت
بظاہر بیعت تم کر لو یزیدِ شام سے حضرت

ارشاد امامِ حق

امامِ دوسرا کو خُر کی باتوں پر جلال آیا
رگیں جہنش میں آئیں خونِ حیدر میں اُبال آیا

کہا خر سے میں شیر ہاشمی ہوں مرد میدان میں

بظاہر لاکھ میں میدان میں بے ساز و ساماں ہوں

خدا کے شیر کا بیٹا ہوں یہ معلوم ہے تجھ کو

نہیں ہمت کا میں بیٹا ہوں یہ معلوم ہے تجھ کو

ابو طالب کا میں پوتا ہوں یہ بس جانتا ہے تو

محمد (ﷺ) کا نواسہ ہوں مجھے پہچانتا ہے تو

ارے نادان خر کیا موت سے مجھ کو ڈراتا ہے

قدم راہ جہاد حق سے میرا جگمگاتا ہے

نگاہ قہر میں وہ ہیبت پنہاں نظر آئی

کہ خر کو سامنے تیغ اجل غریاں نظر آئی

غم و غصے کی حالت میں سفر کا عزم فرمایا

جلال ہاشمی کو دیکھ کر خر دل میں گھبرایا

قدم راہ جہاد حق سے اب تو ہٹ نہیں سکتا

لکھا جو دست قدرت کا ہے اب وہ کٹ نہیں سکتا

نہیں ہٹتے مجاہد جب قدم میدان میں دھرتے ہیں

خدا سے ڈرنے والے کب بھلا لشکر سے ڈرتے ہیں

ایک پیچیدہ صورتِ حال

معتبر کتابوں میں یہ بھی مرقوم ہے کہ خر نے امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کیا کہ

بظاہر میں آپ کو کوئی حمایت نہیں کر سکتا کیونکہ ایک ہزار فوجیوں کی آنکھیں مجھے گھیرے ہوئے

ہیں اتنا ضرور کر سکتا ہوں کہ اپنے لشکر کو علیحدہ قیام کرنے کو کہہ دوں گا سرکار رات کو جس

طرف چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں امام عالی مقام نے خر کی اس بات کو مان لیا اب یہاں

ایک شبہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ امام عالی مقام سے چھٹی اور ساتویں منزل پر امام عالی مقام کے

ہمدردوں نے ہر طرح واپس جانے کو کہا مگر آپ نے نہ مانا سفر جاری رکھا اور یہاں خر کے

کہنے سے کیوں مان لیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو شامی لشکر سے ہیبت ہو گئی تھی اگر ایسا نہیں ہے تو واپس ہونے کا ارادہ کیوں فرمایا نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں تھا بلکہ اس کی خاص کرتین وجہ ہیں ایک تو یہ کہ آپ کو تو جو کربلا میں ہونے والا تھا اس کا علم تھا دوسرے لوگوں کو نہ تھا اگر پہلے ہی آپ واپس ہو جاتے تو بعض لوگ آج بھی یہ کہتے امام حق نے لوگوں کے کہنے پر بغیر تحقیق کیے ہوئے واپس فرمائی دوسری وجہ یہ تھی کہ کوئی یہ نہ کہے کہ امام عالی مقام نے جان بوجھ کر اپنے سر پر خود مصیبت لی کیونکہ اس سے پہلے کوئی لشکر مقابلے پر نہ آیا تھا اور خاص کر کوئی خطرہ ظاہر نہ ہوا تھا تیسری وجہ یہ تھی کہ امام عالی مقام کو مشیت خداوندی کو ظاہر کرنا تھا کہ مشیت خدا یہ ہے کہ ہم واپس ہو کر بھی واپس نہیں ہو سکتے الغرض امام عالی مقام نے خُر کے مشورے کے مطابق رات کو وہاں سے کس طرف کو چلے جائیں مگر جب دن نکلا تو خود کو اور تمام قافلے کو قصر بنی مقاتل پر ہی پایا اسی طرح دوسری رات اور تیسری رات میں بھی ہوا کہ ساری ساری رات چلے مگر صبح کو خود کو وہیں پایا جہاں سے چلے تھے امام عالی مقام نے تمام قافلے والوں سے کہا کہ مرضی مولا نہیں کہ ہم یہاں سے واپس جائیں چنانچہ امام عالی مقام ﷺ نے آٹھویں منزل طے کی اور مقام نینوا پر پہنچے یہاں آپ کو کوفے کے چار افراد آ کر ملے اور انہوں نے آپ سے چند بار عرض کیا کہ حضور کوفے کو نہ جائیں ہمارے ساتھ کوہ آجا کی طرف چلیں وہاں کے لوگ سب حضور سے بیعت کر لیں گے حضور ابن زیاد آپ کے خون کا پیاسا ہے

یہاں کوفے کے چار افراد حضرت سے ملے آ کر

کہے کوفے کے جو حالات تھے حضرت سے وہ اکثر

کہا کوفے کی اکثریت شہ دین کی مخالف ہے

عبید اللہ سے ہر اک سے ہے رنگ بے رُخی پیدا

یہ مانا آپ کے ہمراہ ہیں اُن موعہ کی گفتاریں

وہ لیکن ساتھ عبید اللہ کے ہیں اُن کی تلواریں

کہا حضرت سے یہ طرح نے حُسن عقیدت سے

فداکارانہ سر جوشی میں اندازِ محبت سے

میرے ہمراہ چلیے کوہِ آجا کی طرف حضرت
کمیوں گاہوں کو حاصل ہے وہاں کی یہ شرف حضرت

وہاں پر فوج شامی کے بہادر اور افسر بھی
نہیں اک روز جرات کر سکے اب تک بھی حملے کی

وہاں پر فوج یزید فتنہ خوگر چڑھ کے جائیں گی
مقابل میں بنی طے کے یقیناً منہ کی کھائے گی

کہا سرکار نے طرح کی یہ گفتگو سن کر
خدا تم کو جزائے خیر دے اے مردِ خوش اختر

شہِ دیں نے یہ فرمایا کہ یہ ہے سرخی باری
دکھیں اپنا سفر اپنا سفر ہم جانب کوجہ ہی کو جاری

زمینِ کربلا یہ ہی ہمارا امتحان ہوگا
فنا کے بعد ظاہر حق و باطل کا نشان ہوگا



باب نمبر 4

آخری منزل

چنانچہ امام عالی مقام نے وہاں سے سفر کا عزم فرمایا اور چلتے چلتے مقام طف پر پہنچے جس کو کربلا بھی کہتے تھے امام عالی مقام یہاں پر پہنچ کر ٹھہرے اور اپنے تمام رفیقوں سے فرمایا کہ ایک روز میں اس مقام پر اپنے والد حضرت کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ آیا تو مرے والد بزرگوار نے اس جگہ کو دیکھا اور زار و قطار روتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں مصطفیٰ ﷺ کا لہلہاتا ہوا باغ خزان کی نظر ہوگا جہاں آل رسول ﷺ کے خیمے آکر نصب ہوں گے جہاں ہاشمی شہزادوں کو ایک ایک بوند پانی سے ترسایا جائے گا یہ کہہ کر مجھے اپنے سینے لگایا اور فرمایا کہ اے نورِ نظر یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں تمہیں اپنا سر دین کی بقا کے لیے قربان کرنا ہوگا امام عالی مقام نے اُس جگہ خیمہ لگانے کے لیے حکم صادر فرمایا زمین پر جس جگہ میخ گاڑی جاتی تھی اُس جگہ سے تازہ خون نکل آتا تھا اور جس درخت کی شاخ توڑی جاتی تھی اُس شاخ سے خون کا فوارا جاری ہوتا تھا یہ مقدس قافلہ ۲ محرم مطابق نو اکتوبر ۶۸۰ ینوا کے میدان میں اقامت گزیرا ہوتا ہے یہ مقدس قافلہ ہے کہ جس کی سارے عالم میں نظیر نہ تھی جس کی ہودج نشیں زہراؑ سردارِ نساء جنت کی بیٹیاں تھیں جس کا سالار کاروانِ شہسوار دوشِ رسول تھا جس کے عمائے کو آسمان کے تارے چوم رہے تھے اور جس کے قدموں کو صحرا کے ذرے بوسہ دے رہے تھے اپنے سفر کو ختم کر کے قیام پذیر ہوتا ہے جہاں موت کو ہمیشہ کی اور زندگی کو ہمیشہ کی فتح نصیب ہونے والی تھی امام عالی مقام نے فرمایا۔

دشمن یہاں خون ہمارا بہائیں گے
زندہ یہاں سے ہم کبھی پھر کے نہ جائیں گے

آل نبی (ﷺ) کا ہوگا اسی جا پہ قتل عام
سب تشنہ لب یہاں پر سر اپنا کٹائیں گے

ہوگا ہر اک شہید یہاں مصطفیٰ کا لعل
 اور لاش قتل گاہ سے ہم سب کی لائیں گے
 کرب و بلا ہے نام اس سرزمین کا
 بچے یہاں پہ پانی کا قطرہ نہ پائیں گے
 ادھر امام عالی مقام کربلا میں خیمہ زن ہوئے

ادھر جلاد ابن زیاد کے دربار میں اس کی خبر لے کر
 ایک قاصد پہنچتا ہے فرات کے کنارے پر
 محبوب کبریا کے گھر والے خیمہ زن ہیں ادھر کونے میں ان کے خلاف طرح طرح کی
 سازشیں تیار ہو رہی ہیں ابن زیاد نے عمر بن سعد کو طلب فرمایا جو کہ ولیم کے محاذ پر جانے کی
 تیاری کر رہا تھا کیونکہ عمرو بن سعد کو پہلے ولیم کے محاذ پر بھیجا جا رہا تھا عمر بن سعد کو بلا کر رے
 کی حکومت کا لالچ دیا جاتا ہے عمر بن سعد کے منہ میں رے کی حکومت کے نام سے پانی بھر
 آتا ہے اور تاریخ کے اس سنگین ترین جرم کے لیے تیار ہوتا ہے قیامت تک کے تمام سچے
 مسلمانوں کی لعنت کا حقدار بنتا ہے لشکر کی سالاری قبول کر لیتا ہے جگر گوشہ رسول کے خون
 میں ہاتھ رنگنے کو آمادہ ہے تین محرم کی تاریخ ہے۔

ابھی ولیم کو ابن سعد جانے بھی نہ پایا تھا
 ابھی فکر سفر ہی میں ہر اک اپنا پرایا تھا

کہ دربار عبید اللہ میں قاصد خبر لایا
 کہ کنبہ اہل بیت مصطفیٰ (ﷺ) تا کربلا آیا

بلایا ابن مرجانہ نے ابن سعد کو فوراً
 کہا اے مونس من مخلص من یار غار من

نہیں ہے حاجت لشکر کشی اب جانب ولیم
 حسین ابن علی سے جنگ کا ہے عزم مستحکم

کرو تنظیم لشکر جلد تر اب تم نئے سرے سے
تمہیں لڑنا پڑے گا کربلا میں ابنِ حیدرؑ سے

سنی تقریر ابنِ سعد نے عامل کی یہ جس دم
کہا اُس نے یہ ہو کر پھر عبید اللہ سے برہم

عمرو بن سعد بولا غصے میں اے فتنہ خو عامل
حسینؑ ابنِ علیؑ سے جنگ ہے بیجا ولا حاصل

حسینؑ ابنِ فرزندِ سلطان رسالت ہیں
مسلمانوں کے دینی رہنما سردارِ ملت ہیں

ہے اُن سے جنگ کرنا کب روا اے دشمن ملت
تمام امت کے وہ ہیں پیشوا اے دشمن ملت

لڑے ابنِ علی سے لعدرالا جاہ کا بیٹا
نہ ہوگا ایسا کوئی ناخلف تقدیر کا بیٹا

عبداللہ بولا عمر یہ باتیں پرانی ہیں
جو باتیں ہو چکیں کیا ذکر انکا وہ کہانی ہیں

ہے یہ فرزندِ حیدر کا امیرِ شام کا باغی
حسینؑ ابنِ علیؑ لاریب ہے اسلام کا باغی

امیرِ شام اب امت کا سردارِ مسلم ہے
اطاعت سب پہ فرض اُس کی بہ اقرارِ مسلم ہے

اگر لڑنا نہیں منظور تجھ کو ابنِ حیدر سے
اگر مرعوب ہے تو اقتدارِ آلِ اطہر سے

تو عز و شرف جاہ و منصب مسترد کر دے
ہمیں واپس ابھی رے کی حکومت کی سند کر دے

جو دیکھا منصبِ اقلیمِ رے پر حرف آتا ہے
ملا تھا بے طلب جو ملک وہ اب نکلا جاتا ہے

کہا عامل سے ابن سعد جب دبسا سے آیا
 مشیروں کو پہنچ کر اُس نے اپنے گھر پہ بلوایا
 بلایا گھر پہ ہر دانائے اصحابِ سیاست کو
 کہا ہر ذی شرف نے چھوڑ دے رے کی حکومت کو

شبیروں کا عمرو بن سعد کو مشورہ

دیا یہ مشورہ آ کر سب مشیروں نے
 کہ فانی ہے حکومت یہ کیا روشن ضمیروں نے
 ہے دنیا چند روزہ چار دن کی زندگانی ہے
 حیات بے بقا کیا یہ حبابِ بحرِ فانی ہے
 عمرو بن سعد ہے گر پاس تجھ کو دین و ملت کا
 بھلا دے خیال اپنے دل سے تورے کی حکومت کا
 بتا باقی کہاں نمود جابر کی حکومت ہے
 زمیں پر اب دکھا شداد کی کس جا پہ جنت ہے
 زمانے میں کہاں فرعون کی اب حکمرانی ہے
 فنا وہ ہو گئی باقی فقط اُس کی کہانی ہے
 یہ میلا چار دن ہے دیکھ دنیا کی حکومت کا
 رہے گا تا ابد بس اقتدار دین و ملت کا
 ہوئی تسکین نہ ابن سعد کو اربابِ شوریٰ سے
 نہ پایا دل کو خالی حُبِ جاہ و حُبِ دنیا سے
 شبیروں نے دلایا خوفِ حق یاروں نے سمجھایا
 مگر رنگِ سیہ کاری دبانے سے ابھر آیا

نہ آئی نیند شب بھر جنگ کی اپنے مقدر سے

اٹھا وقتِ سحر گاتا ہوا یہ شجر بستر سے

سزا قتل حسینؑ پاک کی دوزخ بلا شک ہے

نہ چھوڑوں گا میں رے کو رے مری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

ادھر عبداللہ عمرو بن سعد کا بائیس ہزار لشکر کے سالاری دے کر میدان کربلا میں امام

عالی مقام کے ساتھ لڑنے کے لیے آمادہ کرتا ہے ادھر کربلا میں خراہن رباحی ایک ہزار لشکر

سے امام عالی مقام علیہ السلام کے قافلے کا محاصرہ کیے ہوئے ہے یکا یک خراہن کے نام پیغام آتا ہے

کہ حسینؑ ابن علیؑ کے قافلے کے ساتھ کسی قسم کی کوئی مروت نہ برتی جائے اگر تم نے انہیں

کسی قسم کی سہولت پہنچائی تو تمہیں سخت سزا دی جائے گی تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری حرکت

سے بے خبر ہوں میں نے تمہاری نگرانی کے لیے جاسوسوں کا خفیہ دستہ مقرر کر دیا ہے جو کہ

مجھے تمہارے ہر حال کی خبر ہر لمحہ آن کر دیتا رہے گا دیکھو انہیں کسی بے آب صحرا میں محصور رکھنا

کیونکہ یہ شامی حکومت کے باغی ہیں اگر انہوں نے یزید شام کی بیعت قبول نہ کی تو ہمیں ان

کا دنیا سے نام و نشان مٹانا ہے کیونکہ مسلمانوں کے امیر کی مخالفت دین کی مخالفت ہے ادھر

خراہن کو یہ حکم تھا۔

دعائے زمین کربلا

زمین کربلا نے ذاتِ باری سے دعا مانگی

اب تک آبروئے دہر حق سے بر ملا مانگی

بعد آہ و نغاں کی التجا اے حضرت باری

جہاں میں ہو چکی مری بہت کچھ ذلت و خواری

یہ مانا ہے کہ جہنم کو بھی نفرت نام سے میرے

ٹپکتا ہے لہو ذراتِ خوں آشام سے میرے

نہ مانا ہے جہنم ذرہ ذرہ میری وادی کا

بلا شک ہوں میں مرکز دو جہاں کا نامراد کی کا

یہ مانا آتشِ نمرود مجھ میں شعلہ افشاں ہے

بلا شک گوشہ دامن میرا دوزخ بداماں ہے

یہ مانا باعثِ ننگِ زمانہ ہے میری ہستی ہے

بلا شک مجھ پہ ذلت اورِ گردوں سے برستی ہے

یہ مانا میں ہوں مجموعہ جہاں بھر کی بُرائی کا

بجا ہے مجھ پہ طعنہ اے خدا تیری خدائی کا

مگر یہ ذلتیں آخر لا لغلمیں کب تک

رہے گی خوار و رسوا کربلا کی سرزمین کب تک

ازل سے آج تک ساری خطاؤں کی سزا دے دے

مجھے تعزیر جو مرضی ہو تری اے خدا دے دے

مجھے منظور ہر پاداش ہے اے خالقِ اکبر

مگر رحمت سے اپنی میرے مستقبل کو روشن کر

میرے تاریک ماضی کا مجھے نعم البدل دے دے

مجھے عشقِ محمد مصطفیٰ (ﷺ) اے عزوجل دے دے

نبی (ﷺ) کا عشق اہل بیت کی سچی محبت دے

الہی پنجتن آلِ عبا کی مجھ کو الفت دے

ترے محبوب کے محبوب کی اولاد کے دشمن

عدوئے دین و ملت سید الافراد کے دشمن

عبداللہ عمرو بن سعد کا جنگِ آزما لشکر

ہلاکت آشنا لشکرِ خدا آسفا لشکر

حسینؑ پاک سے برسرِ پیکار ہو یا رب

پریشان جب سپاہِ عزت اطہار ہو یا رب

مجھے مرحمت اُس وقت وہ جوشِ خدا کاری
مری شعلہ فشانے سے ہو جلا کر خاک ہر تاری

اماں دے میرا ذرہ فدا کاراںِ حیدرؑ کو
غبار اٹھ کر چھپا لے خیمہ ہائے آلِ اطہر کو

نثارِ آلِ اطہر کربلا کا ذرہ ذرہ ہو
قد مبوی حسینؑ ابنِ علیؑ کی روز مرہ ہو

الہی اب یہ مری التجا مقبول فرما لے
دُعائے کربلا کو اے خدا مقبول فرما لے

دوسرا دن

جب صبح نے اپنی روشنی سے تمام جہاں کو گھیر لیا درختوں پر جانور خدائے لم یزل کی حمد و
ثنا میں مشغول ہو مسجدوں میں گونجی، عادل افغانوں نے عدل کی ترازو سنبھال ظالموں نے ظلم
و ستم کے ہتھیار جسموں پر لگائے نمازیوں نے مسجدوں کی طرف پیش قدمی کی غازیوں نے
باری تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعا مانگی سخی لوگوں نے سخاوت کے دروازے کھولے عابدوں
نے اپنے رب کی عبادت کی متقی لوگوں نے تقوے کے میدان میں قدم رکھا رب سے ڈرنے
والوں نے اپنے رب سے پناہ مانگی حق پرستوں نے کلمتہ الحق کا اعلان کیا باطلوں نے جھوٹ
و فریب کے پردے آنکھ پر ڈالے دنیا کے دیوانوں نے بازارِ دنیا کی طرف نظر ڈالی فاسق و
فاجر نسق و فجور میں مصروف ہوئے عبداللہ اٹھا

چلا گھر سے عمرو بن سعد جب دارالامارت کو
کبھی کہتا تھا دل چھوڑ دے رے کی حکومت کو

قیامت کا اُسے رہ رہ کے منظر یاد آتا تھا
مگر رے کی حکومت دیکھتے ہی بھول جاتا تھا

ہوا دربار میں عامل کے حاضر معذرت کر دی
کہا لڑنا حسینؑ ابنِ علیؑ سے بس ہے نامردی

ہیں وہ مہمان بھی مظلوم بھی تنہا بھی آئے ہیں
عقیدت مند ان کے ساتھ چند اپنے پرانے ہیں

اگر ان سے لڑائی ہر طرح منظور ہے تجھ کو
فضائے امن سے نفرت ہی گر مغرور ہے تجھ کو

معافی دے مجھے مامور کر اصحاب دیگر کو
کہ شوقِ جنگ ہے اکثر شرف خواہاں لشکر کو

سنی جب معذرت جھلا کر بولا ابنِ مرجانا
ابھی لا پھر دے رے کی جہاں بانی کا پروانہ

پہاں تھی ملک رے کی سلطنت کی آرزو دل میں
کیا یہ عہد ابنِ سعد نے دربارِ عامل میں

مجھے رے کے ابنِ زیاد اتنا نہ رسوا کر
لڑوں گا میں ابنِ علی سے کربلا جا کر

عمرو نے ساتھ لے بارہ ہزار فوج کا دستہ
لیا کوفے سے دشتِ کربلا کا دفعتاً رستہ

غرض اُس فوجِ خوں آشام کو وہ ساتھ میں لایا
سرِ کربلا وہ لڑنے کو علیؑ کے لعل سے آیا

ڈبویا نامِ لالچ کی بدولت دین و ملت کا
بُرا ہو کیا بُرا انجام تھا رے کی حکومت کا

شامی فوجوں کی کربلا آمد

چنانچہ عمر بن سعد بارہ ہزار افواجِ شامی لے کر میدانِ کربلا میں پہنچتا ہے اور لشکر کو ہر
طرح درست کر کے عمرو بن سعد امامِ عالی مقام کی خدمت میں ایک خط لکھتا ہے ابنِ سعد
کے خط کا مطلب یہ ہے کہ کسی طرح امامِ عالی مقام کو یزید کی بیعت پر راضی کر لیا جائے
تا کہ قتل و غارت کا دروازہ بھی بند رہے اور میرے ہاتھ سے رے کی حکومت بھی نہ نکلنے

پائے اور پیشانی پر ناحق خون کا داغ بھی نہ لگے جب خط کا مضمون تمام ہوا تو ابن سعد نے ایک سمجھ دار قاصد کو بلایا اور اُس کو خط دے کر تاکید فرمائی کہ امام عالی مقام کی بارگاہ میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ جانا قاصد یہ حکم سن کر امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہونے کو چلا۔

نامہ و پیام

عمرو کا ایلچی جب خدمت سرکار میں آیا
مراتب عزت و تعظیم کے سارے بجا لایا

عمرو کا خط دیا آ کر ادب سے سرورِ دیں کو
پڑھا سرور نے فوراً خط کے سب مضمون رنگیں کو

لکھا تھا خط میں بندہ آپ کا دل سے فدائی ہے
مگر مجبور ہے آمادہ جنگ آزمائی ہے

ابھی موقعہ ہے جو ارشادِ والا ہو بجا لائے
کرے تعمیل اُس کی حکم جو سرکار کا پائے

کہا قاصد سے ابن سعد نے کہنا کہ اے بھائی
جماعت مری یہ کب عزم سے اپنے یہاں آئی

امام دوسرا نے پڑھ کے خط قاصد سے فرمایا
کہ لڑنے کے ارادے سے میں کربل میں نہیں آیا

بلایا جب مجھے اشرافِ کوفہ نے تو آیا ہوں
اجازت ہو اگر تو آج ہی واپس چلا جاؤں

الغرض امام عالی مقام نے قاصد سے کہا کہ عمرو بن سعد سے کہنا کہ میں اور مری
جماعت لڑنے کے لیے یہاں نہیں آئی ہے میں کب چاہتا ہوں کہ بندگانِ خدا کا قتل ہو اور
مسلمانانِ عالم کی جماعت میں افرتفری پھیلے اور اسلام کی تاریخ پر بدنما داغ لگے امام عالی
مقام کا یہ زبانی پیام لے کر قاصد سالار لشکر کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام کیفیت امام عالی

مقام کے پیام کی عمرو بن سعد کو پیش کر دی عمر بن سعد نے جلاد ابن زیاد کو امامِ حق کے ارادے سے کرنے کو ایک عرضی لکھی اور لکھا کہ امامِ دوسرا حسینؑ ابنِ علیؑ یہاں سے واپس جانے کو تیار ہیں بہتر ہے کہ اُن کا راستہ کھول دیا جائے تو ابھی اپنے وطن کو تشریف لے جائیں کیونکہ وہ یہاں خود نہیں آئے انہیں بلایا گیا جب آئے اور نہ ہی ان کا لڑنے کا ارادہ ہے اور اُن کو منت سماجت سے یہاں بلایا گیا ہے یہ انسانی اصولوں سے کوسوں دور ہے کہ انہیں یہاں بلا کر اُن پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جائیں مری بھی یہی رائے رہے کہ امامِ حق جب صلح پر آمادہ ہیں تو ناحق اہل بیتِ مصطفیٰ ﷺ کو کیوں ستایا جائے اسے عاملِ کوفہ یہ موقعہ غنیمت ہے اس سے فائدہ اٹھا اور مصطفیٰ ﷺ کی آل کے خون سے اپنے ہاتھوں کو نہ رنگ دنیا ہمیں لیا کہے گی قیامت کے دن شافعِ محشر کو کیا منہ دکھائے گا خدا را مری اس رائے کو مان لے اور حسینؑ ابنِ علی سے صلح کر لے اپنی عاقبت کو برباد نہ کر مرنا ضرور ہے رسولِ خدا کے سامنے جانا ہے ہوش و ہواس سے کام لے خط کو قلمبند کر کے قاصد کو دیا اور کوفہ کو روانہ فرمایا قاصد نے کوفہ پہنچ کر ابنِ مرجانا کو خط دیا اُس نے ابنِ مرجانا کو خط دیا اُس نے خط پڑھ کر

عریضہ سُن کے ابنِ سعد کا یہ حکم لکھوایا
حسینؑ ابنِ علیؑ بیعت یزید شام کی کر لیں

اگر راضی ہوں بیعت پر تو پھر لے کر حراست میں
انہیں حاضر کرو فی الفور ایوانِ حکومت میں

مگر میں جانتا ہوں ایسا ہرگز ہو نہیں سکتا
پس حیدرؑ کا اپنے گھر کی عظمت کھو نہیں سکتا

نہ مانیں حکم گو یہ تو تم اُن پر سختیاں کرنا
ہر اک راحت کا اُن کے واسطے پابندیاں کرنا

نہ کرنا پاس مطلق اُن کے کچھ حسب و نسب کا تم
ہر اک در کھول دینا اُن پر دنیا کے غضب کا تم

سرِ میداں صفِ آلِ عبا پر تیغِ رانی ہو
رفیقانِ حسینؑ ابنِ علی پر بندِ پانی ہو

انہیں بھوکا پیاسا دشتِ غربت میں رکھا جائے
کوئی موقعہ نہ اطمینان کا اُن کو دیا جائے

یزید شام کو اولوالامر جب تک نہ وہ مانیں

سروں پر اُن کے جب تک رہنا تم شمشیر کو تانیں

کسر باقی نہ رکھنا کچھ بھی اُن پر ظلم ڈھانے کی

زمانہ کچھ کہے پروا نہ کرنا تم زمانے کی

مُبادہ تنگ آ کر مان لیں شامی حکومت کو

بڑھا دیں ہاتھ اپنا وہ شہہ شامی کی بیعت کو

کٹے دو چار دن تو غدروختِ خط کتابت میں

رہے مصروفِ خدامِ رسالت سب عبادت میں

عمر و بن سعد کی باتیں

ادھر تو ابن سعد دل میں خوش ہو رہا ہے کہ قتل و غارت سے بھی بچ گیا اور رے کی حکومت بھی ہاتھ سے نہ گئی ادھر ابن زیاد عاملِ کوفہ نے جب عمر و بن سعد کا تمام عریضہ سن لیا تو حکم لکھوایا کہ ابن سعد! اگر حسینؑ ابن علیؑ صلح کے لیے تیار ہیں تو ان سے کہو کہ وہ یزید شام کی بیعت کر لیں اگر وہ یہ حکم نہ مانیں تو اُن کو قتل کر دیا جائے اگر مان جائیں تو حراست میں لے کر دربار میں حاضر کرو جب یہ حکم نامہ مرتب ہو گیا تو قاصد کو دیا اور زبانی یہ حکم دیا کہ حسینؑ ابن علیؑ اگر اس حکم کو نہ مانے تو ہمیں فوراً اطلاع دی جائے جب یہ حکم نامہ لے کر قاصد ابن سعد کے پاس پہنچا ادھر عبداللہ ابن زیاد عمرو بن حجاج کو پانچ سو افواج کے دستہ کا سالار مقرر کیا اور حکم دیا کہ جا کر فرات کو گھیر لے خبردار حسینؑ ابن علیؑ کے قافلے میں ایک بوند پانی نہ جانے پائے یہاں تک کہ وہ تنگ آ کر یزید کی غلامی کے لیے تیار ہو جائیں دوسری بات یہ ہے کہ اُن کو کمزور بنانا ہے کیونکہ ہاشمی شیروں سے لڑنا درحقیقت موت سے لڑنا ہے اسی لیے یہ بندش آب کا حکم دیا گیا ہے کہ رفیقانِ حسینؑ دو تین دن پیاسے رہیں تاکہ اُن کی طاقت گھٹ جائے اور اُن کے حوصلے پست ہو جائیں اور میدان میں لڑنے کے قابل نہ رہیں۔

نظم نہر فرات اور فوج یزید

بحکم میر لشکر عمرو بن حجاج کا لشکر
صف آرا ہو گیا خنجر بکف ہوئے فرات آ کر
یہ دستہ پانچ سو افراد کا تھا سخت غارت گر
کیا اُن ظالموں نے بند پانی آل اطہر پر

یہ کیسا پُرستم کیسا یہ ہیبت ناک منظر ہے
ہے پانی بند اُن پر ملک جن کی حوض کوثر ہے
ہوا جب ختم پانی خیمہ ہائے آل اطہر کا
گھٹا دم تشنگی سے نونہالان پیغمبر کا
علم برادر اُمت حضرت عباس بن حیدر
بڑھے چالیس کس کا ساتھ لے کر مختصر لشکر

تھے ہیں افراد مشکینزے لیے خنجر بکف آگے
حفاظت کے لیے تھے ہیں ارباب شرف آگے

کہا جب نعرہ تکبیر مل کر سب نے میدان میں
ہزیمت چھا گئی اعدا کی افواج پریشاں میں
ہوا صرف ہزیمت عمر بن حجاج کا دستہ
ہراک غازی نے بھر کر مشک کو گھر کا لیا رستہ

مبارک باد دی سرکار نے فوج حجازی کو
کیا اہل فلک نے مرحبا عباس غازی کو
جو انان عرب زور یدالہی کے پیکر تھے
پئے اعدا پیام مرگ یہ غازی دلاور تھے

ہزیمت کو آگے پیچھے کو نہیں حجاج کی فوجیں
نظر آنے لگیں بے پردہ نہر آپ کی موجیں

چلے خیمے کی جانب بھر کے مشکیزوں میں جب پانی
 عقب سے دشمنانِ دین نے کی تیر بارانی
 ہوئے تیروں کی زد سے زخمی گویا بند مشکیزے
 مگر محفوظ پھر بھی رہ گئے تھے چند مشکیزے
 حجازی ہاشمی جب ہاتھ میں خنجر اٹھاتے تھے
 ترانے فتح و نصرت کے فرشتے مل کے گاتے تھے



باب نمبر 5

بندشِ آب کا ہولناک منظر

ادھر امام عالی مقام کے پیشِ نظر بندشِ آب کا ہولناک منظر ہے ادھر عمرو بن سعد کے پاس ابن زیاد کا جو حکم نامہ آتا ہے کہ امامِ دوسرا اگر یزید کی بیعت پر راضی ہوں تو انہیں حراست میں لے کر دربار میں پیش کرو اگر نہ مانیں تو ان سب کو نہایت بیدردی کے ساتھ بھوکا پیاسا قتل کر دیا جائے القصد امام عالی مقام نے جب پانی کی بندش سے اہل بیت کی پریشانی ملاحظہ فرمائی تو آپ نے ایک پیام عمر بن قرظہ کے ہاتھ ابن سعد کو بھیجا اس پیام میں لکھا تھا کہ اے فرزندِ سعد تم آج کسی وقت رات کو مجھ سے آکر ملاقات کر لو امامِ حق کا یہ بھی سعد کو رات کے وقت اپنے پاس بلانا اس لیے نہیں تھا کہ آپ پیش آنے والی آفتوں سے گھبرا گئے تھے نہیں نہیں بلکہ اس لیے تھا کہ آنے والی قومِ مسلم صلح اور امن کی راہوں سے خوب اچھی طرح واقف ہو جائے اور یہ بات آفتاب سے زیادہ زمانے میں روشن ہو جائے کہ امامِ دوسرا نے اپنی طرف سے جنگ کی کوئی صورت پیدا نہیں کی دوسری وجہ یہ تھی کہ آج کل کے جدت پسند یہ نہ کہیں کہ امام عالی مقام نے گفتگو کے ذریعے صلح و اس کی کوشش نہیں کی تیسری وجہ یہ تھی کہ کوئی عذر میدانِ محشر کے لئے باقی نہ رہ جائے چوتھی وجہ یہ تھی کہ تاریخِ عالم اس بات کی شاہد رہے کہ امام عالی مقام نے یزیدیوں کو ظلم و ستم اور قیامت کی سختیوں اور دنیا کی رسوا یوں سے بچانے کی ہر چند کوششیں کی تا کہ کسی کو کسی قسم کی کوئی تنقید کا موقع نہ ملے چنانچہ امام عالی مقام کے قاصد نے ابن سعد کو امامِ حق کا پیغام پہنچا دیا ابن سعد دوسرا کا پیغام سنتے ہی فوراً چل پڑا ادھر امام عالی مقام خیمے سے باہر ابن سعد کا انتظار کر رہے ہیں اچانک سامنے سے ابن سعد در آتا ہوا نظر آیا تو امام عالی مقام بھی چند قدم آگے بڑھے اور حقِ استقبال ادا کیا اور دونوں میں بعد سلام کے گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا اور بہت دیر تک جنگ کے اصول پر بات چیت ہوتی رہی اور عمرو بن سعد نے امام عالی مقام کی ہر بات سے اتفاق

کیا اور خوشی ظاہر کی اللہ نے صلح کی راہ کو ہموار کر دیا امام عالی مقام نے فرمایا کہ میں ابھی واپس جانے کو تیار ہوں اور میں اس کے لیے بھی تیار ہوں کہ امیر شام کو اگر یہ ڈر ہے کہ میں اس کی بیعت کر لوں تو مجھے ایوانِ حکومت میں جانے دو میں خود بیعت کے سلسلے میں یزید سے گفتگو کر لوں گا امام عالی مقام کے اس جملے کا بہت سے نا فہم حضرات غلط مطلب نکالتے ہیں اور یہ کہتے پھرتے ہیں کہ امام عالی مقام نے محرم کی تین تاریخ ۲۱ھ کو یزید کی بیعت پر رضامندی ظاہر کر دی تھی یہ امام عالی مقام پر سراسر افترا ہے اور بہتان ہے اور سراسر عالی مقام پر تہمت لگانا ہے خدا ایسے خیالات سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے آمین یہاں بھی تمام حجت کا مسئلہ مد نظر ہے کیونکہ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ یزید امام حق کی صورت دیکھ کر اپنی ہٹ دھرمی سے باز آجائے اور دونوں جہاں کی ذلت و رسوائی کا مرتکب نہ بنے اور یہ بھی اشتعال ختم ہو جائے جو کہ ایوان میں حاضری کے بارے میں ہو سکتا تھا چنانچہ ابن سعد نے عامل کوفہ کو عریضہ لکھا۔

لکھا حمد و ثنا کے بعد یہ مضمون سر نامہ
کہ اب شکرِ خدا کوئی نہیں ہے خوفِ ہنگامہ

نہیں اب اختلاف رائے ہم میں اور سرور میں
ہوئی جاتی ہے ساری کشمکش یوں ختم دم بھر میں

حسینؑ ابن علیؑ اس بات پر ہیں صاف آمادہ
انہیں دار الخلافت بھیجنے کا ہم کریں وعدہ

جہاں سے وہ آئے ہیں وہاں واپس کیئے جائیں
انہیں طعنہ نہ اُن کے جوشِ ملت پر دیئے جائیں

انہیں باہم جہاں چاہیں وہاں حکم جانے کا
نہیں اس صلح میں موقعہ کوئی حیلہ بہانے کا

وہ ہیں تیار جانے کے لئے قصرِ خلافت میں
وہاں وہ پیش فرمائیں گے جو عذر بیعت میں

یہ اچھا ہے وہ ایوانِ حکومت میں چلے جائیں
 امیر شام سے خود جا کے جو چاہیں وہ فرمائیں
 خدا کا شکر ہے صلح کی یہ صورت نکل آئی
 کہ ہو جائے گی ساری ختم اب ہنگامہ آرائی
 شرائط صلح کی معقول سب معلوم ہوتی ہیں
 بقائے امن امت کا سب معلوم ہوتی ہیں
 قبول اس صلح نامہ کو اگر سرکار فرمائیں
 بیک دم جس قدر فتنے ہیں برپا سارے مٹ جائیں

ابن سعد اور ابن زیاد کی باہمی مراسلت

چنانچہ صلح نامے کی تمام تدابیر عمرو بن سعد نے تحریر کر کے ایک قاصد کے ہاتھ دار الامارت میں ابن زیاد کے پاس بھیج دیں جب قاصد ابن سعد کا عریضہ لے کر ابن زیاد کے پاس پہنچا اور پیغام صلح نامہ عبید اللہ کے نام پیش کر دیا۔ ابن سعد نے ابن زیاد کے خط کو بڑے غور سے پڑھا اور پڑھ کر بہت خوش ہوا عمر بن سعد کے مدبرانہ عمل کی بہت تعریف کی اور خوش ہو کر کہنے لگا کہ مجھے یہ صلح نامہ منظور ہے کہ امام عالی مقام خود دربار میں صلح کے لیے بیعت کے سلسلے میں امیر شام سے گفتگو کر لیں پھر امیر شام جانیں اور امام عالی مقام جانیں ہمارے سر سے ناحق خون کے بادل چھٹ جائیں گے اور ہم ظلم و ستم ڈھانے سے بھی بچ جائیں گے اور خاندان مصطفیٰ ﷺ کے ناحق خون کا ٹیکہ بھی ہمارے ماتھے پر نہ لگے گا مگر اس وقت دربار میں شمر ذی الجوشن موجود تھا جس کے خمیر میں اہل بیت پاک کی دشمنی کی گھٹی پڑی ہوئی تھی اس نے ابن زیاد کی یہ صلح کی باتیں سن کر فوراً کہا کہ اے عامل کوفہ تجھے معلوم نہیں اس میں کیا راز ہے مجھے اس کی پوری خبر ہے ابن سعد راتوں کو چھپ چھپ کر امام عالی مقام سے جا جا کر ملتا ہے اور حسینؑ ابن علیؑ کو اپنا رہنما سمجھتا ہے تو بے عقل ہے عقل سے کام لے غور کر یہ یہاں زندہ چھوڑ دیئے گئے۔

یہاں سے ہٹتے ہی ہو جائے گی قوت انہیں حاصل
 قلوب امت اسلام ہیں ان کی طرف مائل

خدائی اُن کے اخلاق و شمائل کی ہے گرویدہ
ہے دنیا اُن کی شکلِ پاک کی مشتاقِ نادیدہ

غضب ہو جائے گا اگر صلح پر دیدی رضا مندی
یہ بہتر ہے کہ فوراً بھیجے احکامِ پابندی
کہی یہ بات بھی اک شمر نے کونے کے عامل سے
انہیں منظور ہے گر بیعت یزید شام کی دل سے

ہیں بیعت یزید شام کا اقرار ہو جائے
کہ مخفی داز ہے جو اُس کا بھی اظہار ہو جائے
حقیقت جو چھپی ہے اس میں وہ کھل جائے گی ساری
اب آگے تری مرضی ہے جو چاہیے حکم کر جاری

عبید اللہ پر شمر لعین کا چل گیا جادو
کیئے احکام جاری ہو گیا غصے سے بے قابو

القصہ شمر لعین کی مکاری کے جال میں ابن زیاد کو پھانس لیا نہایت غضبناک ہو حکم
جاری کرتا ہے کہ اے ابن سعد تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں امیر شام کی طرف کوفہ کا حاکم
علی ہوں اور مجھے اندرونی اور بیرونی تمام کوفے کے اختیارات حاصل ہیں اور فوج کا سارا
نظام میرے ہاتھ میں ہے اور تجھ کو امیر شام نے میرا محکوم بنایا ہے میں امیر شام کی طرف
سے ترا حاکم ہوں تجھے نینوا کی فوج کا جو افسر بنا کر کربلا میں بھیجا ہے کہ تو ڈھیل دیتا ہے
اور دن بڑھاتا رہے اور حسین کا وکیل بن کر حسین کی سلامتی کے لیے کوشش کرے تجھے تو
اس لیے بھیجا ہے کہ تو حسین ابن علی کو ہر طرح کی تکالیف میں مبتلا کر کے امیر شام کی
بیعت پر مجبور کرے تجھے جنگ کرنے کو بھیجا ہے نہ کہ صلح کا ثالث بنا کر بھیجا ہے تجھے یہ
چاہیے تھا کہ تو بحیثیت محکوم ہونے کے فوراً حکم کی تعمیل کرتا میں تجھے بحیثیت حاکمِ اعلیٰ کے
حکم دیتا ہوں۔

سر میدان مرے احکام کی تعمیل ہو فوراً
حسین پاک ہے باغی امیر شام کا دشمن

جو ہوں ممکن مظالم اُن کے لشکر پہ کیئے جائیں
مصائب پر مصائب پے در پے اُن کو دیئے جائیں
ہوں اتنی سختیاں اُن پر کہ تنگ آ جائیں جینے سے
نکل جائے امامت کا تخیل اُن کے سینے سے

اگر قرار بیعت وہ امیرِ شام سے کر لیں
بالفاظِ دگر تو بہ نمود و نام سے کر لیں
تو اُن کو باندھ کر زنجیر سے لاؤ حراست میں
کرو حاضر انہیں فوراً ہی ایوانِ حکومت میں

نہ مانے اس ہمارے حکم کو گر وہ کسی صورت
کرو فی الفور بے تکلف قتل و غارت
سر اُن کے کاٹ کر دربارِ عامل میں رواں کر دو
کچل دو اُن کی لاشیں اُن کے بے نام و نشان کر دو

مرے اس حکم کی تعمیل فوراً تم نے گر کر دی
عطا ہوں گے تمہیں بے حد خطاباتِ جواں مردی
نہ لڑ سکتے ہو تم ان سے اگر میدان میں جا کر
تو رہ سکتے نہیں تم نینوا کی فوج کے افسر

امان ہرگز سر میدان انہیں تم دے نہیں سکتے
بطورِ خود امان دے کر امان میں لے نہیں سکتے

اشتباہِ جنگِ شمر کا حکم نامہ لے کر آنا

چنانچہ یہ احکامات تمام تحریر فرما کر شمر ذی الجوشن کو دیئے جن کے اندر یہ حکم تحریر تھا کہ
ابن سعد اگر تم حسینؑ ابن علیؑ سے نہیں لڑ سکتے ہو تو خود کو معزول سمجھو اور سپہ سالاری کے تمام
اختیاراتِ شمر ذی الجوشن کے حوالے کر دو اور حکومتِ رے کے تمام کاغذاتِ شمر کو دے دو
خلافِ عامل تم کچھ نہیں کر سکتے تف ہے تمہاری بہادری پر منسبِ اعلیٰ پر کہ تم ایسے بہادر ہو کر

لڑنے سے ڈرتے ہو اور ابھی تک صلح کے میدان میں دوڑتے ہو تمہیں تو لڑائی کے میدان میں بہادری کے جوہر دکھانے کو بھیجا تھا اور زبانی شمر کو تاکید کر دی کہ ذرا ہوشیاری سے کام لینا عیاری سے کام لینا عیاری اور جاسوسی کا لباس پہن کر جانا اور پہلے نرمی سے کام لینا اور ابن سعد کو اپنی عیاری کے پھندے میں پھانس لینا شمر یہ سب سن کر کربلا کے میدان پہنچتا ہے اور حکم نامہ ابن سعد کو دیتا ہے۔

نظعمرو بن سعد نے جب پڑھ لیا سارا ہی وہ نام
ہوا غصے سے لڑزاں بے تحاشا صورتِ خام

کہا افسوس ظالم فتنہ پرور ابن مرجانا
نہ سمجھا صلح کے انجام کو آخر نہیں مانا

گزارش شمر نے کی مصلحت سے بے خبر ہو تم
ہے دشمن سامنے دشمن سے ناواقف مگر ہو تم

نگاہِ قہر سے دیکھا عمرو نے شمر کی جانب
نظر آیا اُسے یہ شمر کشت و خون کا طالب

کہا اے شمر یہ سب آگ تری ہی لگائی ہے
تیری فطرت میں پنہاں جذبہ جنگ آزمائی ہے

عبید اللہ کو تو نے ہی اے شیطان بہکایا
یہ فعلہ جنگ کو تو نے ہی اُس کے دل میں بھڑکایا

مجھے معلوم ہیں اے شمر تیرے سارے منصوبے
ارادے سب ہیں ظالم تیرے کشت و خون میں ڈوبے

خوشامد سے عمرو کو شمر نے نرمی سے سمجھا کر
کیا غصے کو اُس کے سرد اپنی چال میں لا کر

کہا سلطان کہلاتے ہو تم رے کی حکومت کے
ہیں ملکِ شام میں چرچے تمہاری شان و شوکت کے

بتاؤ یہ برائے جنگ اب کرنا تمہیں کیا ہے
کہا فوراً ہی ابن سعد نے دشمن سے لڑنا ہے

فرد ہوتے ہیں فتنے زباں کے تیغ و خنجر سے
بلا آئی ہوئی ٹلتی نہیں ہرگز کبھی سر سے

جب صلح کی کوئی امید نہ رہی

محرم کی نو تاریخ ہے امام عالی مقام کمر سے تیغ آبدار لگائے خیمے باہر تشریف فرما ہیں اور حضرت عباس اہل بیت لیئے ہوئے جلوہ افروز ہیں اچانک حضرت عباس نے محمد ابن سعد کو خیمہ کی طرف آتے ہوئے دیکھا اور اُس کے تیور کچھ بگڑے ہوئے نظر آئے حضرت عباس نے امام برحق سے عرض کیا کہ ابن سعد خیمہ کی طرف آتا ہے اور اُس کی حالت کچھ مشتبہ معلوم ہوتی ہے امام عالی مقام نے حضرت عباس سے فرمایا کہ تم جلدی جاؤ اور اسے راستے میں ہی روکو میں بھی عقب میں آتا ہوں حضرت عباس نے کہا سرکار کو آنے کی کیا ضرورت جو وہاں تشریف لائیں میں ہی کافی ہوں اگر اُس نے ذرا سی گستاخی کی تو اُس کا ابھی سر قلم کر کے سرکار کے قدموں میں ڈال دوں گا یہ کہہ کر عباس نے اپنے گھوڑے کو بڑھایا اور ایک آن واحد میں وہاں جا پہنچے اور ابن سعد کا راستہ روک کر فرمایا کہ خیر تو ہے کہ بے وقت آنے کا کیا مطلب ہے اور چہرے پر کیوں اداسی چھا رہی ہے عمرو بن سعد نے آہستہ سے عرض کیا کہ عباس گھوڑے سے اتر کر میرے پاس آؤ حضرت عباس یہ بات سن کر گھوڑے سے اتر کر عمرو کے پاس تشریف لے گئے تو ابن سعد نے ایک خط حضرت عباس کو دیا جو کہ عامل کوفہ کا حکم نامہ تھا جو ابن سعد کو بھیجا گیا تھا ابن سعد نے خط لے کر کہا کہ یہ خط پڑھ کر اس کا سارا مضمون امام پاک کو سنا دو اور جو بھی امام عالی مقام اس خط کے جواب میں ارشاد فرمائیں مجھے آن کر کہہ دو جاؤ جلدی جاؤ حضرت عباس نے اُس خط کو پڑھا تو قیامت کا منظر نظر آیا صلح کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں عباس نے اس خط کا مضمون پڑھ کر امام عالی مقام کو سنایا خط کے مضمون کو سن کر امام عالی مقام کی آنکھوں سے آنسو اُمٹ آئے اور حضرت عباس سے فرمایا کہ ابن سعد سے کہہ دو کہ ایک رات کی مہلت دے دے تاکہ ہم اپنے پروردگار سے

استغفار کر لیں حضرت عباس نے یہ پیغام امام عالی مقام کا ابن سعد کو پہنچا دیا ابن سعد لوٹ کر اپنے لشکر میں آیا اور شمر سے کہا کہ امام حق ایک رات کی مہلت طلب کرتے ہیں شمر نے کہا آپ کو اختیار ہے مگر باغی کو مہلت دینا جرم ہے اس پر بہت سے لوگوں نے کہا کہ اگر ویلم کے باغی ایک رات تو کیا دو رات بھی مہلت مانگتے تو دے دی جاتی اور اس کو کوئی بھی جرم نہ کہنا قیس بن اشعث نے کہا کہ مہلت ایک یہانا ہے صبح کو طبلِ جنگ بجانا ہے ادھر امام عالی مقام نے تمام افراد کو جمع کیا۔ (طبری جلد ۱۰-۱۲۹۶ ابن اثیر صفحہ ۳۰)

الغرض امام عالی مقام علیہ السلام نے اپنے تمام رفیقوں کو جمع کر کے پہلے مغرب کی نماز ادا کی محرم کی ۹ تاریخ ہے اور امام عالی مقام یہ آخری نماز پڑھا رہے ہیں نماز سے فارغ ہو کر امام عالی مقام نے اللہ سے دعا کی اور فرمایا۔

فضا میں خونِ ناحق کی جھلک معلوم ہوتی ہے
زمین سے نا اُمیدی تا فلک معلوم ہوتی ہے

زمینِ کربلا پر دوسرا یہ پنجشنبہ تھا
ہر اک غازی تھا حیراں ہر مجاہد کو اچنبا تھا

محرم کی تھی ۹ تاریخ سورج چھپنے والا تھا
ابھی پھیلا ہوا ہلکا سا ہر جانب اجالا تھا

منادی نے صدا دی خیمہ ہائے پاک کے باہر
چلو اے سرفروشانِ وفا خطبہ سنو چل کر

ابھی مغرب سے پہلے حکم ہے سرکارِ والا کا
سنایا جائے گا پیغام تم کو حق تعالیٰ کا

سنی آواز یہ جس دم ہوئے خورد و کلاں حاضر
خدا کی باتیں سننے کو ہوئے پیرو جواں حاضر

ادب سے جھک گئے سرفروشانِ محبت کے
چلے جھونکے فضاؤں میں نسیمِ شامِ جنت کے

بیاں حمد و ثنا کی پہلے فرزندِ پیبر نے
کیا ارشاد اُس کے بعد یہ زہرا کے دلبر نے

کہا اے میرے ہمراہ آنے والو اے خدا والو
مری باتیں سنو دل سے لے مرے مصطفیٰ (ﷺ) والو

تمہیں معلوم ہے کل صبح روزِ محشر ہے
تمہارا دشمنِ جاں شام کا یہ سارا لشکر ہے

یزید رو سیاہ تھا مرے خوں کا پیاسا ہے
اُسے غم ہے حسین کیوں محمد (ﷺ) کا نواسا ہے

تمنا ہے رہ حق میں مری یہ جان نکل جائے
مصیبت آنے والی سب تمہارے سر سے ٹل جائے

نہیں میں چاہتا مرے سبب تم پر آئے آفت
ابھی موقعہ ہے تم سب کو ابھی شب بھر کی ہے مہلت

اجازت باخوشی دیتا ہوں تم کو لوٹ جانے کی
نہ جانے رنگ کیا بدلے ہوا کل اس زمانے کی

بہت جلدی کرو تم اپنے اپنے گھر چلے جاؤ
مصائب آنے والے جو ہیں اُن سے مخلصی پاؤ



باب نمبر 6

امام عالی مقام علیہ السلام کا اپنے رفقاء میں خطبہ

امام عالی مقام علیہ السلام تمام رفیقوں میں یہ تقریر فرما رہے ہیں کہ یزید ناخلف صرف مرے خون کا پیاسا ہے فقط مجھ سے ہی اپنی بیعت کا طالب ہے اور اُس کی نظر میں سب سے بڑا دنیا بھر میں ایک ہی بڑا دشمن ہوں تم لوگوں سے اُس کو کچھ دشمنی نہیں ہے میں تم سب کو باخوشی بارضا و رغبت اجازت دیتا ہوں کہ تم سب اپنے اپنے گھر واپس چلے جاؤ مری وجہ سے مصیبت کا بار اپنے سر پہ نہ اٹھاؤ مری دلی تمنا یہ ہے کہ پروردگار عالم اپنی راہ میں تنہا مری جان قبول فرما کر تم سب کو آنے والے مصائب سے بچادے اور تم کو ہمیشہ خوش و خرم اپنے دن پر قائم رکھے اور ساتھ ایمان تم کو دنیا میں زندہ رکھے اور میری ایک جان کی قربانی کو خداوند قدوس طفیل مصطفیٰ ﷺ مقبول فرمائے اور مرے دوستو اور بھائیو ابھی وقت ہے اس رات کی مہلت ہے صبح کو میدان حشر کا منظر نظر آئے گا بس جلدی کرو اپنے گھروں کو واپس ہو جاؤ

ادھر سرکار والا جاہ کی تھی گفتگو جاری

ادھر آنکھوں سے تھا ہر سننے والے کی لہو جاری

بھتیجے بھائی بیٹے اقربا احباب بیگانے

ہوئے جاتے تھے روتے روتے فرط غم سے دیوانے

کہا سرکار والا جاہ نے اولادِ مسلم سے

شہید عشقِ حق تعالیٰ ارم آبادِ مسلم سے

خداراہ جاؤ تم جیتے رہو تم رہتی دنیا تک

ہو تم میرے جگر کا چین میری آنکھوں کی ٹھنڈک

کہا اولادِ مسلم نے ادب سے اے شہہ والا

ہوئی دنیا ہماری بعد مسلم تہہ و بالا

دکھائے دن نہ وہ ہم کو خدا ہم بعد حضرت کے
رہیں زندہ جہاں میں اور دن دیکھیں مسرت کے

کہے گی کیا عقیل پاک کی اولاد کو دنیا
کہاں جا کر رہیں گے چھوڑ کر ہم آپ کو تنہا
خدا کو کیا ہم اپنا منہ دکھائیں گے سر محشر
چلے جائیں گے سر میدان جو تم کو چھوڑ کر سرور

کہا سرکار یہ شیوا نہیں ہے با وفاؤں کا
کہ ہٹ پیچھے کو جائیں دیکھ کر طوفاں جفاؤں کا
سر میدان بدلائیں گے ہم مسلم کا دشمن سے
ہم اس کے بدلے کر دیں گے ہزاروں سر جداتن سے

کہا ہر فرد نے بڑھ کر ہرگز نہ جائیں گے
ملائیں گے عدو کو خاک میں یا سر کٹائیں گے

نوجوانانِ اہل بیتِ مصطفیٰ ﷺ کی آخری رات:

امام عالی مقام اور سرفروشانِ اسلام میں ۹ محرم پنجشنبہ کی رات ہے جو کہ جوانانِ اہل
بیتِ مصطفیٰ ﷺ کی آخری رات تھی جس رات میں نونہالانِ مصطفیٰ ﷺ جگر کوشانِ مرتضیٰ
بازار امتحان سے دائمی زندگی کے گوہروں کی خریداری کے لیے اپنی جان اور قسمت کا اندازہ
کر رہے تھے سب کی نگاہیں شہادت کے دروازے پر جمی ہوئی تھیں بہارِ خلد حورانِ جنت کی
کشش اپنی طرف کھینچ رہی تھی امامِ حق فرزندِ مسلم اور مسلم کے بھائی سے فرما رہے تھے کہ تم
میرے شہید بھائی مسلم کی نشانی ہو میرے دل کی شادمانی ہو اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے
جاؤ یہ سن کر ہر ایک نے کہا کہ ہم بازارِ امتحان سے اپنی جان نقد دے کر دائمی زندگی کے
گوہر خریدیں گے ہر فرد اپنے جذبہٴ جہادِ عشق کا مظاہرہ کر رہا تھا اور شہادت کے نشے میں
سرشار تھا کہ خطیبِ کوفہ مسلم بن عویسہ اٹھ کر فرماتے ہیں۔

خطیب کوفہ اٹھے لے کے دل میں جوش ایمانی
پڑھیں آغاز میں پہلے تو کچھ آیات قرآنی

نہایت جوش میں تقریر کی محفل کو گرمایا
شہادت کا مکمل فلسفہ لوگوں کو سمجھایا

کہا تخلیق انساں خود دلیل مرگ جانی ہے
مدار زندگی یہ ہے جو پیدا ہے وہ فانی ہے

مٹانا چاہتا ہے حق کو باطل زور طاقت سے
ہمیں حق کی مدد کرنا ہے امکانی شجاعت سے

ہمارے ہاتھ میں جب تک سنان و تیغ و خنجر ہے
ہمارے سامنے جب تک یہ باطل کا لشکر ہے

جہاں تک دست و بازو کام دینگے کام ہم لیں گے
نہ ہرگز اک قدم ہٹنے کا پیچھے نام لیں گے

کہا آقا ابھی ہم سرفروشوں میں وہ ہمت ہے
ہمارے جوش پر موقوف دشمن کی ہزیمت ہے

عجب تیور سے ابن عوسجہ تقریر کرتے تھے
نکل کر منہ سے فقرے قلب کو تسخیر کرتے تھے

ہوا اک جوش تازہ آپ کی تقریر سے پیدا
صدائے مرحبا تھی خنجر و شمشیر سے پیدا

اٹھے غازی مجاہد تیغ بر کف یا علی کہہ کر
کہا مرنے کو ہم حاضر ہیں اے لخت دل حیدر

چمک کر خود بخود تلوار جھومی ہر مجاہد کی
شجاعت کی زباں نے تیغ چومی ہر مجاہد کی

خطیب کوفہ مسلم بن عوسجہ کی تقریر نے سرفروشان اسلام میں ایک نئی روح پھونک دی
رگ و ریشہ میں خون شہادت گردش کرنے لگا بازوؤں میں حرکت پیدا ہوئی قدم میدان جہاد

میں جانے کے لیے بے قرار ہونے لگے تلواریں میانوں میں تڑپ اٹھیں ہر مجاہد نے امام عالی مقام کے قدموں پر ہزار جان قربان کرنے کا اظہار کیا شبِ عاشورہ کی کیفیت عجب تھی۔

شبِ عاشورہ دشتِ کربلا کا تھا عجب منظر
کہ تھے دو خیمہ زن میدان میں دو مختلف لشکر

بہتر (۷۲) ہے ادھر تعداد دیکھو حق پرستوں کی .

ادھر ہے فوج کچھ اک لاکھ سے کم چہرہ دستوں کی

ادھر خیموں پہ رحمتِ عرشِ اعظم سے برستی ہے

ادھر دوزخ میں جانے والوں کی آباد بستی ہے

ادھر ہر لفظ ارمانِ شہادت میں ترقی تھی

ادھر ساعت بہ ساعت خوابِ غفلت میں ترقی تھی

ادھر کیفِ شہادت کی تھی سرمستی و سر جوشی

ادھر تھی کوفیوں کی فوج میں ہر سمت سے نوشی

ادھر مسروق نے بڑھ کر ازاں دی نور کے تڑکے

ادھر شعلے نفاق و دشمنی کی آگے کے بھڑکے

ادھر کر کے تیم خیمے سے غازی نکل آئے

ادھر میدان میں شامی لے کے خود اپنی اجل آئے

ادھر فرضِ خداوندی ادا ہوتا ہے میدان میں

ادھر ہیں گشتِ و خون کے مشورے فوجِ لعیناں میں

ستارے چھپے جاتے تھے فلک کے جیب و داماں میں

طلوعِ صبح کے آثار ظاہر تھے بیاباں میں

ہوئے فارغ نماز با جماعت سے شبہ والا

گلیمِ شب کو سورج نے کل کر چاک کر ڈالا

بجا نقارہ طبلِ جنگ کی ہر جا صدا گونجی

ہوائے جنگ نے امن و اماں کی لوٹ لی پونجی

وہ طبلِ جنگ کی آواز پیہم کان میں آئی
 سواری عمرو ابن سعد کی میدان میں آئی
 سپاہ عمر بن حجاج و فوج شمر ذی الجوشن
 ہوئی وہی طرف بائیں طرف آکر قیام آگن
 سواروں کے رسالے پاپیادے فوج کے دستے
 ہراک جانب سے وہ روکے ہوئے تھے امن کے رستے
 بڑھے میدان کی جانب قیس و عروہ کی قیادت میں
 جنوں جنگ ظاہر قیس سے تھا جوش و وحشت میں
 صفیں آراستہ جب ہو گئیں افواج شاہی کی
 ہوئیں تلواریں عریاں سرفروشانِ گرامی کی
 رواں ہونے لگیں نہریں نئی خونِ شہیداں میں
 ہوئی برپا قیامت کربلا کے ہر بیاباں میں

عاشورہ محرم اور یزیدی فوجیں

دس محرم بروز جمعہ جب یزید ناخلف کی فوجیں کربلا کے میدان میں آ کر صف آرا ہو گئیں اور جو انان اہل بیت ہی اپنی چھوٹی سی جماعت کے ساتھ شامی فوج کے مقابل صف آرا ہو گئے دونوں طرف تلواریں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں زرہ بکف سورج کی کرنوں سے جسموں کے اُپر دمک رہے تھے نیزے فضا میں بلند ہو رہے تھے تیر تر گشوں میں کروٹیں بدل رہے تھے بہادران فوج شام کے دل ہاشمی شیروں کی ہیبت سے دہل رہے تھے اچانک زبیر ابن عقیل سرفروشانِ دین کی صف سے نکلتے ہیں جو کہ کوفہ کے رہنے والے ہیں امام عالی مقام پر جان قربان کرنے لیے اہل بیت کے قافلے کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے اپنا گھوڑا بڑھا کر ابن سعد کی طرف جاتے ہیں اور اُس کے قریب پہنچے تو آپ نے عمر کو مطلق سلام نہ کیا کیونکہ آپ نے یقین کے ساتھ یہ سمجھایا تھا کہ اہل بیت کا دشمن مسلمان نہیں ہو سکتا اس لیے آپ اپنے ابن سعد کو سلام نہ کیا محمد بن سعد نے آپ کا فعل اسلام کے خلاف پایا تو

ترکِ سنت کا سبب پوچھا کہ ایک مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ جب کسی مسلمان سے ملے تو سلام کے ساتھ ملے لیکن اس کے خلاف مجھے آپ نے اس طرح جواب دیا۔

تجھے اسلام کیا کام سنت سے علاقہ کیا
کہ تو دشمن ہے جبکہ بے حیا سبطِ پیمبر کا

فرات اک عام یہ بہتے ہوئے پانی کا دریا ہے

ہراک ذی روح پانی بے تکلف اُس کا پیتا ہے

مگر تو نے خلافِ ملت حق آلِ اطہر پر

کیا ہے تین دن سے بند پانی اے جفا پرور

محمد مصطفیٰ (ﷺ) زہرا کے لعلوں سے الجھتا ہے

مسلمان پھر بھی اے بد بخت تو خود کو سمجھتا ہے

مسلمان خود کو تو کس منہ سے کہتا ہے بتا ظالم

مسلمان کی ترے پاس ہے نہ ہان کیا ظالم

نہیں آتا ہے تجھ کو رحم کچھ بھوکے پیاسوں پر

چھوڑا ہے فوج لے کر تو محمد (ﷺ) کے نواسوں پر

محبت سے جسے دیتے تھے بوسہ شاہِ پیغمبر

تو کرنا چاہتا ہے اس گلے پر ہی رواں خنجر

کہا شرما کے ابنِ سعد نے اے عابد و زاہد

مجھے رے کی حکومت کا یہ سودا ہے خدا شاہد

خلافِ حکمِ عاملِ کچھ میں اصلا کر نہیں سکتا

انہیں آب و عزا پہنچاؤں ایسا کر نہیں سکتا

بریر ابنِ خضیر نے خوب ہی صلواتیں سنائیں ہر طرح کے طعنے دیئے ابنِ سعد نے شرما

کر کہا کہ بریر یہ عاملِ کوفہ کی طرف سے اہل بیت پر سختیاں ہو رہی ہیں سچ تو ہے مجھے رے

کی حکومت نے دیوانہ بنا دیا ہے میں بہت چاہتا ہوں کہ ظلم و ستم مرے ہاتھ سے سرزد نہ ہوں

مگر دل پر اس قدر دنیا کی ہوس نے غلبہ کیا ہے کہ مجھے اچھا بُرا کچھ نہیں سوچتا چنانچہ بریر ابن

حضیر ابن لعنت و ملامت کر کے واپس خیمہ کی طرف آتے ہیں ادھر امام عالی مقام رفیقان اہل بیت کے تسلی و صبر کی تلقین فرما کر عزت اطہار کے پاس تشریف لے جاتے ہیں جب آپ کی ہمیشہ حضرت زینب کی آپ کے روئے انور پر ہے تو چشم پر نم ہو کر کہتی ہیں کاش موت آج میری زندگی کا خاتمہ کر دیتی آج فاطمہ مری ماں مرا باپ علی مرے بھائی حسن میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے مرے ماں جائے بھائی اُن سب کے تمہیں جانشین ہو اور ہم لوگوں کا سہارا ہو آپ نے بہن کو جواب دیا بہن حلم و وقار کا ساتھ نہ چھوڑو۔ بہن: میں آپ پر قربان میں آپ کے بدنے میں اپنی جان دینا چاہتی ہوں۔ امام: بہن ذرا چین سے رہنے دو زینب۔ بھائی: آپ کا الگ ہونا مرے جگر کے ٹکڑے کیئے دیتا ہے اور یہ کہ کر شدت غم سے بے ہوش ہو گئیں امام عالی مقام نے بہن کے سر کو اپنے زانو پر رکھا مال سے منہ صاف کیا جب حضرت زینب کو کچھ ہوش آیا تو امام عالی مقام نے کہا کہ بہن خدا سے تسکین حاصل کرو ایک نہ ایک دن سب کو موت آئے گی روئے زمین کے سب باشندے مرجائیں گے بہن صبر و رضا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو بہن میری شہادت کے بعد گریبان نہ پھاڑنا منہ نہ نوچنا اور بین نہ کرنا۔ ابن اثیر جلد ۵۴ الغرض کربلا کا شہزادہ مستورات کو تسکین و صبر رضا کی تلقین فرما کر بڑے استقلال کے ساتھ خیمہ سے باہر جلوہ گر ہوتا ہے میدان کربلا کا ذرہ ذرہ دہل جاتا ہے۔

عمامہ صاحب معراج کا باندھے ہوئے سر پر
دلیرانہ ہوئے خیمے سے باہر سبط پیغمبر

زرہ حمزہ کی پہنی جسم اطہر میں سر میداں
کیا گھوڑے کو افواجِ عدو کے سامنے جولاں

قریب فوج آکر فوج سے ارشاد فرمایا
مسلمانوں کہ دو ہے کون تم میں مرا ہم پایا

تم جانتے ہو میں کون ہوں

چنانچہ امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا کہ تم مجھے اچھی طرح خوب جانتے ہو کہ میں ہوں
کون میں زہرا کا نور نظر ہوں فرزندِ فاتحِ خیبر ہوں محبوب کبریا کا لختِ جگر ہوں ابوطالب کا پوتا

ہوں محمد ﷺ کا لاڈ لانا وہ ہوں میرے نانا شافعِ محشر میں میرے بابا ساقی کوڑ ہیں میرے چچا عقیل و جعفر ہیں میں رسولِ اکرم ﷺ کی لاڈلی بیٹی فاطمہ کے گھر کا چراغ گلشنِ مصطفیٰ ﷺ کا پھول ہوں جگر گوشہ بتول ہوں میں نے کیا تمہارے ملک کے کسی حصہ پر قبضہ کیا ہے یا کسی کو قتل کیا ہے میں خود بخود یہاں چھڑ کے نہیں آیا بلکہ مجھے بڑی منت و سماجت سے یہاں بلایا گیا ہے اے قیس اے حجاج اے اشعت اے شیعانِ علی کیا تم نے مجھے خطوں پر خط بھیج کر نہیں بلایا کیا یہی مہمانی کا طریقہ ہے جو تم نے اختیار کیا ہے خدا را میرے قتل سے باز آؤ اپنی عاقبت برباد نہ کرو قیامت کے دن سے ڈرو خود کو دوزخ کی بڑھکتی ہوئی آگ سے بچاؤ کل سرِ محشر میرے نانا کو کیا منہ دکھاؤ گے میرے ناحق خون کا خدا کو کیا جواب دو گے۔

بلند آواز سے اس زور کی تقریر فرمائی

سپاہِ شام پر ہیبتِ شہِ ذی جاہ کی چھائی

پس حمد ثنا نعتِ رسلِ حق بجا لائے

حقوقِ عبدیتِ اللہ کے بندو کو سمجھائے

کہا اے فوجِ والو میں جو کہتا ہوں سنو اُس کو

نہیں یہ مدعا جو میں کہوں تم مان لو اُس کو

مجھے اتمامِ حجت کے لیے کچھ تم سے کہنا ہے

کہ تبلیغِ امورِ دینِ حق فرضِ کفایا ہے

کہا بے غیرتی سے قیس بن اشعت نے شرما کر

اطاعت کیوں نہیں کرتے عبید اللہ کی سرور

یہ فقرہ سن کے چہرے پہ شہہ دین کے جلال آیا

کینے کی بد اخلاقی کا رہ رہ کے خیال آیا

نگاہِ غیضِ ڈالی قیس پر غصے سے فرمایا

کروں میں ملحد بے دین کی اطاعت ایسے فرمایا

گوارا فاسق و فاجر کی اطاعت کی نہیں جاتی

اہانتِ ملتِ اسلام می دیکھی نہیں جاتی

میری یہ التجا ہے بندگانِ کبریا سب سے
اماں میں چاہتا ہوں اپنے رب سے آپ کے رب سے

مکمل وعظ اک عنوان تھا رُشد و ہدایت کا

کیا حق آپ نے پورا ادا اتمامِ حجت کا

چنانچہ امام عالی مقام کی فوجِ شام سے گفتگو جاری تھی جب گفتگو کا سلسلہ ختم ہونے کو آیا تو زہیر پاک کوئی فوجوں کی طرف بڑھے اور للکارا شاہی افواج سے کہا کہ اے مسلمانو! یہ کیسی مسلمانی ہے یہ کیا اندھیر ہے کہ مسلمان ہو کر تم مسلمانوں کے سردار سے برسرِ پیکار ہو تم لوگوں کو اپنی مسلمانی کا ذرہ برابر بھی پاس نہیں رہا ابھی موقعہ ہے اپنے بد کردار سے توبہ کر لو تاکہ روزِ محشر خدا ﷻ کے سامنے شرمندگی نہ ہو اور دوزخ کی طرف نہ جانا پڑے حسینؑ ابنِ علی اب بھی تم سے صلح کے طالب ہیں خدا را میرے کہنے کو مان لو تمہیں جلا دین زیاد نے دوزخ کے کنارے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے عبید اللہ بے دین پر لعنت کرو اس سے دور ہو کر امام عالی مقام کی خدمت کا شرف حاصل کرو اور اپنی دنیا و عقبہ کو سنوار لو خدا اور رسول کو راضی کر لو دونوں جہان کی رسوائی سے بچو اللہ کے غضب سے ڈرو۔ دیکھو قبر میں بعد مرنے کے عبید اللہ تمہارے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ہی روزِ محشر تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہے اگر قبر میں آئے گا تو حسینؑ کا نانا کام آئے گا زہیر شیر دل کی یہ باتیں سن کر کوئی حسد کی آگ سے بھڑک اٹھے اور زبانوں سے بکواس کرنے لگے شمر لعین نے جھلا کر کمان سے تیر چھوڑا اور کہا کہ اوقیس کے بیٹے منہ کو بند کر مسلمانوں کو بیدین کہتا ہے دین کی اتباع کرنے والوں کو مغضوب بتاتا ہے شمر ذی الجوشن کی یہ بات سن کر زہیر شیر دل نے شمر کی طرف رُخ کیا۔

نظرِ ہیر آگے بڑھے او شمر سے غصے میں فرمایا

کہ اے گستاخ تو ہے اک سگِ مغرور چوپایا

تجھے کیا دین دے مطلب ترا دوزخ ٹھکانا ہے

تیرے کردار بد سے باخبر سارا زمانہ ہے

بڑھی جب بات دونوں سمت سے خنجر نکل آئے

صفوں میں برہمی پیدا ہوئی لشکر نکل آئے

زہیر پاک کو آواز دی شاہ شہیداں نے
 بلایا پاس اُن کو اپنے ابنِ شاہ مرداں نے
 عمرو بن سعد نے بھی شمر کو آواز دی فوراً
 ہوا میداں سے وہ بے دین واپس شمر ذی الجوشن

مقابل فوج کے جب فوجِ خونِ آشام آتی ہے
 زبانی گفتگو اُس دم نہ کوئی کام آتی ہے
 چنانچہ جب یہ خبر قرب و جوار کے دیہاتوں میں پھیلی کہ اہل بیت مصطفیٰ ﷺ کربلا
 کے میدان میں خیمہ زن ہیں اور یزید نے ان کے لیئے پانی بند کر دیا ہے اور اُن پر بارہ ہزار
 فوج کا سپہ سالار عمرو بن سعد کو بنا کر چھڑائی کی ہے اور ان پر عرصہ حیات تک کر دیا ہے اس
 خبر کے پاتے ہی جو عشاقانِ اہل بیت تھے وہ جوق در جوق امام عالی مقام کی خدمت میں
 حاضر ہونے لگے تاکہ اپنی جانیں تو شاہِ کربلا کے قدموں پر قربان کریں ادھر ابن سعد نے
 کمان میں تیر چھڑایا اور اپنے تمام لشکر سے مخاطب ہوا کہ گواہ رہو کہ امیرِ شام کے مخالفوں پر
 پہلے میں نے حملہ کیا ہے اور یہ کہہ کر ابن سعد نے جانثارانِ مصطفیٰ ﷺ کی جماعت پر تیر
 چلایا جنگ کی ابتدا کر دی تو لشکرِ شامی کی صف سے اسلم بن عمرہ میدان میں آیا اور مبارز طلب
 کیا ادھر امام عالی مقام کی خدمت میں جو دیہاتوں کے رہنے والے جانیں قربان کرنے کو
 آرہے تھے اُن میں سے ایک محبتِ اہل بیت کا حال نقل کرتا ہوں انہیں ان میں ایک وہب
 بن عبد اللہ کلبی ہیں جن کی اٹھتی ہوئی جوانی ہے ابھی شادی کو سترہ دن ہوئے ہیں اور آپ کی
 والدہ بیوہ ہیں جب وہب بن عبد اللہ باہر کے کام سے فارغ ہو کر گھر آتے ہیں تو آپ کی
 والدہ آپ کے گلے میں باہیں ڈال کر روتے ہوئے کہتی ہیں۔

تجھے خونِ جگر اپنا پلایا کر میں نے پالا ہے
 میرے نورِ نظر تو ہی مرے گھر کا اجالا ہے

سُلا یا ہے تجھے سوکھے میں میں گیلے بن سوئی ہوں

قیسی پر تری میں عمر بھر برجستہ روئی ہوں

جہاں میں خود کو کھو کر بھی میں نے تجھ کو پایا ہے

بڑی مشکل سے یہ وقتِ جوانی تیرا آیا ہے

تیرے والد تو تجھ کو چھوڑ کسن ہوئے رخصت

مگر میں نے نہ آنے دی تری جانب کوئی کلفت

کیا قربان تجھ پر میں نے اپنے عیش و عشرت کو

رکھا مدِ نظر ہر دم تیرے آرام و راحت کو

مرے لختِ جگر تو ہی میرا آنکھوں کا تارا ہے

جہاں میں بس تو ہی ٹوٹے ہوئے دل کا سہارا ہے

وہب کی والدہ رو رو کر یہ اظہار کرتی تھیں

ہر اک ہچکی پہ بیٹے سے یہی اصرار کرتی تھیں

سکونِ قلب و جاں ہے بس میرا تو ہی زمانے میں

تیرا ہی دم ہے دولت مرے الفت کے خزانے میں

ماں بیٹے کا مثالی ایثار

فرمانبردار بیٹے نے نہایت ادب سے ضعیف ماں کی خدمت میں عرض کیا کہ اے مادرِ

مہربان تمہارے پاک قدموں یہ مری جان قربان۔ میں نے جب سے میدانِ عقل میں قدم

رکھا ہے آج تک آپ کی نافرمانی نہیں کی اے میری مہربان ماں اپنی بے قراری اس گریہ

زاری کا کچھ تو سبب بیان کرو اگر آپ نے بے قراری دور کرنے میں میری جان بھی صرف سو

گئی تو میں دریغ نہ کروں گا وہب کی والدہ نے جب وہب کی زبان سے یہ کلمے سنے تو اور

دھاڑیں مار مار کر رونے لگی اور روتے روتے فرمانبردار بیٹے سے کہا کہ تجھے معلوم ہے مصطفیٰ

ﷺ کے جگر پارے فاطمہ زہرا کی آنکھوں کے تارے بے سہاروں کے سہارے فاتحِ خیبر

کے دلارے جگر گوشہ رسولِ فرزندِ بتول گلشنِ حیدر کے خوشبودار پھول تمام اُمت کے سردار

اولیا کے تاجدار غمزدوں کے غمگسار جنت کے مالک و مختار کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں

خیمہ زن ہیں اور یزید ناخلف نے تین سے مصطفیٰ کے لعلوں کے لیے آبِ ودانہ بند کر رکھا

ہے بیاسی ہزار فوجِ خونِ آشام کو اُن کے خون سے ہولی کھیلنے اور اُن کے خون سے نہانے کو

میدانِ کربلا میں جمع کر دیا ہے اے میرے پیارے بیٹے کیا تو اپنی ناچیز جان کو مصطفیٰ ﷺ کے پیارے لعلوں زہرا کے پالوں پر قربان کر دے گا فرمانبردار فرزند نے فوراً کہا کہ ہمارے ایسے نصیب کہاں جو ہماری ناچیز جان مصطفیٰ کے لعلوں کے قدموں پر نثار ہو یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہے ہمارے حال پر بڑا احسان ہے کہ ہم کو یہ موقعہ غایت فرمایا ہے مری والدہ اتنی مجھے اجازت دے دو کہ میں اپنی شریک حیات سے اجازت لے لوں کیونکہ ابھی اُس نے جی بھر کے مری جوانی کی بہار بھی نہیں دیکھی ہے والدہ نے کہا کہ بیٹے عورت نا فہم ہوتی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں فریب دے کر عیاری کے جال میں گرفتار کرے اور تم اس سعادتِ عظمیٰ سے محروم رہ جاؤ وہب نے اپنی والدہ سے یہ بات سن کر کہا مادرِ مہربان اب تو دل میں عشقِ اہل بیت کا ایسا چراغ روشن ہو گیا ہے جسے دنیا کی کوئی تیز تند آندھی نہیں بجھا سکتی فرمانبردار بیٹے سے ماں نے یہ سن کر مرحبا کہا اور آنکھوں سے آنسو بہا کر نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا عورت بڑی عیار ہوتی ہے بولی کے دامِ فریب میں نہ آ جانا وہب نے احتراماً جواب دیا کہ اگر اس راہ میں اُس نے ذرا بھی رکاوٹ دینے کی کوشش کی تو اُسے فوراً آزاد کر دوں گا آپ بالکل مطمئن رہیں میں کسی قسم کے فریب میں آنے والا نہیں ہوں یہ کہہ کر وہب اپنی نئی نویلی ڈلہن کے پاس گئے اور اس سے جا کر کہا کہ اے مری پیاری شریک حیات تمہیں معلوم ہے کہ خاندانِ مصطفیٰ کربلا میں خیمہ زن ہے اور یزید تین دن سے اُن کے لیے آبودانہ بند کر رکھا اور اُن کا ناحق خون بہانے کو میدانِ کربلا میں بیاسی ہزار فوج جمع کر دی ہے میرا ارادہ ہے کہ اپنی ناچیز جان کو فاطمہ کے لعل کے قدموں پر قربان کر دوں وہب کی ڈلہن نے یہ سن کر خوش ہو کر کہا کہ کاش اسلام میں عورتوں کا میدانِ جنگ میں جانا جائز ہوتا تو میں بھی اپنی ناچیز جان کو سلطانِ کربلا نوشہِ جنت کے قدموں پر نثار کرتی مگر کیا کروں اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا الغرض ماں اور بیٹا اور بہو وہاں چل کر امامِ عالی مقام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے ہیں اور حضور پر جا نثاری کی اجازت لیتے ہیں امامِ عالی مقام نے وہب کو سینے سے لگایا اور وہب کی التجا قبول فرمائی وہب کی بیوی نے عرض کیا اے مرے پیارے شوہر میں نے ابھی دل بھر کے تیرا چہرہ بھی نہیں دیکھا ہے اور تو نے جنت میں جانے کی تیاری کر دی مرے سرتاج جب اہل بیت کے ساتھ تم جنت جاؤ گے تمہارے لیے بہشت میں بے شمار نعمتیں حاضر کی

جائیں گی تو تم مجھے اُس وقت نہ بھول جانا پھر سرکار کی خدمت میں عرض کیا کہ نہ تو میرا باپ ہے اور نہ مری ماں ہے مراد دنیا میں کوئی نہیں ہے میری یہ التجا ہے کہ مجھے اہل بیت اپنی کنیتوں میں جگہ عطا فرمائیں اوز جو عمر باقی ہے وہ ان کی خدمت میں گزاروں وہب نے عرض کیا اے امام حق اگر مجھے حضور سید عالم ﷺ کی شفاعت سے جنت ملی تو میں عرض کروں گا کہ یہ عورت مرے ساتھ رہے گی میں نے اس سے عہد کیا ہے وہب اجازت لے کر میدان کی طرف چل لیے لشکر اعدا نے دیکھا کہ ایک جوان خوب رو میدان میں آتا ہے

ابھی ہونے ہی والا جنگ کا تھا سلسلہ جاری

سر میدان آیا ابن جوزہ اک ناری

کہا لوگو کہیں تم میں حسینؑ ابن علی بھی ہیں

حصارِ نار کے قیدی جتناں کے مدعی بھی ہیں

سمجھ کر ابن جوزہ کو کسی غازی نے دیوانہ

کہا وہ سامنے ہیں سرورِ دیں اس طرف جانا

یہ ناری خدمتِ والا میں آ کر برملا بولا

خدا نے زندگی میں تم پر ہے دوزخ کا در کھولا

ہوئے سرکارِ عمگین کی دعا اے حضرت باری

نواسے کو ترے محبوب کے کہتا ہے یہ ناری

یکایک آگ کا شعلہ اٹھا رگ بیاباں سے

فرس بھڑکا گر اراکب ٹرالے ساز و ساماں ہے

رکاب اک پیر کی ٹوٹی رکاب اک پیر میں ابھی

زمین پر سر تھا لیکن ساق پا مرکب سے تھی اونچی

چنانچہ ابن جوزہ کا گھوڑا آگے کے شعلے کو دیکھ کر بڑھ کر بھاگا ابن جوزہ کا ایک پیر

رکاب کے اندر گھوڑے کی زمین سے اونچا ہو گیا اور ایک رکاب ٹوٹ گئی گھوڑے نے ادھر

ادھر چکر لگا کر اُس کو آگ کی خندق میں گرا دیا اور وہ سب کی نظر کے سامنے جل کر جہنم

میں داخل ہوا امام عالی مقام نے خیمہ کے چاروں طرف خندق کھدوا کر اُس میں آگ روشن کر

دی تھی تاکہ کوئی عقب سے خیمہ پر حملہ نہ کرے ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ ایک ناری آیا اور اُس ناخلف نے سرور دیں سے کہا اے حسین دیکھو نہر فرات کیسی موجیں مار رہی ہے مگر تمہیں اس کا ایک قطرہ بھی پینے کو نہ ملے گا امام عالی مقام نے اُس کے لئے بھی بددعا فرمائی کہ اُس کا مرکب اُسے لے کر جنگ کی طرف بھاگا اور یہاں تک کہ وہ دھوپ کی تاب نہ لا کر پانی طرف آیا اور گھوڑے سے پیشاب کی حاجت کو بیٹھا تو اُس کو ایک بچھو نے ڈس لیا وہ مردود تڑپنے لگا اور پانی پانی پکانے لگا اور تڑپ تڑپ کر اپنی جان کو دوزخ کے حوالے کر دیا ادھر ابن سعد نے جنگ کی ابتدا تیر پھینک کر دی یکا یک شامی فوج سے۔

بسا رو سالم و عمر فوجِ شام سے نکلے

کہا لڑنے کو کوئی لشکر اسلام سے نکلے

انہیں دیکھا تو اُن کے دیکھنے والوں نے پہچانا

کہ ہیں دونوں غلامانِ زیاد ابنِ مرجانا

اجازت لے کر عبداللہ کلبی آئے میدان میں

فضائے آسماں سے بجلیاں کوندیں بیاباں میں

کہا سالم نے کیا نام نشاں ہے خاندان کیا ہے

نہیں تم میں کوئی کیا باوجاہت نوجواں کیا ہے

یہ بہتر تھا کہ مرنے کے لئے وہ بد نصیب آتے

سر میدان زہیر آتے بریر آتے حبیب آتے

کہا سالم سے عبداللہ نے خاموش بے غیرت

غلاموں پر اٹھانا ہاتھ ہے اشرف کی ذلت

یہ سن کے فقرے عبداللہ کے جل بھن گیا سالم

بڑھا شمشیر لے کر ان میں غازی کی طرف ظالم

لگا تلوار پر تلوار پر۔ برسائے مجاہد پر

مگر رد کر دیا غازی نے ہر اک وار بد اختر

مثال شیر پھر میدان میں ایک بار غازی نے
عدو کے سر پہ ماری کھنچ کر تلوار غازی نے

بڑی تلوار خود پر اور خود کو کاٹ کر نکلی
کیئے سر کے بھی دو خون جگر کو چاٹ کر نکلی

صفائی وہ دکھائی تیغ عبداللہ نے ان میں
کہ ہل چل چل گئی ہیبت سے ہر سو فوج دشمن میں

یزیدی لشکر کی بزدلی بڑھتی ہے

وہب بھی عبداللہ کلبی کی لڑائی کا نقشہ دیکھ کر لشکر یزید پر بزدلی کے بادل چھا گئے اور
لشکرِ شام میں کسی کو میدان میں وہب کے سامنے آنے کی ہمت نہ رہی اور شیر عبداللہ کلبی
میدان میں شیر زیان کی طرح للکار مہازر طلب کر رہے ہیں اور بہت سی لعنت و ملامت کر
رہے ہیں اپنی بہادری کے جوہر دکھاؤ مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی جو ان کے مقابلے کو آتا ناچار
وہب اپنے گھوڑے کو دوڑا کر قلب دشمن پر حملہ آور ہوئے جو مہازر سامنے آتا اس کو نیزے کی
نوک پر اٹھا کر خاک پر پٹک دیتے یہاں تک کہ نیزہ پارا پارا ہو گیا تو وہب نے تلوار بجلی کی
طرح میان سے نکالی اور بہت سے تیغ زنوں کی گردنیں اڑا کر خاک میں ملا دیں یزیدی
فوج کے جوان وہب سامنے آتے ہوئے جانیں چرانے لگے جب عمرو بن سعد نے یہ حال
دیکھا کہ وہب کے سامنے جانے کی کسی کو ہمت نہیں پڑتی تو اس نے کہا کہ اے یزدلو تم ایک
نو جوان کے مقابلے کی تاب نہیں رکھتے تو وہب کو چاروں طرف گھیر کر تیروں کی بارش کر دو۔

سپاہِ شام نے حکم عمرو بن سعد سے بڑھ کر

کیا چاروں طرف سے حملہ عبداللہ کلبی پر

یہ دیکھا جنگ کا نقشہ تو عبداللہ کی بیوی

سر میدان چلی آئیں مدد کو اپنے شوہر کی

عجب جوشِ جہاد عجب جوشِ شہادت تھا

کہ مستورات کو بھی عرصہ پیکارِ جنت تھا

کہا شوہر نے واپس جاؤ اے بانوئے باعزت
ہو میرے سامنے جنگ آزما تم ہے میری ذلت

شہہ دیں نے بھی ام وہب کو شفقت سے سمجھایا
سنایا حکم قرآن جنگ کے میدان سے لوٹایا

بڑھا جوش شجاعت قلب عبداللہ غازی میں
رہا معروف یہ جانباز پیہم ترک تازی میں

بہت سے کوفیوں کو شامیوں کو جان سے مارا
پھرے منہ دشمنوں کے جنگ سے اس شان سے مارا

یزیدی فوج میں بن کر اجل پھرتے تھے عبداللہ
مثال شیر میدان میں لگاتے ضرب اللہ

وہب پر ہر طرف سے ہو رہی تھی تیر بارانی
لہو زخموں سے جاری اس طرح تھا جیسے ہو پانی

رضائے حق میں کھا کر زخم رہ کر صابر و شاکر
شہید فی سبیل اللہ عبداللہ ہوئے آخر

چنانچہ وہب بن عبداللہ کا دشمنان دین نے سرتن نازنین سے جدا کر کے اہل بیت کی
طرف خیمہ کے حدود میں پھینک دیا وہب کی والدہ نے دوڑ کر اپنے لخت جگر کے سر کو اٹھا کر
فرط محبت سے سینے سے لگایا شہید عشق حق کی پیشانی کو چوما اور خیمہ کے اندر لے کر آئیں
وہب کی بی بی سر کے قریب آ کر پروانہ وار اپنے بہادر شوہر کے سر پر قربان ہو جاتی ہے
اور روح جسم نازنین سے پرواز کر کے خلد بریں میں اپنے شہید شوہر کے پاس پہنچی وہب
بن عبداللہ کلبی کی شہادت کے بعد ایک بار پھر امام عالی مقام نے شامی افواج سے خطاب
کیا اور پھر ایک بار صلح دامن کی کوشش کی تاکہ تاریخ عالم گواہ رہے کہ شہہ دین و دنیا نے
آخری دم تک صلح دامن کی کوشش کی اور ہر چند یہ چاہا کہ شامہ اور کوفی دوزخ میں جائیں گے
مگر دوزخ ان کی قسمت میں مقدر ہو چکا تھا ان کے قلوب پر رب کائنات نے مہر لگا دی تھی
ان کی آنکھوں پہ شیطان نے غفلت کے پردے ڈال دیئے تھے ان کے کان حق سنے کے

لیے بند تھے اُن کا ہدایت پر آنا غیر ممکن ہو گیا تھا ادھر قرب و جوار کے دیہاتوں میں جو نونہالان مصطفیٰ ﷺ کے فدائی تھے یکے بعد دیگرے امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اپنی جانیں قربان کرتے ہیں اور بہت سے کوفیوں اور شامیوں کو داروغہ دوزخ کے حوالے کر کے خود بھی شہادت کا جام نوش فرما کر ہمیشہ کے لیے زندگی حاصل کرتے ہیں ایسی زندگی جس کے لیے پھر موت نہیں ایسی زندگی کہ جس زندگی میں ہر وقت دیدار حق تعالیٰ حاصل ہو اور طاقت پرواز فرشتوں سے کہیں بڑھ کر ہو ایسی زندگی کہ جس زندگی کی خود زندگی دینے والا تعریف کرے اب کوئی قرب و جوار کا شہید اے اہل بیت باقی نہیں ایسی اثنا میں جنوں کا سردار جعفر جن امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور امام دوسرا سے عرض کرتا ہے کہ حضور مجھے میدان میں لڑنے کی اجازت مرحمت فرمائیں تو دم زدن میں کوفی اور شامی فوجوں کو خاک کا ڈھیر بنا دوں گا امام عالی مقام نے اُس کو تصرف اور اپنا اختیار خداداد دکھایا اور ایک ٹھوک زمین پر ماری کہ فوراً میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا امام عالی مقام نے فرمایا میں رضائے الہی کے لیے ضبط کا قفل اپنے اختیار کے دروازے پر لگا رکھا ہے جس کی کنجی شہادت کا جام ہے اور میں یہ نہیں کمزور اور قوی کا مقابلہ کروں وہ یہ کہہ کر آپ نے جنوں کے سردار کو واپس کر دیا اتنے میں ہی لشکر یزید ابن حنیفہ شہد کربل سے اجازت لے کر اُس کے معقل لکارنا ہوا میدان میں آتا ہے اور مبارز طلب کرتا ہے ادھر سے حضرت بریر ابن حنیفہ کربل سے اجازت لے کر اُس کے مقابل آئے یزید ابن معقل نے یہ سمجھا کہ تین دن کی بھوک پیاس نے انہیں پریشان کر دیا ہو گا یہ سوچ کر اُس نے کہا کہ کیا حال ہے حضرت بریر نے جواب دیا اللہ کا شکر ہے کہ میرے پاس دولتِ ایماں ہے اور میں شاد ہوں پر ناری نے کہا بریر کو جھوٹا ہے اور ہمیں تو بے ایمان تصور کرتا ہے بریر نے کہا کہ تصور نہیں کر میں یقین سے کہتا ہوں کہ تم لوگوں کے پاس ایمان کا ذرہ بھی نہیں ہے اُس کی علامت یہ ہے کہ جن کی محبت و غلامی ایمان کی جان ہے جن کے قدم پاک کے صدقے پروردگار ایمان کی دولت عطا فرماتا ہے تم نے اُس کی دشمنی پر کمر باندھی ہے اس سے بڑھ کر تمہاری بے ایمانی کی اور کیا دلیل ہوگی بریر سے بات سن کر بے دین جھلا گیا اور کہا کہ اے نہر فرات کے محتاج۔

یہ کہ کر کھنچ لی تلوار غازی کی طرف جھپٹا
مگر اُس کو بھی غازی نے بہت ڈانٹا بہت ڈپٹا

بجائے تیغ کے نیزہ لیا ابنِ معقل نے
بریر پاک بھی خنجر بکف آگے لگے چلنے

کہا اللہ اکبر تیغ چھوڑی سر پر موزی کے
کیے اک وار میں سر اور خود سر کے بھی دو ٹکڑے

رضی فرزندِ معقل نے کیا پہلو سے وار آ کر
مگر غازی نے دے مارا ز میں پر اُس کو کترا کر

ارادہ تھا کہ خنجر سے رضی چیر دیں سینہ
کہ آ کر کعب بن جابر نے پیچھے سے بھد کینہ

کیا پشت بریر پاک دل پروار نیزے کا
غضب تھا جاں ستاں زخمِ جگر افکار نیزے کا

بریر اٹھنے نہ پاتے تھے فوراً کعب نے بڑھ کر
چلایا تیز دستی سے گلو نے ناز پر خنجر

رہی قائم نہ یہ زور آزمائی چند ساعت بھی
ہوئے واصل بحق آخر بریر پاک طینت بھی

ملامت کعب پر کی کعب کی بی بی نے جھٹلا کر
کہا میں عمر بھر تجھ سے نہ اب بولوں گی غارت گر

کیا دھوکے سے تو نے اک غازی مجاہد کو
کہاں اب پائیں گے ایسے زاہد ایسے عابد کو

حضرت بریرؓ ان حضیر شہادت کے بعد عمر بن قرظہ انصاریؓ امامِ حق سے اجازت لے کر
میدان میں آتے ہیں اور قوتِ ایمانی کے خوب جوہر دکھاتے ہیں جو بے دین سامنے وہ
دوزخ کی سفر کرتا ہے لشکرِ اعداد پر آپ کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے آپ اپنے گھوڑے برق
رفتار چمکا کر بجلی کی طرح فوج یزید پر حملہ آور ہوتے ہیں کشتوں کے پستے لگا دیتے ہیں

چاروں طرف سے آپ پر تیروں اور نیزوں کی بارش ہو رہی ہے جسمِ اطہر پر نیزوں اور تیروں کے سینکڑوں زخم ہیں لیکن آپ پر ذوقِ جہادِ عشق کا ایسا غلبہ تھا کہ تن کا آپ کو کچھ ہوش نہ تھا بہت سے بے دینوں کو جہنم کا راستہ دکھا کر خود بھی شہادت کا ساغر نوش فرما کر جنت کو راہی ہوئے سیدِ عشق کا بڑا دھوکہ لشکرِ اشرا میں شامل تھا نونہالا ان مرتضیٰ سے لڑنے کو میدان میں آتا ہے ابھی اچھی طرح میدان میں آ کر کھڑا بھی نہ ہوا تھا کہ نافہ مرادی نے آپ کے سر پہ تلوار کا وار کیا ناری کے تلوار کا زخم کاری لگا تھا چکرا کر گھوڑے سے گرا مگر اس کے ہمراہی اُسے اٹھا کر لشکر میں لے گئے کیونکہ ابھی اُس کا عذابِ زندگی کچھ باقی تھا جس کی تکمیل کے لیے موت نے اُس کو ڈھیل دے دی۔

فدا جب ہو چکے وہ قرب کے جور بنے والے تھے
فلاحِ دین کی خاطر مصیبت سہنے والے تھے

نہ اپنے ناک کی خاطر نہ اپنی شان کی خاطر
تصدیق وہ ہوئے میدان میں ایمان کی خاطر

امامِ حق کی الفت میں کٹا کے تن سے سراپنا
بنایا مستقلِ خلدِ بریں میں جا کے گھر اپنا

رضائے حق میں جاں دے کر حیاتِ دائمی پائی
رہے گی تا ابد اُن سب پہ رحمت کی گھٹا چھائی

شہیدوں کے لیے ساعتِ قضا کی عید ہوتی ہے
انہیں بے پردہِ خلاقِ جہاں کی دید ہوتی ہے

طوافِ کعبہ تک حد ہے فدائی کی امیدوں کی
طوافِ عرشِ اعظم کرتی ہیں روہیں شہیدوں کی



باب نمبر 7

حُر کی باتیں اور رد عمل

ادھر امام عالی مقام جو قرب جوار کے رہنے والے راہِ حق میں شہید ہوئے تھے تجھیز و تکفین میں مصروف ہیں ادھر حُر بن یزید زباجی کا یہ عالم ہے کہ چہرہ زرد ہے آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں بار بار کانپتا ہے بے قراری کے عالم میں کبھی لشکر کی طرف جاتے ہیں کبھی میسرے کی طرف جاتے ہیں نہایت ہی بے چین و پریشان خاطر ہیں کہیں بھی چین نہیں آتا جب آپ کا یہ حال دیکھا تو آپ کے بھائی مصعب بن یزید زباجی جو عمرو بن سعد کے پاس کھڑے تھے پوچھنے لگے کہ اے برادر آپ تو جنگ آزما ہیں سر میدان ہیں تنہا ہزاروں میں تلوار چلانے والے ہیں آپ کی بہادری کے تمام عرب میں چرچے ہیں لیکن آج اتنے آپ کبیدہ خاطر کیوں ہیں اور آپ پر اس قدر خوف و حراس کیوں غالب ہے حضرت حُر نے جواب دیا کہ اے برادر مصطفیٰ کے فرزندوں سے لڑنا عاقبت سے لڑنا ہے میں اس وقت ایسے مقام پر کھڑا ہوں کہ میرے ایک طرف تو دوزخ ہے اور ایک طرف جنت ہے دنیا مجھے پوری قوت سے دوزخ کی طرف کھینچ رہی ہے اور دوزخ میں ڈالنا چاہتی ہے میرا دل اس ہیبت سے کانپ رہا ہے اور ایمان اور جذبہ ملتِ اسلام مجھے جنت کی طرف کھینچ رہے ہیں یہ بات سُن کر ابنِ سعد نے کہا کہ اے بہادر حُر تمہیں یہ باتیں زیب نہیں دیتیں تم ایسی باتیں کر رہے ہو کہ جن کو سن کر ہمارے لشکر کے حوصلے پست ہو جائیں اور ہمیں شکست کا منہ دیکھنا پڑے اور امیرِ شام کے سامنے شرمندگی ہونا پڑے جب حُر نے ابنِ سعد سے یہ بات سُنی تو نہایت طیش میں آ کر عمرو بن سعد سے اس طرح فرمایا کہ

کہا حُر نے کہ ابنِ سعد دنیا تجھ پر غالب ہے
تجھے رے کی حکومت چاہیے تو رے کا طالب ہے

مسلمان ہو کے توبہ ہم لڑیں سبطِ پیغمبر سے
یہ بہتر ہے کہ خود ہی کاٹ لیں سر اپنا خنجر سے

لڑتیں ہم اپنے سلطانِ جہاں افروز سے پہلے
ہمارے ہاتھ شل ہو جائیں کاش اُس روز سے پہلے

امامِ حق سے لڑنا شبہ لاک سے لڑنا
تمام احکامِ قرآنِ خدائے پاک سے لڑنا

حسین ابنِ علی کی کون سی درخواست بجا ہے
امان دینے میں اُن کو سلطنت کا کیا بگڑتا ہے

بیانِ خُر یہ ابنِ سعد بولا ہائے کہا کہیئے
کسی سے قصہ جو عبداللہ کیا کہیئے

وہ ظالم فیصلے کی بات سنتا ہی نہیں کوئی
نہیں نزدیک اُس کے وقعتِ احکامِ دیں کوئی

جب قرب و جوار کے جانثار اپنی اپنی جانیں امامِ عالی مقام کے قدموں پر نثار کر چکے
ہیں امامِ عالی مقام میدان میں جلوہ فرما ہیں ادھر حضرتِ خُر کی بے قراری دیکھنے والوں کو بھی
بے قرار کیے دیتی ہے حضرتِ خُر ابنِ سعد سے مصروفِ گفتگو ہیں ایسی اثنا میں امامِ عالی مقام
کی آواز کان میں آتی ہے کہ کوئی ہے جو اہل بیت پر اپنی جان قربان کر کے شہنشاہِ رسالت کی
بارگاہ میں سرخروئی حاصل کرے یہ وہ صدا تھی کہ جس نے خُر کے پاؤں میں جو ناامیدی کی
بیڑیاں پڑی تھیں اُن کو کاٹ ڈالا دامِ کشمکش سے خُر کو نکالا دل کو قرار ہو اور روح کو اطمینان بخشا
ایمان کے باغ میں بہار آگئی جذبہٴ اسلام کا بجھتا ہوا چراغ روشن ہو گیا دینی ولوے دل میں
تڑپ اٹھے جنت کی اہ میں جو دیوارِ حائل تھی ہموار ہو گئی امامِ عالی مقام کی جدائی دشوار ہو گئی
اور دل میں کہا کہ شاہزادہ کونین مصطفیٰ کے نورِ عین زہرا کے چین مختار دارین امامِ حسینؑ مری
پہلی جُرت سے چشمِ پوشی فرمائیں تو عجب نہیں اس وقت کریم نے کرم سے بشارت دی ہے
جان فدا کرنے کے ارادے سے چل پڑوں یہ تصور باندھ کر۔

سنا جب خُر نے آہستہ آہستہ بڑھے آگے
عقب میں آپ کے کچھ فوج کے جاسوس بھی بھاگے

ابھی تک فوج کو دھوکہ تھا یہ لڑنے کو جاتے ہیں
کہا ایک شخص نے تیور نظر کچھ اور آتے ہیں

کہا اک مرد واقف کار نے خر سے کہ اے ہم دم
کبھی دیکھا نہ ہم نے آپ کا میدان میں یہ عالم

قدم کیوں سُست پڑتے ہیں طبیعت مضحک کیوں ہے
پریشانی کا ہے اظہار کیوں افسردہ دل کیوں ہو

قدم ہیں کس کے لئے لغزش میں کیوں جوشِ تخر ہے
لرزتا ہے بدن کیوں کیا تڑد کیا تفکر ہے

کہا خرنے نہیں لرزاں ہوں میں ہوں خاص حالت میں
قدم کو تولتا ہوں آج میزانِ عدالت میں

مرے زیرِ قدم اس وقت سے جنت بھی دوزخ بھی
ہے مرے سامنے فرمانِ حاکم حکمِ ملت بھی

نہیں پروا دنیا کی اور احکامِ دنیا کی
براہِ راست منزل میں نے پانی آج عقبہ کی

یہ کہ کر تیز گھوڑا کر دیا پھر خرِ دلاور نے
مبارک با دی بختِ رسا اوجِ مقدر نے

ادب سے خرِ امامِ دوسرا کے سامنے آئے
بعدِ تعظیم یہ کلمہ زبانِ پاک پر لائے

خر کی بارگاہِ حسینی میں حاضری

چنانچہ خرِ امامِ عالی مقام کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں گھوڑے
سے اتر کر نیازِ مندانہ طریقہ پر رکاب کو بوسہ دیتے ہیں اور نہایت تعظیم کے ساتھ امامِ عالی
مقام کی خدمت میں التجا کرتے ہیں کہ فرزندِ رسول جگر گوشہ بتول میں وہی بدنصیب خر ہوں
جو پہلے آپ کے مقابلے کو آیا اور آپ کو اس میدانِ بیابان میں روکا اپنی اُس جسارت و

مبارزت پر نہایت شرمندہ ہوں نجالت سے نظر اُس پر نہیں اٹھتی آپ رحمت اللعلمین کے فرزند ہیں آپ فاتح خیر کے دل بند ہی نجو کہ دشمنوں کو معاف کرنے والے ہیں آپ کی کریمانہ صدائیں کرنا اُمیدی کے بادل چھٹ گئے مایوسی کے بندھن کٹ گئے کامیابی کا آفتاب جلوہ گر ہوانا کامیوں میں تاریکی کافور ہو گئی پریشانی و بے قراری دور ہو گئی حاضر خدمت ہوا ہوں آپ کے کرم سے کیا بعید ہے کہ عفو جرم فرما کر اپنے قدموں پر جان قربان کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں کیوں کہ۔

وہ فتنے دیدہ و دانستہ میں نے ہی اٹھائے ہیں
کہ باعث جن کے آقا کربلا میں آپ آئے ہیں

یہ مانا جرم میرا قابلِ معافی نہیں حضرت
مگر ہے آپ کی ہستی دو عالم کے لیے رحمت

میں اپنی معصیت کوشی پر نادم ہوں پشیمان ہوں
خطا بخشش کا طالب معزودہ بخشش کا خواہاں ہوں

گزارش کہ اے سبط پیغمبر ہادی کامل
ہو تم مشکل کشا آسان کر دیجئے مری مشکل

امام پاک خُر کو دعائیں دیں تسلی دی
کہا توبہ خدا مقبول فرماتا ہے بندوں کی

بعد آداب خُر نے عرض کی اے قبلہ عالم
نوید عفو سن کر ہے یہ میرا عزم مستحکم

اجازت ہو مجھے میدان میں جا کر جنگ کرنے کی
جو انان سپاہِ شام کو چو رنگ کرنے کی

خُر کے سر پر دستِ شفقت

امام عالی مقام نے جب یہ عقیدت مندانہ خُر کے فقرے سنے تو نہایت شفقت سے خُر کے سر پر دستِ کرم رکھا اور ارشاد فرمایا کہ بارگاہِ خداوندی میں اخلاص مندوں کی قبول ہے

میں نے تیری تقصیر معاف کر دی حصولِ سعادت کی اجازت دی خُر اجازت لے کر میدان کی طرف بڑھے ہی تھے کہ آپ کو اپنے بھائی مصعب بن یزید رباحی اور ان کے دونوں فرزند علی اور عثمان آپ کی طرف آتے ہوئے نظر آئے لشکرِ اعدا نے یہ گمان کیا کہ خُر سے لڑنے کو جاتے ہیں جب یہ تینوں خُر کے قریب پہنچے تو حضرت خُر کے بھائی نے کہا کہ اے برادر تم تو اکیلے ہی سعادت کی دولت لوٹنے چلے آئے ہمیں خبر بھی نہیں کی برائے کرم ہم کو بھی اس سعادت کی دولت میں شریک کر لو خُر اپنے بھائی اور دونوں بھتیجوں کو لے کر امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التجا کی حضور ان تینوں کے نام بھی جاٹھار ان اہل بیت کی فہرست میں رقم فرمائیں امام عالی مقام نے تینوں کو نورانی سینے سے لگایا خُر کی پیشانی کو چوما حضرت خُر پھر میدان میں آتے ہیں یہ حال دیکھ کر ابنِ سعد کے بدن پر لرزہ پڑ جاتا ہے اور بڑی حیرانی ہوتی ہے گھبرا کر صفوان کو بلایا جو کہ بڑا ہی عیار تھا اس کو بلا کر ابنِ سعد نے کہا کہ مجھے تیری عقل مندی پر بڑا فخر ہے جا جس طرح بھی ہو سکے خُر کو واپس لا اگر خُر واپس آنے کو تیار نہ ہو تو کسی حیلے سے خُر کو قتل کر کے اُس کا سر حاضر کر تجھے منہ مانگا انعام دوں گا صفوان دنیاوی انعام کی لالچ کے نشے میں بے ہوش ہو کر خُر کے قریب آیا اور نہایت محبت کے سے انداز میں خُر سے کہا کہ خُر تیری دانائی پر ہم کو ناز تھا مگر آج تو نے یہ کیا نادانی کی کہ چند بھوکے پیاسے مسافروں سے آملہ لشکرِ جرار کے سردار کو چھوڑا امیرِ شام کے انعام و کرام سے منہ موڑا سمجھ سے کام لے اور واپس چل کر امیرِ شام کو خوش کر یہ سن کر خُر نے فرمایا کہ میں اب واپس نہیں جاسکتا صفوان نے کیوں خُر سے فرمایا سن حضرت خُر نے صفوان سے کہا۔

اے صفوان یزید

کیوں چھوڑ کے دین فوج میں گمراہ کی جاؤں

حاکم کو ہنساؤں میں محمد کو رلاؤں

ناپاک ہے وہ حسین ابنِ علی پاک ہیں ریحانِ شہہ لولاک

کیا حاکم دنیا کا تو احساس کروں میں

روز زہرا کے رونے کا نہ کچھ پاس کرو تم

صفوان یہ سن کر جل گیا اور باتوں ہی باتوں میں حضرت خُر کے سینے پر نیزے کا وار کیا

خُرنے اُس کا نیزہ چھین کر اُس کے ہی نیزے سے اُس پر وار کیا نیزہ صفوان کے سینے پہ لگا جو لگتے ہی سینے کے پار ہو گیا صفوان کے دو بھائی حضرت خُر پر ایک ساتھ حملہ آور ہوئے حضرت نے اُن دونوں کو ایک ہی وار میں دوزخ کی طرف روانہ کر دیا پھر وہاں سے امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ سرکار اب آپ مجھ سے راضی ہیں امام عالی مقام نے فرمایا کہ میں تجھ سے بہت راضی ہوں تو آزاد ہے جیسا کہ تمہاری ماں نے تیرا نام خُر رکھا ہے۔

نظیہ مژدہ سن کے خُرمیدان میں شیرانا وار آیا
سپاہ کوفہ سے لڑنے کو فی شہسوار آیا

شجاعت خُر کی پہچانی ہوئی تھی دیکھی بھالی تھی
پیامِ مرگ اُس کے ہاتھ تیغ ہلا لی تھی

کوئی سردار تنہا خُر سے لڑنے کو نہ تھا مائل
سپہ سالار نے یلغار پر سب کو کیا مائل

علم تلوار کی خُرنے لیا ایک ہاتھ نیزہ
جو آیا زد پہ پس کر بارِ خنجر سے ہو ریزہ

کبھی تلوار بجلی سی کسی جانب چمکتی تھی
کبھی برچھی مخالف کو اجل کی طرح تکتی تھی

صفوں میں ابتری پھیلی سراسیمہ سب ہوا لشکر
بہادری دیکھ کر خُر کی شجاعت کھا گئے چکر

ہوئی ناکام یورش یہ سپاہ سے سروپا کی
نہ آئی کام دشمن کی سبکدستی و چالاکی

یزید ابن علی سفیان بڑھا اعدا کے لشکر سے
ہوا فی النار لے کر تیغ خُر گرتی تھی گردن پر

ہٹی پیچھے ہزیمت کھا کے فوجِ شام میدان سے
ہوئے واپس بہادر ہو کے سب ناکام میدان سے

بڑھے شمر و عمر غیرت دلائی سارے لشکر کو
کہا زغہ لے لو بزدلو تم دلاور کو

ہزاروں تم ہو میدان میں وہ تھا ہے اکیلا ہے
تمہاری فوج دریا موج میلا ہے جھیلا ہے

جو تم چاہو تو دم بھر میں مجاہد کو فنا کر دو
اڑاؤ خاک گر مل کر تو جنگل خاک سے بھر دو

دوبارہ ہو گیا یہ باتیں سن کر مشتعل لشکر
اٹھے ہاتھوں میں لے کر ایک دم پھر نیزہ و خنجر

اکیلے پر ہزاروں وارہر جانب سے ہوتے تھے
مگر خُشیر کے نعرے حواس و ہوش کھوتے تھے

غرض تاب و توانائی نے جب تک رہنمائی کی
چمکتی ہی رہی تلوار میدان میں فدائی کی

اکیلی جان پر حملہ تھا پیہم ہر سپاہی کا
تھا چکنا چور تن زخموں سے خُراہن رباحی کا

قصور ابن کنانہ نے کیا حملہ برابر سے
صدائے یا علیؑ نکلی لب خُراہن دلاور سے

امام دوسرا لبیک کہ کر بے قرار آئے
پئے تلقین و صبر و ضبط سوئے جانثار آئے

امام عالی مقام علیؑ کی مزید شفقت

امام عالی مقام خُرا کو اٹھا کر خیمہ میں لائے اور اُس کے سر کو اپنے زانو پر رکھا اور اپنے
دامن سے چہرے کا گرد و غبار دور فرمانے لگے ابھی رتق باقی تھی ابن زہرا کے مہکتے ہوئے
پھول کے دامن کی خوشبو خُرا کے دماغ میں پہنچتی ہے مشام جان معطر ہو جاتا ہے آنکھیں کھول
کر دیکھتے ہیں کہ فرزندِ رسول کی گود میں سر ہے مقدر پر ناز کرتے ہوئے فردوسِ بریں کو روانہ

ہوئے حضرت خُ کے بھائی اور ان کے فرزند بھی جام شہادت نوش فرما کر فردوس میں پہنچ گئے۔ حضرت خُ سے مل جاتے ہیں ادھر افواجِ شام کے خُ کی شجاعت نے میدانِ جنگ سے پیرا کھا دیئے لشکرِ یزید میں ہر طرف خوف و حراس پھیلا ہوا تھا بہادروں کے چہرے مارے خوف کے اترے ہوئے نظر آتے ہر کوئی اپنی جان بچانے کی فکر میں تھا جب لشکر کا یہ حال دیکھا کہ بڑے بڑے بہادر میدان میں جانے سے کتراتے ہیں کوئی ایسا دلاور نظر نہیں آتا جو میدان میں جا کر ہاشمی شیروں کا مقابلہ کرے تو عمر بن حجاج شمر ذی الجوشن قیس بن اشعث نے فوج کو غیرت دلوائی۔

تمہیں اے کوفیو اے شامیو کس بات کا ڈر ہے
مقابل میں تمہارے کیا کوئی شیروں کا لشکر ہے

ہو تم بھی آدمی ہاں آدمی ہیں یہ مسلمان بھی

وہ ہیں بے ساز و ساماں ہے تمہارے پاس ساماں بھی

وہ ہیں تعداد میں اس درجہ کم گرد و لہ سے چاہو تم
تو اک اک کنکری سے خاک میں اُن کو چھپا دو تم

مخالف جو خلافت کا ہے اُس کا قتل واجب ہے

تساہل کیوں ہے دشمن کا مٹا دینا مناسب ہے

امیرِ شام کی اطاعت کو یہ کہتے ہیں گمراہی
نہیں تسلیم کرتے اُس کی یہ خود کے لیے شاہی

نہیں خطرہ کوئی اصلا عدو کے فتنہ و شر کا

مٹادو خلق سے نام و نشاں اولادِ حیدر کا

بڑھو اے شہسوارو ناتوانوں کو سزا دے دو
بغاوت کی حرم کے مہمانوں کو سزا دے دو

امام عالی مقام علیہ السلام کا جواب

کہا حضرت نے سُن کر عمر بن حجاج کا خطبہ
کہ اے بے گانہ دیں نا مسلمان مرد کم رتبہ

مجھے کہتا ہے تو باغی مجھے بے دین بتاتا ہے

خدا نا آشنا ایماں کو مرے آزماتا ہے

امیرِ شام تو کہتا ہے جس کو اے جفا پیشہ

امارت سے ہے اُس کی ملتِ برحق کو اندیشہ

وہ ہے بے دین ناواقف ہے احکامِ شریعت سے

نہیں اُس کو غرضِ مطلق و قارِ دین و ملت سے

نہ ذرہ بھر ہے اُس کے دل میں اب پاسِ مسلمانی

ہر اک کردار ہے اُس کا خلافِ نصِ قرآنی

مسلمان کہنا بھی اُس کو نہ میں اچھا سمجھتا ہوں

وہ مرتد ہے منافق اُس کو پکا سمجھتا ہوں

وہ فاسق ہے وہ فاجر ہے وہ ظالم ہے وہ جابر ہے

ہر اک کردار اس مغرور کا دنیا میں ظاہر ہے

عمر بن حجاج کے سامنے جب امام عالی مقام نے یزیدِ ناخلف کے بد کردار کا نقشہ کھینچا تو عمر بن حجاج امام عالی مقام کے سامنے سے ہٹ گیا اور لشکر کے درمیان جا کر فوج کو حکم دیا کہ خیمہ اہل بیت پر حملہ کرے افواجِ شام حکم پاتے ہی خیمہ کی طرف بڑھی سواروں نے گھوڑوں کو دوڑا دیا جب لشکر اعداد کو خیمے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو مسلم بن عویجہ خطیبِ کوفہ کو تاب نہ رہی فوراً تیغ ابدار کو میان سے باہر نکالا اور یا علیؑ کہ کر شامی اور کوفیوں کی فوج پر حملہ کیا جدھر رخ کیا لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے لشکرِ شام کے جو بہادر تھے اُن کے چھکے چھڑا دیئے دلا اور کا میدان سے منہ پیر دیا سوراؤں کے حوصلے پشت کر دیئے خطیب جب بھی یا علیؑ کا نعرہ لگاتے علیؑ کی طرح حملہ بھی کرتے کبھی دشمن کو تلوار کی ہوا سے دوزخ کی طرف دھکیل دیتے کبھی نیزے کی نوک پر اٹھا کر نارِ سقر میں پہنچاتے عزازیل کی خوب چاندی ہو رہی تھی فوجِ شام ہو اسی کے عالم میں لڑنا بھول گئی اور ہر ایک کو اپنی جان بچانے کی فکر نے گھیر رکھا تھا جب یہ عالم عمر بن حجاج نے دیکھا تو تیر اندازوں کو حکم دیا مسلم بن عویجہ خطیبِ کوفہ پر دور سے تیروں کی بارش کر دو چنانچہ خطیبِ کوفہ پر ہر طرف سے تیروں کا مینہ برسنا شروع ہو گیا

خطیب کوفہ پر دور سے تیروں کی بارش کر دو چنانچہ خطیب کوفہ پر ہر طرف سے تیروں کا مینہ برسنا شروع ہو گیا خطیب کوفہ زخموں سے چور چور ہیں مگر آپ کی بہاری میں کوئی فرق نہیں آیا آپ کی تلوار اجل بن کر دشمنانِ دین کی جان نکالنے میں کوتاہی نہیں کرتی عجب منظر تھا۔

عیاں شہ زوری مسلم کے میدان میں ہوئے جوہر
کہ سارا عمر بن حجاج کا پسا ہوا لشکر

ادھر چھا گئے ہزیمت خوری غارت گرنے ڈھب سے
ادھر مسلم گرے کمزور ہو کر پشت مرکب سے

حبیب ابن مظاہر دوڑ کر فوراً وہیں پہنچے
زیارت کو شہید ملتِ حق کے قریں پہنچے

امام حق بھی تھے جلوہ نما مسلم کی بایں پر
تھے مسلم جاں بلب باب شہادت پر کیے خم سر

کہا حضرت نے رہنا انے حبیب باصفا شاہد
جناں کی ان کو دیتا ہے خبر یہ بندہ واحد

رکھا ابن مظاہر نے سر مسلم کو زانو پر
بشارت خلد کی دی آپ کو منجابِ سرور

سنا جنت کا مژدہ آنکھ کھولی ہنس کے مسلم نے
اشاروں میں کہا از خود حبیب ابن مظاہر سے

امامِ دوسرا کا حق جہاں تک ہو ادا کرنا
سپاہِ شام سے لڑ کر خدا کی راہ میں مرنا

یہ کہ کر ہو گئے تشنہ وہن واصل بحق مسلم
غرض صبر و سکون کا دے گئے سب کو سبق مسلم

ادھر سے پانچ سو افراد کی یورش تھی خیمہ پر
ادھر تنہا تھے یہ جنگ آزما حق کے بھروسہ پر

شہادت پائی سرفروش دین و ملت نے
نوید مغفرت مسلم کو دی حوران جنت نے

دوسرا حملہ خیمہ پاک پر غرزہ بن قیس

سپہ سالار سے غرزہ بن قیس نے کہا کہ فوج کا نقشہ بدل گیا ہے ہزاروں قتل ہو گئے ہیں ہزاروں زخمی ہوئے پڑے ہیں ہزاروں میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں تیر اندازوں کو حکم دیجئے کہ آگے بڑھ کر خیمہ اہل بیت پر حملہ آور ہوں ابن سعد نے فوراً غرزہ بن قیس کی قیادت میں تازہ دم تیر اندازوں کو خیمہ پر تیر اندازی کا حکم دیا اہل بیت کے مجاہد اس وقت صرف ۳۲ بتیس تھے انہوں نے افواج شام پر یکبارگی بھوکے شیروں کی طرح حملہ کیا اعدا کو شکست کھا کے پیچھے ہٹنا پڑا اسی کدو کاوش میں تیسرا حملہ خیمہ پاک پر شمر ملعون نے کیا اور اس کو بھی پسپا ہو کر پیچھے ہٹنا پڑا اور بہت سے بے دین دوزخ کی طرف سفر کر گئے جب تیر اندازی بھی بے کار ثابت ہوئی تو ابن سعد نے ایک اور بد تدبیر نکالی اور فوج سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم میدان میں لڑنے سے عاجز ہو تو خیمہ اہل بیت پر شعلہ باری کرو اور دشمنوں کو جلا کر خاک کر دو افواج شام فوراً شعلہ باری پر اتر آئی اور یہ باتیں صاف ظاہر کر رہیں ہیں کہ امام عالی مقام کو میدان کربلا میں بہت سی بار فتح و نصرت حاصل ہوئی جب فوج شام شعلہ باری پر اتر آئی تو امام عالی مقام نے ابن سعد سے فرمایا کہ تم اسی بل بوتے پر میدان میں لڑنے کو آئے ہو کہ مردوں کے سامنے نہیں آتے اور مستورات پر حملہ کرتے ہو توف ہے تمہاری بہادری پر اے بزدلو اگر تمہیں میدان میں مردوں کے ساتھ لڑنے کی ہمت نہ تھی تو کس لیے میدان میں ہتھیار باندھ کر آئے ہو کیا تمہاری بہادری کا یہی تقاضا ہے کہ مستورات پر حملہ کر کے اے ابن سعد تیرا باپ تو بڑا بہادر مرد میدان تھا مگر تیری بزدلی پر ہنسی آتی ہے اے بزدل تجھے کس نے سپہ سالار بنا دیا تم ہزاروں مل کر چند مردوں سے نہیں لڑ سکتے ابن سعد یہ سن کر شرمندہ ہوا اور خاموش ہو گیا۔

مگر شمر لعین ہرگز شرارت سے نہ باز آیا
شر لے کر قریب خیمہ شاہ حجاز آیا

قسم کھائی کہا ظالم نے خیمے کو جلا دوں گا

نشانِ اہل بیت پاک دنیا سے مٹا دوں گا

امام پاک نے اس کی طرف پھیرا رخ روشن

رہا قائم مگر اپنی ہی ضد پر شمر ذی الجوشن

حمید و شیت سردارن، کوفہ نے بھی سمجھایا

مگر شمر لعین آتش فشانی سے نہ باز آیا

زہیر پاک لے کے ساتھ اپنے دس جوانوں کو

بڑھے تلوار لے کر روکنے ان سخت جانوں کو

گرے یہ دس مجاہد مثل بجلی فوج اعدا پر

رکھا تیروں کی زد پر دشمنوں کو جوش میں آ کر

کیا حملہ سیاہ شمر پر اس تیز دستی سے

مٹایا بے شمار اشرار کو دم بھر میں ہستی سے

ہوئے دوزخ کی جانب سیکڑوں شامی رواں دم میں

بہت سوں کے زمانے سے مٹے نام و نشان دم میں

ابو غرزہ ضیابی شمر کی افواج کا افسر

ہوا فی النار ابن قیس کی زد کا مزہ چکھ کر

ہزیمت خوردو شمر بے حیا میدان سے بھاگا

یہ شیطان مجسم سایہ رحمان سے بھاگا

میدان کربلا میں سحر سے لڑائی جاری ہے شامی افواج کے ہزاروں سپاہی ہلاک ہو چکے

ہیں سینکڑوں بہادروں کو موت نے اپنی آغوش لے کر دوزخ میں پہنچا دیا ہے مگر شامی لشکر میں

کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی اور جانثاران اہل بیت میں دس افراد کی شہادت سے قلت ظاہر ہو

رہی ہے دن ڈھل چکا ہے امام عالی مقام کو نماز جمعہ ادا کرنے کا خیال آتا ہے جناب حضرت

شامہ اور حامدی نے کہا کہ آقا نماز جمعہ باجماعت ادا کیجئے اللہ اللہ یہ ذوق یہ شوق عبادت حق

جوانان اہل بیت کی اس نماز جمعہ پر ہماری تمام نماز میں قربان حضرت شامہ نے اذان پڑھی

اور سرکار سے عرض کیا کہ آقا یہ نماز باجماعت ہماری آخری نماز جماعت ہے اللہ جل جلالہ و اعظم شانہ کا ہم کس منہ کے ساتھ شکر ادا کریں اُس کا بہت بڑا ہم پر یہ احسان ہے کہ عبادت اور شہادت دونوں نعمتیں ہمیں ایک ساتھ عطا فرمائی ہیں الغرض نماز جمعہ نہایت خشوع کے ساتھ ادا فرمائی امام عالی مقام نے بارگاہ رب سماوات میں دعا فرمائی کہ رب کائنات تری بارگاہ میں ان میرے جانثاروں کی قربانی اور میری قربانی پیش ہے اے مولا مرے نانا محمد رسول ﷺ کے صدقے اس قربانی کو قبول فرمالینا اور میرے نانا جان کی گناہ گار اُمت کو اس قربانی کے بدلے بخش دینا مولا ہم تیرے اور تیرے حبیب کے دین کے اور تیری رضا کے لیے میدان کربلا میں اپنی قربانی تیری نذر کرنے کے لئے حاضر ہیں مولا ہمیں میدان امتحان میں کامیابی عطا فرمانا مولا ہمیں ثابت قدم رکھنا ادھر امام عالی مقام دعا فرما رہے ہیں ادھر کوئی و شامی بھی جمعہ سے فارغ ہو کر میدان میں آتے ہیں اور حصین ابن نمیر کہتا ہے۔

حبیب ابن مظاہر کی شہادت

نماز جمعہ کا پیغام جب اسرار کو پہنچا
 حصین ابن نمیر بد خصائل طنز سے بولا
 نماز اصلا نہ مقبول ہو گئی حضرت حق میں
 کہ شامل ہی نہیں ہے یہ نمازی ملت حق میں
 حبیب ابن مظاہر نے سنا جس وقت یہ فقرہ
 حصین کفر باطن سے کہا غصہ میں برجستہ

غلط ہے اے سگِ دُنیا یہ تیرا طعنہ بے جا
 سلیقہ بات کرنے کا تجھے اب تک نہیں آیا

نماز دشمنانِ دین تو ہو مقبول اے غافل
 نماز سبط احمد (ﷺ) کو قبولیت نہ ہو حاصل

حصین ابن نمیر اس بات سے غصے میں بھر آیا
 اٹھایا نیزہ کھنچا تیغ کو گھوڑے کو دوڑایا

حبیب ابن مظاہر نے بھی کھنچا خونچکاں خنجر
 کیا حملہ سر میدان حصین کینہ پرور پر
 ہوا گھوڑا الٹ ٹانگیں کٹیں سر پہ پڑا خنجر
 حصین اوندھا گرا ٹھہرا دم بھر شیٹ مرکب پر
 سر اس پر حصیں میں تیج تھی پیوست غازی کی
 نہ آنے پائی تھی نوبت ابھی تک نیزہ بازی کی

سپاہ شام نے یلغار کردی دفعتاً مل کر
 حصین بے حیا نے خاکِ ذلت سے اٹھایا سر
 حبیب اللہ اکبر کہ کے سوئے فوج شام آئے
 تمیمی فوج کے اکثر سپاہی رن میں کام آئے

حبیب ابن مظاہر نے مچادی کھلبلی رن میں
 ہر ایک سو چھائی ہیبت کی گھٹا افواج دشمن میں

حبیب ابن مظاہر کا مظاہرہ

حبیب ابن مظاہر نے سپاہ شام کے ہوش گم کر دیئے لاشوں سے جنگل بھر دیئے حصین
 ابن نمیر نے بدیل ابن صریم کو حبیب کے مقابلے کے لیے بھیجا اُس نے حبیب پر وار کیا
 حبیب اُس کے وار کو رد کر کے تلوار کا ایک ہاتھ مارا سر لکڑی کی طرح کٹ کر زمین پر گرا اور
 بدیل ابن صریم نے دوزخ کی راہ لی یکا یک ایک تمیمی نے عقب سے آکر وار کیا زخم کاری
 لگا زخم کھا کر حبیب ابن مظاہر تمیمی کی طرف جھپٹے زخم سے خون کا فوراً جاری تھا مگر جوش میں
 کمی نہ تھی۔

حبیب با صفا کا رخ پلٹ نے بھی نہ پایا تھا
 ابھی جنبش میں خنجر تھا ابھی نیزہ اٹھایا تھا

کہ حصین بے حیا نے چھوڑ دی تلوار غازی پر
 گرایہ سرفروشِ عشق پشت زیں سے غش کھا کر

شہادت ہو گئی حاصل حبیب ابن مظاہر کو
 ہوا صدمہ امامِ دوسرا کی رخِ طاہر کو
 لپک کر شاہِ دیں ابنِ مظاہر کے قریب آئے
 انہیں آغوش میں لے کر سوئے خیمہ بریں آئے
 امامِ عالی مقام علیہ السلام حبیب ابنِ مظاہر کی لاش کے قریب پہنچے اور انہیں اپنے آغوش
 میں لے کر خیمے میں تشریف لائے اور حبیب ابنِ مظاہر کے زخموں سے گردِ غبار کو صاف
 فرمانے لگے تمام اہل بیت اطہار میں ایک سکتے کا سا عالم ہے سب کی آنکھوں سے آنسوؤں
 کی ندیاں جاری ہیں ہنتے ہنتے معصوم بچے پیاس کی شدت سے بلک رہے ہیں بڑے بڑے
 شہدا کے غم میں سسک رہے ہیں کربلا کے ہیبت ناک منظر سے وحوش طیور گھبرا رہے ہیں
 ملائک انگشتِ بدنداں ہیں فضائے عالم میں خونِ ناحق سرخی نظر آرہی ہے خیمہ پاک پر رنج
 و الم کے بادل چھا رہے ہیں میدانِ کربلا کے تمام اشجار مَر جھا رہے ہیں حورانِ جنت بے چینی
 سے شہدائے کربلا کا انتظار کر رہی ہیں تاریخِ عالم میں کربلا جیسی جنگ کی مثال نہیں ملتی ہر
 طرف ہو کا عالم ہے

جنگ کا میدان بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عشق
 کربلا میں ہو رہا ہے امتحانِ اہل بیت
 امامِ عالی مقام حبیب ابنِ مظاہر کی لاش پر غمگین کھڑے ہیں تمام جانثرا اشکبار ہیں امام
 عالی مقام کے چہرہ انور پر یکا یک جلال کے آثار نظر آئے ہیں۔

حبیب ایسا مُحب خاصِ میدان میں کام آیا
 حسین ابنِ علیؑ کے دل میں جوشِ انتقام آیا

اٹھائی ذالفقارِ حیدرؑ کرار ہاتھوں میں
 بنی برحقِ غضب تیغِ قضا تلوار ہاتھوں میں

زرہِ حمزہؑ کی - پہنی نیزہ عباسؑ چمکایا
 رک و ریشہ میں خونِ ہاشمی چھن کر ابھر آیا

یاد الہی تجل نے قبائے ناز کو چوما
 شجاعت نے رکاب مرکب جانباز کو چوما
 فرشتوں نے کہا نصر من اللہ عرش اعظم پر
 ہوئیں فتح و میں صوفشیاں آیات پرچم پر
 کیا عزم دعا میدان کی جانب نظر ڈالی
 نگاہ لطف خویش و اقربا احباب پر ڈالی
 زہیر و خر نے دامن پر چل کر التجائیں کیں
 شامہ اور نافع نے ادب سے پیش راہیں کیں
 کہا سب نے ہم حاضر ہیں سر حاضر ہے جاں حاضر
 ملول آقا ہوں کیوں جب ہوں غلام خاندان حاضر



باب نمبر 8

جوانوں کی میدان میں آمد

جب امام عالی مقام نے میدان جنگ میں جانے کا عزم فرمایا تو تمام جانثارانِ امام عالی مقام کا دامن پکڑ کر نہایت ادب سے پائے ناز کو چوما اور عرض کیا ہمارے ہوتے ہوئے سرکار میدان میں نہ جائیں یہ غیر ممکن ہے زہیر ابن قیس و شامہ اور نافع نے میدان میں جانے کی اجازت طلب کی سرکار نے خوش ہو کر ان کے سر پر دستِ رحمت رکھا اور خدا حافظ کہہ کر میدان میں جانے کی اجازت دے دی یہ تینوں بہادر صف شکن شیروں کی طرح جھومتے ہوئے میدان جنگ میں آتے ہیں جن کے رعب و جلال کو دیکھ کر افواجِ شام کے دل سینے میں لرز جاتے ہیں تینوں دلاور بلائے ناگہانی کی طرح لشکرِ فوج کی صفوں میں ابتری پھیلی اجل اپنے آغوشِ غضب میں لے کر کوئی اور شامیوں کو دوزخ میں پہنچا رہی ہے میدان کربلا محشر کا آئینہ بنا ہوا ہے دشمنوں میں خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے ابن سعد نے بجر بن ہباج کو بلایا اور کہا کہ تجھے جس قدر مال کی ضرورت ہوگی میں وہی تجھے دوں گا میدان میں جا کر زہیر ابن قیس کا سر کاٹ کر ہمیں لا دے بجر ہجار نے کہا مجھ میں یہ ہمت نہیں جو میدان میں جا کر اس شیر کا مقابلہ کروں ہاں عیاری سے کالیا جائے تو البتہ مشکل کشائی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ میدان میں تین کمین گاہیں بنائی جائیں اور ہر کمین گاہ میں سو سو جوان تیغ ابدار لیے ہوئے تیار رہیں اور خود کو مخفی رکھیں جب زہیر میرے عقب میں یہاں پہنچے تو یکبارگی حملہ کر لیں مجھے یقین ہے کہ زہرہ کہاں تک بچے گا ایک نہ ایک کمین گاہ میں ضرور پھنس جائے گا یہ کہہ کر بجر ہجار میدان میں آتا ہے اور زہیر ابن قیس کے روبرو پہنچ کر نہایت تعظیم سے پیش آیا اور کہنے لگا کہ اے بہادر میں تجھ سے لڑنے کو نہیں آیا ہوں کچھ باتیں کام ہیں ان کو عرض کرنا ہے بات یہ ہے کہ بڑے بہادر ہو تمہاری بہادری شور تمام ملکِ شام ہے زہیر پاک نے سن کر کہا۔

کہا غازی نے اے مکار کیوں باتیں بناتا ہے

یہ میدان ہے یہاں پر شخص قسمت آزماتا ہے

ہجار آہستہ بولا اے بہادر اے قوی ہمت
ہو تجھ سا شیر کمزوروں کی خاطر مفت بے عزت

حسینؑ ابن علیؑ نادار ہیں بھوکے پیاسے ہیں
نہیں کچھ پاس ان کے ہاں زباں پر دم دلا سے ہیں

عبید اللہ کا طوطی بولتا ہے آج دنیا میں
یزیدِ شام تک کونے کا ہے محتاج دنیا میں

عبید اللہ سے ابن قیس رسم وراہ کر پیدا
کہ وہ تیری شجاعت تری شہزوری کا ہے شیدا

زہیرِ پاک نے تلوار کھینچی سن کے یہ فقرے

کہا او بے حیا مکار یہ ناپاک منصوبے

مجھے میدان میں دھوکہ دیتا ہے لے سنجھل ناری

جہنم میں پہنچنے کے لیے کر جلد تیاری

نکل کر تیغ کی زد سے ہجارِ مند خو بھاگا

مثالِ فتنہ خوابیدہ غازی کا فرس بھاگا

صفوں کو کاٹتا غازی بڑھا آگے کو میدان میں

پڑی ہلچل کیں گا ہوں میں غل تھا فوجِ پہاں میں

زہیرِ تیغ زن ہر موچہ کو کر کے سر نکلا

لیے سینے کے اندر شہرِ پتھر کا جگر نکلا

ہزاروں نیز و تلوار پڑتے تھے مجاہد پر

تھا نرغہ سینکڑوں اشرار کا اک جانِ واحد پر

سرو پادست و بازو چورتھے زخموں کی کثرت سے

مگر سرشار تھا غازی مئے جامِ شہادت سے

بدن زخمی تھا سارا خون کے چشمے اُبلتے تھے

سنان و تیغ غازی پر کفِ افسوس ملتے تھے

کثیر ابن عبداللہ شعی تیرہ باطن نے
کیا غازی پہ حملہ بے تحاشا آگے پیچھے سے

مہاجر ابن اوس رومیہ نے بھی مقابل سے
چلا دی تیغ خوں آشام نکلی آہ ہر دل سے

ہوئے اک ساتھ ہی دو وار تلواروں کے غازی پر
لگے دو زخم کاری گردن شیرِ حجازی پر

صلوٰۃ خوف پڑھ کر جب ہوئے فارغ شہہ والا
خبر آئی کہ اعدا نے انہیں بھی ذبح کر ڈالا

جگر تھامے ہوئے سرکارِ مغموم و حزیں آئے
سر بانیں زہیر پاک کے سلطان دیں آئے

اٹھایا نیم مردہ لاش کو خیمہ میں لے آئے
پیامِ مغفرت جانباہ کو افلاک سے آئے

ہوئے دامنِ شاہِ شہیداں جب ذرا پائی
تن بے جان میں روح تازہ گویا عود کر آئی

سکوں کی سانس لی آنکھ کھولی سر کو جنبش دی
قرب پائے نازِ شاہِ والا آ کے کروٹ لی

غرض یہ تھی دم آخر ہو سر آقا کے قدموں پر
شہادت کے بنیں شاہد حضورِ شافعِ محشر

کہا سرکار نے اے مرنے والے آرزو کیا ہے
کہا پیاسا ہوں کوثر کے سوا اب جستجو کیا ہے

کہا الحمد للہ جان دے دی مرنے والے نے
جناں کی راہ لے لی معرکہ سر کرنے والے نے

ادھر میدان جنگ میں نافع بن ہلالی افواجِ شام لیے ملک الموت بنے ہوئے تھے اور
ڈھونڈ کر اپنے بارافوجی افسروں کو دوزخ کے حوالے کر دیا تھا یہاں تک کہ آپ کا ایک بازو

لڑائی میں کٹ گیا مگر پھر بھی اعدائے دین کے کسی بہادر میں یہ جرات نہیں تھی جو آپ کے قریب آتا دور سے کندازوں نے آپ کو کندو میں پھانس لیا شمر لعین آپ کو اسیر دیکھ کر ابن سعد کے پاس پہنچا وہ مغرور آپ کو بے بس دیکھ کر ہنسا آپ نے کہا کہ ابن سعد ہنستا کیا ہے اگر مرے بازو نہ کٹتے تو تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے تھے میں نے تمہاری فوج کے بارہ سرداروں کو مارا ہے میں بہت خوش ہوں کہ مرا قاتل کوئی مسلمان نہیں میرا قاتل شمر ہے جو ازل ہی سے جہنمی ہے ابن سعد نے جھلا کر کہا کہ اے شمر اس کو بہت جلد قتل کر یہ بڑا بے ادب ہے شمر ملعون حضرت نافع کا سرتن سے جدا کیا ان کے بعد عبدالرحمن اور عبداللہ ابن غفاری میدان میں آئے اور بہت سے کوفیوں اور شامیوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور رمیدان جنگ میں خوب اپنے جوہر دکھائے دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے اور خود بھی شہادت کا جام نوش فرما کر جنت کی راہ لی۔ عبداللہ بن غفاری کے بعد حضرت حنظلہ کے دو فرزند اسعد اور علی امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رمیدان میں جانے کی اجازت طلب کی امام عالی مقام نے دونوں کو سینے سے لگایا اور خدا حافظ کہہ کر میدان میں جانے کی اجازت کریمت فرمائی یہ دونوں اس طرح فوج شام پر جھپٹے جیسے باز اپنے شکار پر جھپٹتا ہے بہت سے ناریوں کو ٹھکانے لگایا اور خود بھی شہادت کی دولت سے مالا مال ہوئے ان کے بعد عمرو ابن خالد عبدالرحمن ابن خالد، یحییٰ بن سلیم نازی، غازی حافظ جنادہ ابن حارث مہاجر جعفی ابن مسروق قرۃ ابن قرۃ غناری، ابوشیبہ ابن انس۔ بہادر عابس ابن ابو شیبہ شاکری۔ یزید ابن زیاد حافظ۔ یہ تمام حضرات یزید ناخلف کی فوج کے کمان کرتے تھے اور سب فوجی افسر تھے مگر ایمان کا چراغ ان کے دل میں روشن تھا ابن سعد کی بے رحمی و ظلم و ستم دیکھ کر امام عالی مقام کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے یکے بعد دیگرے امام عالی مقام سے اجازت لے کر اور دشمنان دین کی فوجوں کو اپنی قوت ایمانی دکھا کر بہت سے بے دینوں کو دین کی دشمنی کی سزا دے کر نعمت عظمیٰ حاصل کرتے ہیں اب شہزادگان اہل بیت کی باری ہے اب نظر ہے۔

رہا باقی نہ کوئی جب مدد گاران نامی میں

ہوا جوش نخر پیدا عزیزان گرامی میں

یکے بعد دیگرے سارے رفیقان شہہ والا
ہوئے جنت میں داخل پائے سب نے مرتبے علی

الہی جوش مسلم کو عطا کر ان شہیدوں کا
بھرم رکھ ہم غریبوں دل شکستوں کی امیدوں کا

ابد تک پھول برسیں خلد سے ان نو نہالوں پر
الہی رحمتوں کی نچھاور مرنے والوں پر

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کا میدان میں اترنے کی خواہش

اب امام عالی مقام کے سامنے آپ کے نور نظر لخت جگر ہمیشگی مصطفیٰ حضرت علی اکبر
میدان میں جانے کی اجازت طلب کرتے کرتے سنت و سماجت ہو رہی یہ عجیب وقت ہے
چھیتا بیٹا مشفق باپ سے سر کٹانے کی اجازت طلب کرتا ہے اور بہت اصرار کرتا ہے جس کوئی
ضد ایسی نہ تھی کہ پوری نہ کی گئی ہو جس نازنین کو پدر مہربان نے کبھی انکاری کا جواب نہ دیا
تھا آج اُس کی یہ تمنا ہے یہ التجا ہے دل و جگر پر کیا اثر کرتی ہوگی اجازت دیں تو کس بات کی
گردن کٹانے کی اور خون بہانے کی نہ دیں تو چمنستان رسالت کا گل شاداب کملا یا جاتا ہے
پدر کا کلیجہ منہ کو آتا ہے سبحان اللہ کیا منظر ہے کہ وہاں خداوند قدوس نے ابراہیم علیہ السلام کو خود
قربانی کا حکم دیا کہ ہماری رضا کے لیے بیٹے کی قربانی دو یہاں خود بیٹا رب کی رضا کے لیے
قربان ہونے کی باپ سے اجازت چاہتا ہے منت سماجت کرتا ہے اصرار پر اصرار کرتا ہے
وہاں باپ چاہتا ہے۔

خلیل اللہ کو لاریب تھا یہ حکم ربانی
کہ خود فرمائیں اپنے ہاتھ سے بیٹے کی قربانی

رضائے حق پہ ابراہیم فوراً ہو گئے راضی
کیا مطلق نہ کچھ اندیشہ مستقبل و ماضی

لٹایا خاک پر لخت جگر کو اپنے ہاتھوں سے
کیا ذبح پدر خود پسر کو اپنے ہاتھوں سے

تھی اب تک سرخی افسانہ خلت پہ قربانی
مگر دنیا دیکھا کربلا میں منظر ثانی
جہاں مدتوں کے بعد پھر اک انقلاب آیا
اُلٹ کر پھر وہی دورِ خلیلی بے حجاب آیا
ہوا نسلِ خلیل اللہ میں ابنِ علی پیدا
ہوئی گلزارِ ابراہیم میں تازہ کلی پیدا

علی اکبر رضی اللہ عنہ کی اجازت طلب

نشانِ شانِ خلت کربلا میں پھر نظر آیا
پدر کے سامنے پھر ذبح ہونے کا پسر آیا
علی اکبر نے شہ سے التجا کی یہ بعدِ منت
خدارا مجھ کو بابا جان اب کر دیجئے رخصت
رضائے وہاں موجود تھی بیٹے کی مرضی پر
وہاں تھی مثبت مہرِ لختِ دل والد کی عرضی پر
یہاں بیٹا مگر ہے باپ سے اس بات کا خواہاں
پدر کر دے خدا کی راہ بیٹے کو خود قرباں
وہاں بیٹے کے باندھے دست پا والد نے رسی سے
لٹایا خاک پر تنہا الگ لے جا کے بستی سے
یہاں اللہ اکبر اندرونِ خیمہ اطہر
جناب شہر بانو محوِ رنج و یاس بیٹھی تھی
سکینہ فاطمہ کلثوم زینب پاس بیٹھی ہیں
جناب شہر بانو محوِ رنج و یاس بیٹھی ہیں
شہادت کا پسر کو باپ خود جوڑا پہناتا ہے
لباسِ جنگ سے جسمِ منور کو سجاتا ہے

عبائے رحمت عالم پہنائی جسمِ اطہر پر
 شہہ خیبر کے پٹکے سے کمر باندھی گئی کس کر
 سرانور پہ رکھا خود اور اپنی زرہ پہنائی
 سوا کی جوش و چار آئینہ سے شانِ رعنائی
 سجائے دونوں نیزہ و شمشیر و خنجر سے
 دعا مانگی اٹھا کر دستِ رحمت رب اکبر سے
 دعا

الہی یہ مرا لختِ جگر ہے راحتِ جاں ہے
 یہ تری راہ میں سو جان سے ہونے کو قرباں ہے

خدائے دو جہاں مقبول ہو یہ مری قربانی
 عطا ہو صبر اس کو جب ہو اس پر تیر بارانی

الہی صبر و ضبط و جوشِ استقلال دے اس کو
 ہے لب تشنہ کئی دن سے سکوں فی الحال دے اس کو

دعائیں دیں کہاں نورِ نظر جاؤ خدا حافظ
 رہِ حق میں عدو سے جنگ فرماؤ خدا حافظ

اجازت لے کے جب میداں میں شیرِ ہاشمی آیا
 عدوئے دین کی فوجوں پہ بادلِ خوف کا چھایا

میدانِ کربلا میں فاطمی نوجوان پشتِ سمندر پر سوار ہو کر جلدی آرا ہو چہرے کی تابشیں
 ماہِ تاباں کو شرماسر و قامت نے اپنے جمال سے ریگستان کو بُستانِ حُسن بنا دیا جوانی کی بہاریں
 قدموں پر نثار ہو رہی تھیں سُنبل کا کل سے نخل بوئے گل اُس کی نزاکت سے منقعلِ حسن کی
 تصویرِ محبوب کبریا ﷺ کی تنویرِ خدائے دو جہاں کے جمال کا خطبہ پڑھ رہی تھی چہرہ تاباں
 محبوبِ حق کے رُخِ درخشاں کی یادگار تھا جلوہٴ مصطفیٰ کا اظہار کر رہا تھا یہ اسدِ الہی شیرِ میدانِ آیا
 ذوالفقارِ حیدری کو چکایا اور اپنی مبارک زبان سے یہ رجز شروع کی۔

حُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ نَحْنُ اَصْلُ بَيْتِ اَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ۔

جس وقت شہزادے نے میدان کا رزار میں یہ رجز پڑھی ہوگی کر بلا کا چپہ چپہ ریگستان کا ذرہ ذرہ کانپ گیا ہوگا لرز اٹھا ہوگا لیکن دشمنانِ دین کے دل پتھر سے بدرجہا بدتر تھے جنہوں نے اُس حسین کے فرزند فاطمہ کے دل بند کی زبانِ شریں سے یہ کلمے سُنے۔ پھر بھی اُن کی آتش غضب ٹھنڈی نہ ہوئی اور کینہ سینے سے کینہ دور نہ ہوا افواجِ شام نے ابنِ سعد سے پوچھا کہ یہ سوار کون ہے جس کی تجلی نگاہوں کو خیرہ کرے دیتی ہے اور جس کی ہیبت سے بہادروں کے دل لرزاں و ہراساں ہیں شانِ شجاعتِ اس کی رگ رگ اور اک اک ادا سے ظاہر ہو رہی ہے ابنِ سعد نے کہا کہ یہ حسینؑ کے فرزند ہیں صورت و سیرت اپنے جدِ کریم علیہ صلوٰہ و تسلیم بہت مناسبت رکھتے ہیں یہ سُن کر افواجِ شام کو پریشانی ہوئی اور اُن کے دلوں نے اُسپر لعنت و ملامت کی اور کہا کہ نہایت کمینہ پن ہے اس آقا زادے کے قابلِ جانا لیکن ابنِ سعد کے وعدے دنیاوی مال کی حرص نے انہیں عاقبت کے انجام سے بے خبر کر دیا تھا اُدھر علی اکبر نے نعرہ مارا کہ اے ظالمانِ جفاکش بنی فاطمہ کے خون کی پیاس ہے تو میرے سامنے آؤ اگر فاتحِ خیبر کے بازو کا زور دیکھنا ہے تو مجھ سے مقابلہ کرو لیکن کسی کو ہاشمی شیر کے مقابل آنے کی ہمت نہیں پڑتی جب ہاشمی شیر کو مبارز طلب کرتے ہوئے دیر ہو گئی اور کوئی بھی سامنے نہ آیا تو علی اکبر ناچار ہو کر لشکرِ اعدا پر حملہ کرتے ہیں علی اکبر یہ کہ حملہ نہ تھا غضبِ الہی کا نمونہ تھا جو ان کو فیوں اور شامیوں پر نازل ہوا لاشوں سے جنگل بھر گیا افواجِ شام ہراک محاصر کٹ گیا میدانِ جنگ سے لشکرِ یزید کے قدم اُکھڑ گئے اور سب کو اپنی جان بچانے کی ہوئی دن کے ۲ بج چلے ہیں زرہ بکتر نے دھوپ سے گرم ہو کر بدن کو گرما دیا ہے شہزادہ پر تشنگی کا غلبہ ہوتا ہے میدان گھوڑے کی باگ موڑ کر امامِ عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا بابا جان اگر تھوڑا سا بھی پانی مل جائے تو یزیدی لشکر کو دم زدن میں اُلٹ پلٹ کر دوں سب کو موت کے معرفت دوزخ میں پہنچا دوں سلطانِ کر بلا نے لختِ جگر کو سینہ سے لگایا پیشانی کو بوسہ دیا تسلی دی۔

سرِ میداں ہوئی اکبر پہ جس دم تشنگی غالب
پدر سے آ کے خیمہ میں ہوئے وہ آب کے طالب

گزارش کی اگر تھوڑا سا پانی بھی میسر ہو
خدا چاہے تو دم بھر میں فنا اعدا کا لشکر ہو

تسلی دی لگایا باپ نے بیٹے کو سینے سے
کہا نورِ نظر محروم ہیں ہم کھانے پینے سے

بہت نزدیک ہے اے لختِ دل وہ وقت آنے کو
کہ آئیں خلد سے حوریں تمہیں پانی پلانے کو

یہ کہہ کر سرورِ کونین نے انگشتی اپنی
پیئے تسکین منہ میں لاڈلے فرزند کے رکھ دی

ذرا اس طرح شیرِ ہاشمی کو جب قرار آیا
بڑھا کر رن میں گھوڑا پھر قریشی شہسوار آیا

اپھر افواج کو لکارنا تھا شمر ذی الجوشن
تھا ابنِ سعد بھی ہر افسرِ فوجی پہ طعنہ زن

مرتب ہو چکے تھے میمنہ اور میسرہ دونوں
پئے یورش تھے مائل فوج و افسر بر ملا دونوں

دوبارہ شیرِ غراں کی طرح آئے علی اکبر
جلالِ ہاشمی جلوہ نما تھا روئے انور پر

شمر لعین کے حربے

ادھر شمر لعین حصین ابنِ نمیر عمر بن حجاج سپہ سالار ابنِ سعد فوج کو غیرت دلا رہے تھے
اور کہہ رہے تھے کہ اے بے بزدلو تم بائیس ہزار ہو ساز و سامان سے لیس ہو وہ اکیلا ہاشمی خاندان کا
شہسوار ہے بے ساز و سامان ہے تین دن کا بھوکا پیاسا ہے وہ بھی انسان ہے تم بھی انسان ہو
وہ کوئی جن یا فرشتہ نہیں ہے تم اس قدر کیوں اُس سے خوف زدہ ہو دنیا تمہاری بزدلی کا چرچہ
سن کر ہنسے گی تم میں بڑے بڑے بہادر بڑے بڑے مرد میدان ہیں بڑھو اور علی اکبر کا سر
کاٹ کر لاؤ منہ مانگا انعام پاؤ مگر کسی پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

رہا نا کام عمرو بن سعد صرف گفتگو ہو کر
مقابل پھر نہ آیا کوئی لڑنے دو بدو ہو کر

مثالی شیر ادھر للکارتا تھا رن میں شہزادہ
مگر لڑنے کو ہوتا تھا نہ اُس سے کوئی آمادہ

وہی جاہ و جلال ہاشمی رُخ سے نمایاں تھا
اُس صورت سپاہِ شام کا ہر فرد لرزاں تھا

نہ آیا جب کوئی لڑنے کو اکبر سے سرمیداں
کیا پھر خود ہی برقی اسپ کو سوئے عدو جولاں

چمک نے تیغِ خوں آشام کی ہلچل پیا کر دی
سپاہِ شام کی سب جرات و ہمت فنا کر دی

سراسیمہ تھے سب فوجی نہ کلغی تھی نہ شملہ تھا
یہ حملہ حیدر کرار کے پوتے کا حملہ تھا

صفیں تھیں درہم برہم اور ہراساں سب رسالے تھے
کھلے بندوں اجل نے پاؤں میداں میں نکالے تھے

ابن سعد کی مبارانہ جدوجہد

جب فوج کی حالت ابن سعد نے میدان جنگ میں بگڑی ہوئی دیکھی تو عمرو بن سعد نے طارق پہلوان جو کہ عراق کا نامی گرامی بہادر تھا اپنے پاس بلایا اور اُس سے کہا کہ بڑے شرم کی بات ہے وہ اہل بیت کا اکیلا نوجوان میدان میں ہے تم ہزاروں کی تعداد میں ہو اور وہ مبارز طلب کرتا ہے اور تم میں کسی کو ہمت نہ ہوتی ہے اور وہ بڑھتا ہے تو صفیں درہم برہم کر دیتا ہے بہادروں کا کھیت بودیا بھوکا پیاسا ہے دھوپ میں لڑتے لڑتے تھک گیا ہے خستہ اور ماندہ ہو چکا ہے پھر مبارز طلب کرتا ہے اور تمہاری تازہ دم جماعت میں کسی کو یارائے مقابلہ نہیں تف ہے تمہارے دعوئے شجاعت پر اگر کچھ غیرت ہے تو میدان میں پہنچ کر فتح حاصل کرو میں وعدہ کرتا ہوں اے طارق اگر تو نے یہ کام کر دیا تو عبید اللہ سے تجھے موصل کی

حکومت دلاؤں گا طارق نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں فرزند رسول سے لڑ کر اپنی عاقبت بھی خراب کر لوں تو پھر بھی تو اپنا وعدہ پورا نہ کرے تو میں نہ دنیا کا رہا اور نہ دین کا ابن سعد نے قسم کھائی اور پختہ قول و قرار کیا تو طارق اپنے دونوں بیٹوں کو لے کر میدان میں آیا اور اپنے بڑے بیٹے سے کہا کہ جا کر اکبر کا سر کاٹ لا۔ طلحہ بن طارق اپنے باپ کا حکم پاتے ہی میدان میں علی اکبر کے مقابلے لیے آیا اور شہزادہ والا تبار پر نیزہ کا وار کیا شہزادہ عالی جاہ نے اُس کے نیزے کا وار رد فرما کر اُس کے سینے پر ایسا نیزہ مارا کہ سینے کے پار نکل گیا پھر اُس کو پشت زمین سے اٹھا کر زمین پر ٹپک دیا یہ حال دیکھ کر طارق کے دوسرے بیٹے کو تاب نہ رہی اور شمشیر کھینچ کر شہزادے کی طرف جھپٹا ابھی اچھی طرح میدان میں آنے بھی نہ پایا تھا کہ شہزادے نے اُس کو نیزے کی نوک اٹھا کر سر سے بلند کیا اور زمین پر دے کر مارا ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں اور دوزخ کو سدھارا حریص طارق موصل کی حکومت کے لالچ میں شہزادے پر شمشیر لے کر دوڑا شہزادے نے تیغ ابدار کا ایک وار کیا کہ طارق لکڑی کی طرح دو ٹکڑے ہو کر خاک پر تڑپنے لگا ابن سعد کو اعتراف کرنا پڑا کہ جو فریب کاریوں اور مکاریوں سے کام نہ لیا جاتا پانی کی بندش نہ ہوتی تو ہاشمی خاندان کا ایک ہی نوجوان افواج یزید کو خاک میں ملا دیتا طلحہ اور اُس کے دونوں بیٹے کا حشر دیکھ کر شہزادے کی ہیبت سے لشکر میں شور برپا ہو گیا ابن سعد نے مشہور پہلوان مصرع ابن غالب کو شہزادے کے مقابلے کے لیے بھیجا مصرع نے شہزادے پر نیزے کا وار کیا شہزادے نے تلوار سے نیزے کو قلم کر دیا اور ایک ایسی تلوار ماری کہ زمین تک کٹ گئی مصرع دو ٹکڑے ہو کر گر گیا اب کسی میں ہمت نہ رہی نہ جو کہ تنہا اس شیر کا مقابلہ کرے ناچار ابن سعد نے محکم بن طفیل بن نوفل کو ایک ہزار جرار سوار کے ساتھ شہزادے کے مقابلے لیے بھیجا شہزادے نے اٹھا کر اُن پر حملہ کیا اور انہیں دھکیل کر قلب لشکر میں پہنچا دیا کتنے ہی بد بخت ہلاک ہوئے اور شہزادے پر پیاس کا پھر غلبہ شدت اختیار کر گیا پدر عالی تبار کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا لعطش لعطش بابا پیاس سے بہت بے قرار ہوں بابا نے کہا کہ نور دیدہ من کوثر سے سیرابی کا وقت آ گیا ہے دست مصطفیٰ ﷺ سے چھلکتا جام ملے گا اکبر پھر میدان کی طرف لوٹ گئے اور لشکر کے میمنہ و میسرے پر حملہ کر کیا اعدائے دین کے لشکر نے آپ پر نیزوں کی بارش شروع کر دی آپ نے بھی شدت سے حملہ کر بلا کی

تشنہ لب زمین کو بے دینوں کے خون سے سیراب فرمایا اور آپ زخمی ہو کر گھوڑے سے ڈھلکنے لگے امام عالی مقام کو آواز دی: یا اہلباہ احد کنی۔ اے پدر بزرگو! اور مجھ کو لیجیے حضرت امام عالی مقام گھوڑا بڑھا کر میدان میں پہنچے اور جانباز نونہال کو اٹھا کر خیمہ اطہر میں لائے اور ان کے سر کو اپنے زانوؤں پر رکھا۔

بیٹے کو لے کے گود میں ابن بتول اب
دیکھا کہ مٹ رہی ہے شیبہ رسول اب
آنسو بہا کے دکھ دیئے بیٹے کے لب پہ لب
فرمایا بیٹا چھوڑ کے جاتے ہو مجھ کو اب

دل سے گلے لپٹنے کی حسرت نکال لو
باہنیں اٹھا کے باپ کی گردن میں ڈال دو

اکبر نے آنکھ کھول کے دیکھا زرخ پدر
عارض پہ اشک آنکھوں سے ٹپکے ادھر ادھر
فرمایا شہ نے زانوں رکھ کر پسر کا سر
روتے ہو کس لیے بھلا اے غیرت قمر

آؤ تمہیں میں آلِ پیمبر میں لے چلوں
غم ماں کا ہے تو آؤ تمہیں گھر میں لے چلوں

☆☆☆

اٹھا کر پارہائے دل کو خیمہ کی طرف لائے
صدف میں جمع کرنے کے لیے درنجف لائے

اداسی زرخ پہ صبر ضبط کی چہرے پہ رنگت تھی

لب خاموش پر بس اِنَّا لِلّٰہِ کی آیت تھی

ہوئی یوں باپ کے پیش نظر بیٹے کی قربانی

ہوا یوں دیدۂ یعقوب سے گم یوسف ثانی

وہاں بیٹے کے بدلے گوسفند خلد آئی تھی
تڑپتی لاش بیٹے کی یہاں پر خون میں نہائی تھی

وہ حق میں فنا یوں مرد حق آگاہ ہوتے ہیں
علیٰ اکبر شہید فی سبیل اللہ ہوتے ہیں

جگر پارہ حسینؑ ابن علیؑ کا پارہ پارہ ہے
گہن میں آج دیکھو عرشِ اعظم کا ستارا ہے

کیا بدباظنوں نے پارا پارا ماہ پارے کو
چھپایا خاک کے ذروں میں زہرا کے ستارے کو

سرمیدیاں عیاں اجمال کی تفصیل ہوتی ہے
مکمل آج قربانی اسمعیل ہوتی ہے

ہے تہ اُن نابوں پر تہ ہے اعوانِ حکومت پر
کرے گی خلق لعنت تا قیامت اس شقاوت پر

الہی بہر زہرا بہر حسین و پئے حیدرؑ
ہو جنت آشیاں ہر شاخوانِ علی اکبر

جلالِ ہاشمی پر جوش

علی اکبر کی شہادت کے بعد فاطمی شیروں میں غیض و غضب کی لہر دوڑ گئی جلالِ ہاشمی
جوش پر آیا انتقام کے جذبہ سے دلوں کو گرمایا بھوکے شیروں کی طرح نگاہِ قہر سے لشکرِ یزید کی
طرف دیکھا ہر ایک کو زندگی بار نظر آنے لگی عثمان ابن علی شیر خدا امام عالی مقام کی خدمت
میں آتے ہیں نہایت ادب سے رکاب کو بوسہ دیا اور عرض کی کہ آقا مجھے بھی اکبر کی طرح راہ
حق میں قربان ہونے کی اجازت عطا فرمائیے امام عالی مقام نے لاڈلے بھائی کو گلے سے لگایا
اور اپنے ہاتھ سے فرزندِ فاتحِ خیبر کی کمر تیغ آبدار جمائل کی ہاتھ میں نیزہ دیا اور کاندھے پر
ڈھال باندھی بغل میں تیرو کمان کا ترکش لٹکایا اور صبر و رضا کی تلقین فرمائی سردستِ رحمت
رکھ کر میدان کی اجازت دی اور کہا کہ خدا حافظ۔

رضا لے کر امامِ حق سے پھر عثمان بن حیدر
 یزیدی فوج کی جانب بڑھے کھینچے ہوئے خنجر
 کیا نعرہ خدا کا لے کر مردِ میدان نے
 کہا یہ فوج سے غصے میں ابنِ شیر یزداں نے
 جسے خواہش ہو مرنے کی وہ مرے سامنے آئے
 جواں مردی کے جوہر آنکھ میدان میں دکھلائے
 مگر جب سامنے لڑنے کو کوئی بھی نہیں آیا
 تو پھر عثمان نے گھوڑے کو اپنے ایڑ فرمایا
 مثالِ شیرِ حملہ کر دیا اعدا کے لشکر پر
 گرے سر بد نہادوں کے مثلاً گیند کٹ کٹ کر
 قدم میدان سے افواجِ شامی کے لگے ہٹنے
 جو افسر فوج کے تھے ابنِ حیدر سے لگے کٹنے
 کیا یہ حکم ابنِ سہد نے پھر سارے لشکر کو
 کہ گھیرو ہر طرف سے بڑھ کے آگے ابنِ حیدر کو
 تھا خولی بن زید خنجر عثمان کی زد پر
 نکل بھاگا مگر یہ روسیہ تلوار سے بچ کر
 تن و تنہا پہ بادل ہر طرف سے فوج کے چھائے
 علی کے لعل پر چاروں طرف سے تیر برسائے
 ہوا جب چور زخموں سے بدن عثمان کا سارا
 تھا جاری خون کا ہر زخم سے مقتل میں فوارا

حضرت عثمانؓ بن علیؓ میدانِ کربلا میں

الغرض حضرت عثمانؓ بن علیؓ میدانِ کربلا میں جذبہ شجاعت سے سرشار ہیں بادۂ شہادت
 سے مخمور ہیں تیرو سناں کے زخموں سے چور ہیں لیکن آپ کی تلوار کے وہی دم ختم ہیں بڑھ بڑھ

کر دشمنان دین کے سر قلم کرتی ہے لاشوں کے انبار لگا دیئے ہیں بہادروں کے حوصلے پست کر دیئے ہیں کسی دلاور کو اُن کے سامنے آنے کی جرأت نہیں ہوتی عمرو بن سعد کو اپنی فوج کی شکست نظر آرہی ہے تیر اندازوں کو حکم دیا ہے کہ عثمان سے دور رہ کر عثمان پر تیروں کی بارش کرو سنگ باری کرو پے در پے پتھروں اور تیروں کی زد سے حضرت عثمان کے نورانی جسم کو چھلنی کر دیا بنی آہان کے ایک ظالم نے عقب سے آ کر عثمان بن حیدر پر تلوار کا وار کیا ضرب کاری پڑی غازی پشت زین سے ڈھلک کر زمین کی طرف مائل ہوا امام عالی مقام کو آواز دی امام حق فوراً اپنے برادر کی لاش پر اشکبار پہنچے اور لاش کو اٹھا کر خیمہ میں لائے خیمہ میں کہرام مچ گیا امام عالی مقام نے سب کو صبر کی تلقین فرمائی پھر عبدالرحمن بن عقیل امام دوسرا سے میدان کی اجازت لے کر افواج یزید پر حملہ آور ہوئے اور بہت سے کوفیوں اور شامیوں کو دارغہ دوزخ کے سپرد کر کے خود بھی شہادت کا جام نوش فرمایا پھر سرور دین کی خدمت میں جعفر بن عقیل آتے ہیں اور رضا حاصل کر کے میدان کا رزار میں پہنچتے ہیں بہت سے ناری آپ کی تیغ آبدار سے جہنم کا اندھن بنتے ہیں خوب ہاشمی جو ہر دکھا کر شہادت کی دولت حاصل کی پھر پُشتے لگائے اور جام شہادت پی کر جنت کی راہ لی پھر ابو بکر ابن علی میدان میں آئے اور شہید فی سبیل اللہ ہوئے چنانچہ علی مرتضیٰ کے خاندان کے بہادروں نے میدان کر بلا کو محشر کا نمونہ بنا دیا ریگستان خشک خاک تر سرخ نظر آنے لگی نیزوں کی نوکوں پر صف شکن بہادروں کو اٹھانا اور خاک میں ملانا ہاشمی نوجوانوں کا معمول کرتا تھا جب عقیل ابن ابوطالب چار لخت جگر راہ حق میں اپنی جانیں ثنا کر چلے تو حضرت عبداللہ ابن مسلم امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے دل میں اپنے پیارے چچاؤں کے خون کا انتقام لینے کا جوش ہے امام حق سے اجازت طلب کرتے ہیں سرکار نے فرمایا اے فرزند تم میرے شہید بھائی مسلم کی نشانی ہو تمہیں کس دل سے سرکٹانے کی اجازت دے دوں میرے لخت جگر تم میدان میں نہ جاؤ اپنا سر نہ کٹاؤ دنیا میں رہو اللہ تمہیں ایمان کی رہتی دنیا تک زندہ سلامت رکھے اور تم سے مرے برادر کا نام و سلسلہ جاری رکھے حضرت عبداللہ کا امام عالی مقام ہر طرح سے میدان میں جانے سے روکتے ہیں مگر حضرت عبداللہ نے شہادت کا جام نوش کرنے کے لیے بے چین ہیں چچاؤں کے انتقام کا جذبہ سینے میں مچل رہا ہے امام عالی مقام کے پائے اقدس کو بوسہ دیتے

منت سماجت کرتے ہیں اور کہتے ہیں سرکار وہ وقت مجھے خدا نہ دکھائے کہ آپ حاضر نہ ہوں میں
زندہ رہ کر دنیا کی مسرت دیکھوں آقا روز محشر خدا کو اور مصطفیٰ ﷺ کو کیا منہ دکھاؤں گا الغرض
بصد ہو کر امام عالی مقام سے اجازت حاصل کی امام عالی مقام نے فرمایا جاؤ تمہیں خدا کو سونپا۔

اجازت لے کے عبداللہ جب میدان میں آئے
جلال ہاشمی کی اک نرالی شان میں آئے

انہیں میدان میں آتا دیکھ کر ہی شام کا لشکر

ہوا ہیبت سے اُن کی خوف زن حیران اور مضطر

مثال شیر گرجے اور کہا فوج شمر سے
بہادر تم میں جو ہو وہ نکل کر آئے لشکر سے

قدامہ بن اسد شہزور یکتا پہلواں نامی

بہادر جنگجو شمشیر زن تھا یہ گبر شامی

مقابل بن کے آیا سامنے اس مرد غازی کے
دکھائے خوب جوہر جنگجوی نیزہ بازی کے

کیے حملے پہ حملے پہ بہ پے مرد دلاور پر

مگر خالی گیا ہر وار کام آیا نہ کچھ جوہر

کہا غازی نے ہاں ہشیار ہو جاے قدامہ اب
کہ ہے خنجر میرا تیغ قضا برق جلال رب

یہ کہہ کر تیغ چھوڑی دفعتاً فرق قدامہ پر

مگر میدان سے یہ نامرد بھاگا پیٹھ دکھلا کر

تعاقب ابن مسلم کیا مرکب کو دوڑایا
مگر گھوڑے کو کچھ رفتار میں کمزور سا پایا

اتر کر اسپ سے پیدل چلے مغرور کے پیچھے

گریزاں تھی قضائے ناگہاں مغرور کے پیچھے

قدامہ نے کیا گھوڑے سے پھر کر وار نیزے کا
 بچایا پڑ گیا لیکن جگر پر وار نیزے کا
 ہوئے مجروح عبداللہ پر اسوار گھوڑے پر
 لگا گلہ ناپاک پر تیغ دو دم بڑھ کر
 ہوا گلہ جڑا اڑ گیا ناری سیہ رو کا
 بھیانک ہو گیا چہرہ سر میدان بدخو کا
 کمر ہاتھ ڈالا پھر اٹھایا پشت مرکب سے
 زمیں پر کر کے اونچا سر سے دے مارائے ڈھب سے
 قدامہ کا لیا فی الفور عبداللہ نے گھوڑا
 غنیمت کا ملا جو مال اس کو بھی نہیں چھوڑا
 سلام ابن قدامہ سے کہا سالار لشکر نے
 کہ مرد دلاور باپ کا قاتل سے بدلا لے
 سلام آہستہ بولا میں ہمت کر نہیں سکتا
 جواں ہوں دیدہ و دانستہ لیکن مر نہیں سکتا
 بہادر میں نے ایسا کوئی دنیا میں نہیں دیکھا
 نہ اس جاہ و جلالت کا کوئی انساں کہیں دیکھا
 پکڑ کر تیغ عبداللہ نے پھر دونوں ہاتھوں میں
 کیا اُن بزدلوں پہ حملہ جو بیٹھے تھے گھاتوں میں

افواجِ شام کی بدحواسی

چنانچہ عبداللہ ابن مسلم کے جرأت مندانہ حملوں نے افواجِ شام کو بدحواس کر دیا کر بلا
 کے میدان کو میدان محشر بنا دیا کوفیوں اور شامیوں کا جوش و خروش سب خاک میں ملا دیا
 میدان جنگ میں آنے کا مزا چکھا دیا ہر جنگی ہنر بھلا دیا بڑے بڑے بہادر حضرت عبداللہ کی
 صورت کو دیکھ کر سہم جاتے جان بچا کر سامنے سے بھاگ جاتے شیر ہاشمی پر دور سے پتھروں

اور تیروں کی بارش کرتے جب غازی زخموں سے چور چور ہو گیا تو انہیں۔

سپاہِ شام نے چاروں طرف سے آپ کو گھیرا

لگا بزدلوں نے موت کے اطراف میں ڈیرا

قلم گھوڑے کے ساق و پائے افواجِ دشمن نے

کیا مجروح عبداللہ کو اعدائے پرغن نے

عقب سے آیا عمر ابنِ صحیحی مردودِ صیدانی

پیا پے فرقِ پشت و دوش پر کی تیغ افشانی

شہادت پائی آخر اس جوانِ خلدِ سماں نے

بلایا گلشنِ جنت میں عبداللہ کو رضواں نے

ہوا برباد سارا مسلمِ مرحوم کا گلشن

ہوئے مرغانِ صحرا صرف آہ و نالہ و شیون

سرہانے آئے عبداللہ کے باچشمِ نم حضرت

جزاک اللہ کہہ کر ہو گئے مائل بہ غم حضرت

شہید راہِ الفت نے حیاتِ جاوداں پائی

پناہ دو جہاں کے پاک دامن میں اماں پائی

عون و محمد اپنی والدہ حضرت زینبؑ کی خدمت میں

حضرت عبداللہ ابنِ مسلم کی شہادت کے بعد آپ کے یعنی امام عالی مقام کے بھانجے

عون و محمد اپنی والدہ حضرت زینبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدانِ جنگ میں جانے

کی اجازت طلب کی حضرت زینبؑ نے فرمایا کہ ماموں جان سے جا کر اجازت لو اگر وہ

اجازت دے دیں تو جاؤ اور راہِ حق میں اپنی جانیں قربان کر دو دونوں شہزادے امام عالی مقام

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدان میں جانے کی رضا چاہی امام عالی مقام دونوں کی

صورت کو دیکھ کر آبدیدہ ہوئے جگر کو تھام کر اجازت دی۔

گھوڑوں کو سر جنگ اڑاتے ہوئے آئے
 شان اپنی سواری کی دکھاتے ہوئے آئے
 نیزوں کو دلیرانہ ہلاتے ہوئے آئے
 ایساں سوئے اشرا بناتے ہوئے آئے
 لرزہ تھا شجاعوں دلیروں کی نظر سے
 تکتے تھے صفِ فوج کو شیروں کی نظر سے

لشکر میں یہ غل تھا وہ جانبار پکارے
 لڑنا ہو جسے سامنے آ جائے ہمارے
 ہم وہ ہیں کہ جاتے جب میدان میں اُتارے
 رستم کو بھگا دیتے ہیں تلوار کے مارے
 ہے قہرِ خدائے دو جہاں حربِ ہماری
 رکتی نہیں دشمن سے کبھی ضربِ ہماری

☆☆☆

یہ دونوں شیر بجلی کی طرح میدان میں آئے
 صدا قل میں مبارز کی زبانِ پاک پر لائے
 نہ آیا اُن سے لڑنے کو پہلوں کوئی بھی نامی
 بہادر اُن سے سارے خوف زن تھے کو فیو و شامی
 بڑھے خود رکھ لیا فوجِ عدو کو باڑ کے آگے
 سپاہی سامنے سے ہر طرف بے ساختہ بھاگے
 اشارا دور سے فوجوں کو ابنِ سعد کرتا تھا
 مگر خود سامنے آتے ہوئے میدان میں ڈرتا تھا

یہ غالب تھے سر میدان سب فوجی رسالوں پر
 تصدق تھی شجاعتِ حضرتِ زینب کے لعلوں پر

قدم پیچھے ہٹے میدان سے افواج شامی کے
 نظر آثار آئے سب عمر کو بدنظامی کے
 بڑھے شبر و عمر غیرت دلائی سارے لشکر کو
 کہا زغہ میں ان کو بوجلاؤ تیغ و خنجر کو
 لگی ہونے ہر اک سونے جو ان پر تیر بارانی
 ہوئے زخموں سے ان کے چور سارے جسم نورانی

بالآخر ہو گئے عون و محمد جاں بحق دونوں
 شجاعت کا گئے دے کر مسلمان کو سبق دونوں

حضرت عون و محمد کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر عبداللہ ابن حسن چچا کے سامنے آئے
 اور آداب امامت بجلائے نہایت ادب سے عرض کی چچا جان مجھے بھی میدان میں جانے کی
 اجازت مرحمت فرمائیں امام عالی مقام نے حسن کے نورِ نظر کو سینے سے لگایا پیشانی کو بوسہ دیا
 اور خدا حافظ کہہ کر رخصت عطا کی حضرت عبداللہ ابن حسن گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کربلا
 میں جلوہ آرا ہوئے یہ فرزندِ حسنِ جمال کا آئینہ تھے شباب کا عالم تھا شجاعت آپ کی ہر ادا
 سے ظاہر ہو رہی تھی بہادری آپ کے قدم چوم رہی تھی نہایت شان و شوکت کے ساتھ گھوڑے
 کو میدان میں جولاں کیا اور گرجدار آواز میں کہا کہ اے شامیوں اے کوفیو تم جو بہادر ہو
 میرے مقابلے کے لیے بھیجو کہ میدان میں آکر اپنی بہادری کے جوہر دکھائے دنیا میں اپنا نام
 روشن کرے شہزادہ للکار للکار کر مبارز طلب کر رہا ہے لیکن کسی کو جرات نہیں ہوئی جو اس فاطمی
 شیر کا آکر مقابلہ کرتا جب عبداللہ ابن حسن کو میدان میں کچھ دیر ہو گئی اور مقابلے کے لیے
 میدان میں کوئی نہ آیا تو آپ نے انتظار کے بعد دیکھا کہ کسی کو میدان میں آنے کی ہمت نہ
 پڑی تو آپ نے اپنے پھرے ہوئے شیر کی طرف افواج یزید پر حملہ کیا اور نہایت تیزی سے
 سپاہِ شام کے سر قلم کرتے ہوئے وہاں پہنچے جہاں ابن سعد استادہ تھا آپ نے عزم محکم کر لیا
 تھا کہ پہلے ابن سعد کو ہی جہنم کی راہ دکھائیں ابن سعد نے جب شیر ہاشمی کو سامنے دیکھا تو
 گھوڑے سے اتر کر پیدل رسالے میں جا چھپا اور اس کا دل دھڑک دھڑک کر رہا تھا چہرے
 پر اداسی چھا رہی ہے نہایت پریشان کھڑا تھا کہ اچانک بختر ابن عمر نے کہا کہ کہاں گئی وہ

تیری سپہ سالاری کیا اسی بہادری پر فوج کا سپہ سالار بنا ہے تو کیسا بہادر ہے جو مرنے سے ڈرتا ہے اور ابن حسن کو اپنے لیے موت تصور کرتا ہے ابن سعد نے کہا بے شک میں اس وقت موت کے پنجے سے چھوٹ کر آیا ہوں اگر اے بہادر بختری تو اگر فوج کی افسری چاہتا ہے پانچ سو جوان فوجی ساتھ لے کر جا اور عبداللہ کا سر کاٹ کر لایا یہ سن کر بختری نے کہا کہ میری بہادری کی تاریخ لکھی گئی ہے تو میری توہین کرتا ہے مجھے تھکے ماندے بھوکے پیاسے سے لڑنے کو بھیجتا ہے ابن سعد نے کہا کہ بختری اُس کو تھکا ماندہ بھوکا پیاسا نہ سمجھ وہ ہاشمی شیر ہے اُس کی رگوں میں شیر خدا حیدر گرار فاتح خیبر کا خون ہے جلد کر اپنے ساتھ پانچ سو جوان لے کر عبداللہ کے چاروں طرف حلقہ بنا لے جب شیر عبداللہ نے خود کوزرغہ میں دکاھ تو اپنے دونوں غلاموں کو آواز دی فروزاں اور اسد اپنے آقا کی آواز سن کر ہوا کی طرح گھوڑے دوڑا اور میدان میں آئے اور اُن کے پیچھے ہی محمد بن انس بھی میدان میں پہنچ گئے فروزاں جو خاص عبداللہ کا غلام اور بڑا بہادر تھا اور بختری کے مقابل ہوا۔

مقابل بن کے عبداللہ کا خود بختری آیا
مگر فی الفور فروزان نے گھوڑے کو چکایا

لیا نیزے کی زد پر بختری کو ڈانٹ بتلائی
قیامت آتے آتے سامنے ناپاک کے آئی

سواروں پر گرے تینوں دلاور برق کی صورت
کیا ہر ایک اثرار پر حملہ بصد شدت

کمال فن سے فروزان کے تھا بختری حیراں
بچا کر جان بھاگا سامنے سے بے سرو ساماں

بہت گھسان کا تھا معرکہ میدان میں جاری
بہت تیزی سے تھے قصرِ جہنم کو رواں ناری

ہوا میدان میں جب بختری کا بخت برگشتہ
کمک کو لا کر لاپا شیت ابن ربیع اک نیا دستہ

فروزان اور اسد دونوں افواجِ شام کے دریا میں ڈوب گئے چاروں طرف سے

تیروں کی بارش ہو رہی ہے نیزوں کی بوچھاڑ ہے لڑتے لڑتے ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں فروزاں زخموں سے چور چور ہے بازو شل ہو چکے ہیں تمام جسم کا خون زخموں کے راستے سے بہ گیا ہے طاقت حرب ختم ہوگی تو فروزان نے اپنے آقا عبداللہ کو آواز دی کہ آقا مجھے سنبھالو حضرت عبداللہ اپنے وفادار غلام کی آواز سن کر فوراً فروزان کے قریب پہنچے اور اُن کو اپنے گھوڑے پر اپنے پاس بٹھالیا مگر گھوڑے کو دو سواروں کے اٹھانے کے لائق نہ پایا تو حضرت عبداللہ پیدل جنگ کرتے ہوئے خیمہ پاک کی طرف چلے ابھی کچھ دور ہی چلے تھے اجل کا فرشتہ پیغام شہادت لے کر آپہنچا اور فروزاں جان بحق ہو گئے ادھر عبداللہ فروزاں کی نعش کو خیمہ میں چھوڑنے کے لیے آئے ادھر ظالموں نے اسد کو چاروں طرف سے گھیر کر شہید کر دیا آپ فروزاں کو چھوڑ کر میدان جنگ میں آئے اور پہلے اسد کے قاتل کوئی النار کیا پھر فوج اعدا پر اس زور سے حملہ کیا کہ میدان سے فوج فرار ہونے لگی عمر بن سعد نے فوج کو غیرت دلائی کہ تم ہزاروں ہو وہ تھا ہے ادھر حضرت عبداللہ پر تشنگی غالب ہوئی پیاس نے آپ کو بے تاب کر دیا آپ خیمہ میں تشریف لائے امام دوسرا سے عرض کی کہ چچا جان اگر تھوڑا سا بھی پانی مل جائے تو میں بڑی آسانی سے تمام اعدا کے لشکر کو خاک میں ملا دوں امام عالی مقام نے فرزند حسن کو سینے سے لگایا کہا کہ نور نظر بہت دیر سے فاتح خیبر حیدر کرار تمہارا انتظار فرما رہے ہیں حورانِ جنت آپ کی پیشوائی کو دیرِ جنت پر حاضر ہیں اے بیٹا۔

حرام اے لختِ دل ہم پر یہاں دنیا کا پانی ہے
کہ آبِ تیغ و خنجر سے ہمیں تسکین پانی ہے

غرض صبر و سکون و ضبط کی تلقین فرمائی
کلجے سے لگا کر ہر طرح کی ہمت افزائی

بڑھے میدان کو عبداللہ پھر صبر و سکون پا کر
کہا مل میں مبارز پھر عدو کے سامنے جا کر

مگر لڑنا عدو جاتے ہوئے تھے اس دلاور کا
کوئی افسر نہ آیا سامنے لڑنے کو لشکر کا

قریب آ آ کے ناری دور سے نیزے چلاتے تھے
یہ سب جنگ آزما میدان میں قسمت آزماتے تھے
ہوا زخموں چکنا چور جب مجروح شہزادہ
تو عبداللہ بن عقبہ سپاہِ شام کا پیادہ
عقب سے آیا ظالم اور چلائی تیغِ غازی پر
سر میدان گہن لگنے لگا بدرِ حجازی پر
ہوئے واصل بحق بوبکر عبداللہ میدان میں
ہوا گم آسمانِ معرفت کا ماہِ میدان میں
جناں کا رخ کیا بزمِ جہاں سے ابنِ حیدر نے
شہادت پائی فرزندِ حسن سبطِ پیمبر نے
کلیجہ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر رہ گئے حضرت
کہا تم بھی گئے بیٹا ہمیں دے کر غمِ فرقت

حضرت قاسم بن حسن علیہ السلام

جب حضرت عبداللہ ابن حسن امام علیہ السلام میدانِ کربلا کو افواجِ شام کے خون سے رنگین
فرما کر صحرائے کربلا کو سیراب کر کے حمزہ اور حیدر کرار کی لڑائی تماشا دکھا کر جامِ شہادت نوش
فرما چکے تو آپ کے چھوٹے بھائی حضرت قاسم بن حسن کے دل میں جذبہٴ انتقام مچلنے لگا۔
ہاشمی وارث تڑپ اٹھے۔

شہیدِ ابرخ معظم ہوئے قاسم کے جب رن میں
خیالِ انتقام آیا یکا یک قلبِ روشن میں
حضورِ شاہ میں آئے بصد منت گذارش کی
کمالِ عجز سے میدانِ جانے کی خواہش کی
امامِ دوسرا نے فرطِ غم سے منع فرمایا
کہا اے راحتِ جاں زندگی کا تم ہو سرمایا

ہو تم نورِ نظر تصویر ہو تم مرے بھائی کی
 نظر تم میں جھلک آتی ہے شانِ مرتضائی کی
 میں تم کو سر کٹانے کے لیے کیونکر اجازت دوں
 طبیعت مضطرب ہے کس طرح اذنِ شہادت دوں

اعزا و اقربا سب دے چکے جانیں رہِ حق میں
 مٹے احباب سارے الفتِ خلاقِ مطلق میں
 نہ اکبر ہیں، نہ جعفر ہیں، نہ عبداللہ باقی ہیں
 نہ اب عون و محمد بھی جہاں میں آہ باقی ہیں

فقط اب تم ہو یا بیمار اک سجاد باقی ہے
 تمہیں دونوں سے اورجِ عالمِ ایجاد باقی ہے
 تمہیں روحِ رواں ہو لختِ جگر مری امیدوں میں
 نہیں دل گوارا تم بھی ہو داخلِ شہیدوں میں

اجازت سر کٹانے کی میں تم کو دے نہیں سکتا
 یہ تازہ زخمِ غم کا اپنے دل پہ لے نہیں سکتا

چچا بھتیجے کی باہم گفتگو

ادھر امام عالی مقام علیہ السلام اور حضرت قاسم فرزند حسن میں گفتگو ہو رہی ہے کہ یکا یک
 حضرت سکینے ننھے سے بھائی اصغر کو گود میں لے کر امام عالی مقام کے حضور میں آتی ہے اور گود
 میں علی اصغر ہیں حضرت سکینے عرض کرتی ہیں

ابھی جاری تھیں یہ باتیں چچا کی اور بھتیجے کی
 ابھی مستور تھی صورت نگاہوں میں نتیجے کی

علی اصغر کے رونے اور سکنے کی صدا آئی
 سکینے ننھے بھائی کو اٹھا کر گود میں لائی

کہا دیکھو تو ابا جان ان کو ہو گیا کیا ہے
یہ کیوں روتے ہیں بچگی کیوں بندھی ہے ماجرا کیا ہے
کہا زینب نے بھائی اب تو اصغر پیاس کے مارے
کوئی دم کے ہیں مہماں آپ کی آنکھوں کے یہ تارے
کوئی لے جا کے حال ان کا ستمگاروں کو دکھلائے
سپاہِ اشقیا کو ان پہ شاید رحم آ جائے
امامِ دوسرا نے ان کی نازک دیکھ کر حالت
لیا فوراً آغوشِ مبارک میں بعد شفقت
زباں اپنی چسائی فرطِ رحمت فرطِ راحت سے
اٹھایا دوش پر باہر کو لے آئے محبت سے

حضرت علی اصغر علیہ السلام کی پیاس

چنانچہ امام عالی مقام فرزندِ ارجمند شہر بانو کے دل بند اپنے نورِ نظرِ لختِ جگر کو گود میں
لیئے ہوئے ہیں علی اصغر بار بار اپنی سوکھی زبان والدہ کو دکھاتے ہیں کبھی باپ کی طرف منہ
فرما کر اپنا خشک حق دکھاتے ہیں تشنگی کی وجہ سے کانٹے پڑ گئے ہیں نہ نور کی تصویر تین دن سے
پانی کو ترس رہی ہے شہر بانو اور حضرت زینب نے سلطانِ کربلا سے عرض کیا کہ اس ننھی سی
جان کو ان جفاکشوں کو جا کر دکھاؤ شاید اس معصوم و بے گناہ پر رحم آجائے اور سموگار اسے
تھوڑا سا پانی دے دیں امامِ حق اپنے نورِ نظر کو سینے سے لگائے ہوئے میدان میں پہنچے اس
کے یہ معنی نہیں کہ امام عالی مقام انجام سے بے خبر تھے بلکہ اس لیے کہ کل محشر کے روز جب
علی اصغر کی پیاس اور بے قراری کی باز پرس ہو تو کوئی ظالم یہ نہ کہہ سکے کہ ہم سے اس معصوم
کے لیے کسی نے پانی طلب ہی نہیں کیا ورنہ اس ننھی سی جان کو ضرور پانی دے دیتے اس عذر
کو ختم کرنے کے لیے سرورِ دیں ننھے سے فرزند کو لے کر اشقیا کے سامنے گئے اور فرمایا کہ
تمہاری نظر میں اگر مجرم ہوں تو میں ہوں اسی ننھی جان نے تمہارا کیا بگاڑا ہے اے آج جو بھی
میرے اس ننھے سے مسافر نورِ نظر کو پانی پلائے گا میں وعدہ کرتا ہوں کہ محشر کے دن اُس کو

حوض پہنچ کر اپنے نانا جان محبوب کبریا محمد مصطفیٰ ﷺ سے جام کوثر دلاؤں گا بارگاہ خداوندی میں اُس کی سفارش کروں گا کاش یہ منظر حضرت ہاجرہ ملاحظہ فرمائیں کہ علی اصغر کو امام حق اپنی آغوش میں لے کر قربان کر رہے ہیں امام عالی مقام کی اس تقریر سے زمین کربلا لرز اٹھی ہوگی صحرا کا ذرہ ذرہ کانپ گیا ہوگا مگر ان بد باطنوں پر کچھ اثر نہ ہوا بجائے پانی کے ایک ملعون۔

چلایا تیر ظالم حرمہ فرزندِ کاہل نے

نشانہ حلقِ اصغر کو بنایا ہائے قاتل نے

گلوئے ناز کو تیر ستم گر کاٹ کر نکلا

لب پیکاں لبوں اُس ناز میں کا چاٹ کر نکلا

نہ کھایا رحم کچھ ننھی سی جاں پر بھی ستم کرنے

تڑپ کر جان دے دی دوشِ شہِ والا پہ اصغر نے

بھلا اس سے بڑھ کے اور کیا ظلم و ستم ہوگا

نہ انساں کوئی بھی دنیا میں اتنا بے رحم ہوگا

اٹھا کر رخ کو سوائے آسماں حضرت نے فرمایا

الہی جو مظالم ہم پہ کبرتے ہیں یہ بے پایا

الہی ان جفاؤں کا ستمگاروں سے بدلہ لے

ہمیں توفیقِ صبر و ضبط و استقلال مولا دے

اک نور کا پتلا گود میں ہے

امام عالی مقام کے آغوش میں ایک نور کا پتلا لپٹا ہوا ہے خون میں نہا رہا ہے اہل خیمہ کو گمان تھا کہ سیاہ باطن اس ننھی جان پر ضرور مہربان ہو کر پانی پیش کریں گے اور اس کی تشنگی و بے قراری ضرور ان ظالموں کے دل پر اثر کرے گی لیکن امام دوسرا اس سگوفہ تمنا کو خیمہ میں لائے اور علی اصغر کی والدہ نے اول نظر کی تو دیکھا کہ بچہ میں بیتابہ حرکتیں نہیں ہیں گمان ہوا کہ پانی مل گیا ہوا حضرت امام نے کہا لو شہر بانو یہ بھی اپنے بھائیوں کے پاس جنت میں جام کوثر پینے کے لیے تشریف لے گئے تمام بیبیاں اشکبار ہو گئیں امام عالی مقام نے مستورات کو

صبر و ضبط کی تلقین فرمائی ادھر امام عالی مقام مستورات کو باسکوں رہنے کی تلقین فرما رہے ہیں ادھر دوبارہ حضرت قاسم امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ بہر خدا مجھ کو بھی لڑنے کی اجازت دیجئے یہ سن کر۔

بھتیجے کو شہہ دیں نے لگایا اپنے سینے سے
طلب کی نصرت امدادِ پیغمبر مدینے سے

ادھر بچکی بندھی قاسم کی رونے اُس طرف سرور

غشی سی ہو گئی طاری و فورِ غم میں دونوں پر

چنانچہ امام عالی مقام اور حضرت قاسم روتے روتے غش کی سی حالت میں ہو گئے اُس غشی کے حضرت قاسم کو ایک اپنے بچپن کا واقعہ یاد آتا ہے وہ واقعہ اس طرح پر ہے کہ ایک دن امام حسن نے کاغذ پر کچھ لکھا اور اُس کا تعویذ بنا کر قاسم کے گلے میں ڈالا اور حضرت قاسم کو وصیت کی کہ جب بھی تم کو کسی ایسی مشکل کا سامنا ہو کہ حل کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو تم اس تعویذ کو کھول کر پڑھنا یہاں میں غلط روایت کا ورد کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ امام عالی مقام کی صاحبزادی سکینہ جو کہ کربلا کے میدان امام کے ساتھ تھیں اُن کے مطابق یہ مشہور ہے کہ ان کا نکاح کربلا میں حضرت قاسم کے ساتھ ہوا اور اُن کی وفات بھی کربلا کے بعد جو سفر کیا تھا سفر میں ہی ہو گئی یہ دونوں روایت جو مشہور ہیں سراسر غلط ہیں اُن کی کوئی اصل نہیں جو لوگ یہ روایت بیان کرتے ہیں اُن لوگوں میں اتنی بھی تمیز نہیں ہے کہ واقعہ کربلا کے وقت حضرت سکینہ کی عمر شریف ۷ سال کی تھی اور وہ وقت توجہ الی اللہ اور شوق شہادت اور اتمام حجت کا تھا یا شوق و نکاح کی طرف التفات کا ساری ہونا تو گنج شادی کا خیال بھی ایسے امتحان کے وقت غیر ممکن ہے اور حضرت سکینہ کی وفات بھی سفر میں بیان کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے بلکہ وہ واقعہ کربلا کے بعد عرصہ تک زندہ رہی ہیں اور اُن کے نکاح مصعب بن زہیر سے ہوا ہے ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ چچا اور بھتیجے پر غشی طاری ہے اور حضرت قاسم کو اسی عالم اپنے پدر بزرگوار کی وصیت یاد آتی ہے اور ساتھ ہی آپ کو ہوش آجاتا ہے تو حضرت قاسم ایک گوشے میں جا کر اُس تعویذ کو گلے سے کھول کر پڑھتے ہیں جو کہ بچپن میں اُن کے والد بزرگوار نے گلے میں ڈال کر وصیت کی تھی کہ جب بھی کوئی ایسی مشکل سامنے آئے جس کا

کوئی حل نظر نہ آتا ہو تو تم اس نقش کو کھول کر پڑھنا اور جو اس میں لکھا ہوا اُس پر سختی سے عمل کرنا اس نقش کے مطابق بھی لوگ یہ غلط بیانی کرتے ہیں کہ خط میں امام عالی مقام کو لکھا تھا کہ تم مرے اس فرزند قاسم کے ساتھ سیکینہ کی عقد فوراً کر دو دیکھو حضرت حسنؑ کے وصیت کرنے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سخت مشکل کے وقت اس نقش کو پڑھنا غور تو کرو کیا مشکل کے وقت بھی نکاح ہو سکتا ہے ہرگز نہیں یہ روایت بھی سراسر غلط ہے امام حسن کے خط میں کربلا کے ظلم و ستم کا مفصل حال لکھا تھا اور زبانی وصیت اُس پر عمل کرنے کی تھی۔

حسن نے صاف اپنے لختِ دل قاسم کو لکھا تھا

کہ اے جانِ تمنا عنقریب اک وقت آئے گا

ہمارے بعد محشر کربلا میں اک پاپا ہوگا

ہمارا خاندان کا خاندان جس میں فنا ہوگا

یزید روسیہ ہوگا حسینؑ پاک کا دشمن

وہ کاٹے گا بہاروں سے بھرا زہرا کا سب گلشن

تباہی آئے گی بیٹا نبی کے خانوادے پر

چلیں گے تیغ و خنجر دشت میں ہر شاہزادے پر

مرے لختِ جگر ہاں مرے نورِ نظر قاسم

مرے آنکھوں کی ٹھنڈک اے مرے پیارے پسر قاسم

چچا پر جب تمہارے دشت میں یہ وقت بد آئے

تمہیں جب قتل کرنے لشکرِ اہلِ حسد آئے

چچا پر تم بھی اپنی جان کو قرباں کر دینا

خدا کی راہ میں جانِ حزیں کو جان کر دینا

پڑھی جس وقت یہ تحریر شاداں ہو گئے قاسم

پدر کے وسعتِ علمی پہ حیراں ہو گئے قاسم

یہ تھا وہ علم جو اللہ نے بخشا تھا حیدر کو

یہی وہ علم تھا حاصل تھا جو شبیر و شہر کو

یہ تھا وہ علم جس کے شہر اعظم خود پیمبر تھے
یہ تھا وہ علم جس کے حضرت مولا علی در تھے
حضرت قاسم نے جب خط پڑھا تو بہت خوش ہوئے شہادت کی منزل قریب آگئی
تیسری بار پھر امام عالی مقام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور نہایت عاجزی کے ساتھ
عرض کیا کہ چچا جان مجھے بھی میخانہ شہادت میں شہادت کا جام نوش کرنے کی اجازت دے
دو حضرت قاسم دامن پکڑ کر کہ رہے ہیں۔

اجازت دیجئے آقا مجھے بھی سر کٹانے کی
خدا کی راہ میں سرکار جان و تن لٹانے کی

مجھے تاریک اب بزم جہاں معلوم ہوتی ہے
مجھے اب زندگی بار گراں معلوم ہوتی ہے

یہ کہہ کر خط دیا سرکار کو پھر اپنے والد کا
کیا منشا جو باطن تھا وہ ظاہر اپنے والد کا

حسینؑ ابن علیؑ نے خط حسنؑ ابن علیؑ کا سب
پڑھا اول سے آخر تک سمجھ کر منبج مطلب

کہا لخت جگر منشاء حق میں کس کو چارہ ہے
میرے بھائی کی یہ تحریر اک غیبی اشارہ ہے

کہا اے نور دیدہ فی امان اللہ ہو جاؤ
میری آنکھوں کے تارے ہاں مری آنکھوں سے کھو جاؤ



باب نمبر 9

حضرت قاسم علیہ السلام کو اجازت

چنانچہ حضرت قاسم کو ایام عالی مقام نے برادرِ معظم کے خط کو پڑھ کر رزم گاہ کی رضا دے دی حضرت قاسم صورت اور سیرت حیدر کرار سردار اولیا حضرت علی مرتضیٰ کی صورت و سیرت کا تجلی و عجلی آئینہ تھی حضرت قاسم کی صورت میں شیر خدا کی صورت جلوے نظر آتے تھے حضرت قاسم کی ہر ادا ادائے مرتضیٰ کا آئینہ تھی شجاعت آپ کی رگ رگ سے نمایاں تھی بہادری آپ کے قدموں پہ نثار تھی شبابِ جوانی جوش پر تھاج دھج کر میدان میں آئے۔

یہ شیر ہاشمی شہزادہ یوسف تھا قاسم
یہ شمشیر ید اللہی یہ خنجر آزما قاسم

تمام آلاتِ حرب و ضرب سے آراستہ ہو کر
اجل اور دشمنوں کے درمیاں اک واسطہ ہو کر

نہایت ٹھاٹھ سے میداں میں آیا تیغ چمکائی
چمکتی دھوپ میں بجلی سی اک ہر سبت لہرائی

مبارز خواہ شہزادہ رہا کچھ دیر میداں میں
مگر تھا مردِ مدیاں کون فوجِ فتنہ ساماں میں

اشارے پر اشارا کر رہا تھا شمر ذی الجوشن
تھا ابنِ سعد کا دل بھی ہراس و خوف کا مسکن

نہ آئیں اشتعال انگیزیاں کچھ کام میداں میں
پریشانی ہزیمت تھی نمایاں عام میداں میں

بہادر جب کوئی لڑنے کو قاسم سے نہیں آیا
تو گھوڑا مثلِ بجلی جانبِ افواج چمکایا

کیا اس زور قاسم نے فوجِ شام پر حملہ
 سرمیداں بہادر چھوڑ بھاگے کلغی و شملہ
 ادھر قاسم کی ضرب تیغ اپنا کام کرتی تھی
 ادھر اندیشہ لڑنے سے سپاہِ شام کرتی تھی
 بہادر تیغ زن نے جس طرف دوڑا دیا گھوڑا
 جو زد پہ آ گیا ہرگز اُسے زندہ نہیں چھوڑا

فاتحِ خیبر کی ادا سے کون آتا ہے

چنانچہ حضرت قاسم فرزندِ حسن ابنِ علی نے جب یا علی کہہ کر علی کی طرح فوجِ شام پر ایسا
 سخت حملہ کیا کہ بعض بے دینوں کو شک ہوا کہ فاتحِ خیبر اپنی فرزندوں کی مدد کو آ پہنچے ہیں
 کیونکہ حضرت قاسم کی چال ڈھال قد و قامت و سیرت حضرت علیؑ سے بہت مشابہہ تھی
 حضرت قاسم کے تباہ کن حملوں نے کوفیوں اور شامیوں کی لاشوں سے میدان بھر دیا بہادرانِ
 اعدا کی ریگستان کربلا میں کھو گئی زمین کربلا خون سے سُرخ ہو گئی بڑے افسرانِ فوج منہ چھپا
 کر ڈیروں میں گھس گئے ابنِ سعد کو اپنی شکست کے آثار نظر آنے لگے ابنِ سعد نے پریشان
 ہو کر تمام لشکر کو یکبارگی حملہ کا حکم دیا ادھر قاسم نے جب لشکرِ اعدا کو اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھا
 تو تڑپ کر بجلی کی طرح افواجِ شام پر ایسا خونخوار حملہ کیا کہ فوجِ شام اُس حملے کی تاب نہ لاسکی
 پیچھے ہٹنے لگی شیر ہاشمی آگے بڑھنے لگا اور بڑھتے بڑھتے ابنِ سعد تک پہنچ گیا اور ابنِ سعد سے
 ڈپٹ کر کہا کہ اے بزدل لا مذہب تیرا باپ تو بڑا بہادر تھا بڑا مرد میدان تھا ایران کی فتح
 کا تاج اُس کے سر پر رکھا گیا وہ ہر معرکہ میں شجاع ثابت ہوا اصحابِ رسول اللہ ﷺ کو اُس
 کی بہادری اور شجاعت پر ناز تھا مگر تو ایسے بہادر کا بیٹا ہو کر قضا سے ڈرتا ہے مرنے سے جی
 چراتا ہے کیوں فوج کو کٹواتا ہے اگر کچھ دم خم ہے تو مرے ساتھ مقابلہ کر میں تین سے بھوکا
 پیاسا ہوں پھر بھی مجھ سے ڈرتا ہے اپنے بہادر باپ کی بہادری کی لاج رکھ میداں میں جواں
 مردی کے جوہر دکھا الغرض حضرت قاسم نے بہت سے طعنے دیئے بہت سا ابھارا بہت سی
 غیرت دلائی لیکن ابنِ سعد کو کچھ اثر نہ ہوا اثر ہوتا تو کیسے ہوتا ابنِ سعد کو حضرت قاسم کے

پاس اپنی موت نظر آتی تھی مارے ہیبت کے وہاں سے بھاگ کر لشکر کے مینہ میں پہنچا جہاں
ارزق پہلوان موجود تھا۔ ملکِ شام والے ارزق کا ایک ہزار جوانوں کی طاقت کا مالک سمجھتے
تھے اور اہل مصر کا بھی یہی خیال تھا کہ ارزق ایک ہزار جوانوں کی طاقت کا مالک ہے ارزق
یزید سے دو ہزار ماہ وار تنخواہ پاتا تھا عمرو بن سعد نے ارزق سے کہا کہ تجھ جیسے بہادر کے
ہوتے ہوئے قاسم ابھی تک زندہ ہے مجھے اُس نوجوان سے شرمندہ نہ کرا میدان میں جا کر
قاسم کا سر قلم کر کے لاجس وقت ارزق نے یہ سنا تو غضبناک ہو کر ابن سعد سے کہا کہ تم
میری تمام لشکر کے سامنے توہین کرتے ہو کہ مجھے ایک نو عمر لڑکے سے لڑنے کو کہتے ہو جو کہ
زخموں سے چور چور ہے بھوکا پیاسا ہے تھکا ماندہ ہے ابن سعد نے کہا۔

کہا ارزق سے ابن سعد نے تو یہ غلط سمجھا ہے

نہیں سمجھا اگر قاسم کو کسین ہی فقط سمجھا

علی شیر خدا کا قاسم شہہ زور پوتا ہے

یہ وہ ہے جس پہ دھوکہ فاتحِ خیبر کا ہوتا ہے

سر میدانِ علیؑ کی مثل یہ جب جنگ کرتا ہے

سپاہِ شام کو پل بھر میں یہ چورنگ کرتا ہے

بنا باتیں نہ اب جلدی چا سے لڑنے کو میدان میں

نمایاں کر جو دم خم ہے تری شمشیر عریاں میں

ابن سعد کی گواہی

ابن سعد نے کہا کہ زیادہ باتیں نہ بنا تو قاسم کو نہیں جانتا یہ فاتحِ خیبر حیدر کرار کا پوتا
ہے طاقت شیر خدا کا مظہر ہے لاکھ تین دن کا بھوکا پیاسا ہے لاکھ تھکا ماندہ ہے مگر یہ شیر ہاشمی
ہے ارزق نے کہا کہ میں خود تو قاسم سے لڑنے کو نہیں جاتا میرے چار فرزند ہیں چاروں
مرد میدان ہیں ابھی میں بڑے بیٹے کو بھیجتا ہوں یہ کہ کر ارزق نے اپنے چاروں بہادر
بیٹوں کو بلایا اور بڑے بیٹے سے کہا کہ آج تو اپنی بہادری کے میدان میں جا کر جوہر دکھا
آج تیری بہادری کے جوہر دیکھنے کا وقت آ گیا ہے ارزق کا بیٹا باپ کا حکم پاتے ہیں جنگ

کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوں سر میداں قاسم کی طرف بڑھا
بڑا قوی ہیکل قد اور غرور سے گھوڑے کو گد گداتا ہوا حضرت قاسم کے سامنے آیا اور
تلوار اٹھائی چاہتا تھا کہ وار کرے قاسم نے فوراً نیزے کا وار سینے پر کیا ارزق کا بیٹا فنون
جنگ واقف تھا ڈھال پر نیزے کو روکا اور نیزے کی آئی توڑ دی دونوں طرف سے سب کی
نظر میداں میں جمی ہوئی ہیں۔

شکتہ پا کے نیزے کو اٹھائی تیغ قاسم نے
بدل کر پینترہ چھوڑی ادھر تلوار ظالم نے

سپر پر شہزادے نے مگر تلوار کو روکا
بعجلت رخس کو پیچھے ہٹایا وار کو روکا

ہوئے تیغ عدوئے ہیلتن سے ڈھال کے ٹکڑے
بڑھے قاسم اڑانے دشمن بدحال کے ٹکڑے

عقب سے ڈھال لا کر دوسری ابن انس نے دی
مگر دیکھا کہ پشت دست شہزادے کی ہے زخمی

عمامہ پھاڑ کر ابن انس نے زخم کو باندھا
ادھر ارزق کے بیٹے نے دوبارہ کر دیا حملہ

بدل کر پینترہ قاسم نے اُس کے وار کو روکا
بڑھا دی ڈھال آگے ڈھال پر تلوار کو روکا

بچایا وار غازی نے نہایت تیز دستی سے
گرا دشمن زمیں پر جھونک کھا کر جوش و مستی سے

گرا خود سر سے اُس کے چوٹ بھی کچھ آگئی سر میں
لٹیں بالوں کی لیکن آگئیں دستِ دلاور میں

لگامیں کھینچ کر رپٹا دیا گھوڑے کو غازی نے
دیا دشمن کو چکر ہر طرف مردِ حجازی نے

زمیں پر دھڑ سے دے مارا گھسا کر ابنِ رزق کو
 کیا دوزخ میں داخل اُس عدوئے دینِ برحق کو
 چنانچہ حضرت قاسم نے ارزق کے بڑے بیٹے کے سر کی لٹیں پکڑ کر میدان میں اُس کی
 لاش کو گھوڑے کے ٹاپوں سے روند ڈالا۔ جب ارزق کے دوسرے بیٹے نے بھائی کا یہ حال
 دیکھا تو اس کو تاب نہ رہی۔ باپ سے اجازت لے کر تیزی سے۔

بڑھا قاسم سے لڑنے کے لیے مقتول کا بھائی
 سرمیداں اُسے بھی کھینچ کر اُس کی قضا لائی

کیا آتے ہی اُس نے نیزے کا مجاہد پر
 پکڑ نیزا لیا غازی نے اُس کا یا علیؑ کہہ کر

کمر میں ہاتھ ڈالا اور اٹھایا اسپ سے اوپر
 زمیں پر اس کو پٹکا پھر اسے دے کر کئی چکر

بھڑک کر تیسرا بھائی بہ جوشِ انتقام آیا
 اجل کے ہاتھ یہ ناکام بھی میداں میں کام آیا

ارادہ کر دیا ارزق نے خود میدانِ واری کا
 تماشا دیکھتی تھی فوج اُس کی آہ و زاری کا

مگر چوتھا پسر میداں کی جانب باپ سے پہلے
 پدر سے بولا کہ میں جان دوں گا آپ سے پہلے

چلائی تیغِ قاسم پر بڑے ہی جوش میں آ کر
 ادھر تلوارِ قاسم نے بھی چھوڑی اپنی ناری پر

گرے دو ٹکڑے ہو کر خاک پر بے دین ناری کے
 ہوا داخل جہنم میں نہایت ساتھ خواری کے

فضائے نور میں گونجی صدا اک فتح و نصرت کی
 نگاہیں جھک گئیں سجدے کو مشتاقِ شہادت کی

حضرت قاسم کے ہاتھوں ارزق کے چاروں بیٹوں کی موت

ادھر حضرت قاسم نے ارزق کے چاروں بیٹوں کو موت کا پروانہ دے کر دوزخ کی منزل پر روانہ کر دیا۔ ادھر جب ارزق نے اپنے چاروں بہادر بیٹوں کی لاشوں کو خاک پر تڑپتے ہوئے دیکھا تو بدحواس ہو گیا اور دھاڑیں مارنے لگا اور روتا ہوا میدان کی طرف چلا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ رہا ہے۔ دیوانہ ہو کر حضرت قاسم کے مقابلے میں آیا۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے جب ارزق کو قاسم کے سامنے دیکھا تو دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور رو کر کہا کہ اے خالق کائنات اپنے پیارے حبیب کے صدقے مرے قاسم کی لاج رکھنا۔ ادھر امام عالی مقام علیہ السلام قاسم کے لیے فتح و نصرت کی دعا فرما رہے ہیں۔ ادھر افواجِ شام اور اہلبیت کی نظریں میدان میں ارزق اور قاسم کی جنگ کا منظر دیکھنے میں مشغول ہیں۔ ارزق نے میدان میں آتے ہی حضرت قاسم علیہ السلام پر نیزے کے باراوار کیے۔ شیر ہاشمی نے بڑے استقلال کے ساتھ اس کے بارہ کے بارہ وار رد کر دیے۔ ارزق نے جھلا کر قاسم کے گھوڑے کی پشت پر نیزا مارا جس کی زد کھا کر گھوڑا ہلاک ہو گیا۔ حضرت قاسم پیدل ہو گئے۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے فوراً دوسرا گھوڑا قاسم کی سواری کے لیے بھیجا۔ حضرت قاسم اس پر سوار ہوئے اور ارزق پر اپنے نیزے کے تین وار کیے مگر ارزق نے ان کو رد کر دیا اور تلوار میان سے نکالی۔ جناب حضرت قاسم نے بھی تلوار نکالی ارزق نے قاسم کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر کہا کہ یہ تلوار تمہارے پاس کہاں سے آئی یہ میں نے ایک ہزار دینار دے کر زہر میں بھجوائی تھی۔ حضرت قاسم نے سن کر فرمایا کہ یہ تلوار تیرے بیٹے سے چھینی ہے تاکہ تجھے اس کا مزا چکھاؤں۔ اس کے ساتھ ہی قاسم نے فرمایا کہ اتنے مشہور جنگجو ہو کر اس بے احتیاطی سے میدان میں کام لیتے ہو کہ لڑنے کے لیے آگئے اور گھوڑے کے تنگ پر نظر بھی نہیں کی۔ تنگ ڈھیلا رکھتے ہو۔ اسے کسا بھی نہیں دیکھو پشتِ مرکب پھیلا جا رہا ہے۔ ارزق نے یہ سن کر اپنے گھوڑے کا تنگ دیکھنے کے لیے زمین کی طرف جھک کر دیکھا۔ جھکا ہی تھا کہ اللہ اکبر کہہ کر تیغ اجل اٹھائی۔

کمر پر تیغ ماری کہہ کے الا اللہ غازی نے
دکھائی صولتِ شیرِ خدا کیا واہ غازی نے

دُپارا ہو کے لاشِ ارزق کی فرشِ خاک پر آئی
ندامت کی گھٹا ہر جا یزیدی فوج پر چھائی

امامِ دوسرا نے بڑھ کے قاسم کی جبینِ چومی
مبارک بادِ اوجِ آسماں نے دی زمیں چومی

کہا قاسم نے عمِ محترم مل جائے گر پانی
تو کروں چند ساعت میں تمام افواج کو فانی

ملا دوں خاک سب زور میں ان بدنہادوں کا
طلسم توڑ دوں ظلم و ستم کے سب ارادوں کا

کلچے سے لگایا سرورِ دیں نے بھتیجے کو
نمایاں اُن پہ فرمایا مشیت کے نتیجے کو

ظہورِ خلد کی شہہ نے بھتیجے کو بشارت دی
نویدِ حاضرِی بزمِ سلطانِ رسالت دی

امامِ پاک کے دستِ کرم کو چوم کر قاسم
بڑھے پھر تیغِ برکف تا صفوفِ لشکرِ ظالم

کیے دو تین حملے پے بہ پے غازی نے لشکر پر
بہت سے زخمِ تلواروں کے کھائے جسمِ اطہر پر

سببِ جنگ تھا جاری بصد شدت لڑائی تھی
سپہ سالار نے پیچھے سے فوج آگے بڑھائی تھی

☆☆☆

اٹھا کر مشکیزہ پشتِ زین پر خود رکھ لی دلاور نے
وہیں ششتِ دریا کی طرف باندھی دلاور نے

سوارانِ محافظ کی طرف گھوڑے کو دوڑایا
علم کو راہ میں دابا لبِ خنجر کو چکایا
کیا اک نعرہ شیرانہ اور سوئے فرات آئے
قطع کرتے ہوئے اشرار کا دورِ حیات آئے
مخالف فوج دستے جو غازی سے الجھتے تھے
وہ تیغ تیز کے ہاتھوں جہنم میں پہنچتے تھے
بہت روکا بہت خنجر زنی کی فوج دشمن نے
مگر ٹکڑے اڑائے ناریوں کے تیغِ افکن نے
پھٹے کائی کی صورت سامنے سے بزدلے دشمن
ہوئے فی النار خنجر سے گلے جتنے ملے دشمن
سپاہِ شام پر غالب امیر کائنات آیا
دلاور تیغ زن عباس غازی تاب فرات آیا
بڑھا کر دو قدم الٹا دیا گھوڑے کو دریا میں
ہر اک سفاک تھا غرقِ ندامت فوجِ اعدا میں
اشارا سپ تازی کو کیا پانی کے پینے کا
پیا سا اگرچہ تھا رہوار لیکن تھا قرینے کا
لگا جب منہ سے آبِ نہر ہونٹوں میں تری آئی
ہٹائی خود ہی سطحِ آب سے گردن بے رعنائی
بھری عباس نے فی الفور اپنی مشک پانی سے
کیا سیراب چشمِ تر کو دریا کی روانی سے
لیا چلو میں پانی اور پینے پر ہوئے مائل
مگر جب یاد آئے تشنہ لبِ دل ہو گیا گھائل
پڑھی لاجول پھینکا آپ نے اپنی کو چلو سے
اٹھائی مشک کاندھے پر ہوا رخصت لبِ جو سے

غیور ایسے نہ جوئیں تشنگی میں بھی پیا پانی
رہے لب تشنہ آخر وقت تک گویا کیا پانی

رضا و صبر اس کا نام ہے اے نوعِ انسانی
کھڑے دریا میں ہیں لیکن پیا پھر بھی نہیں پانی

یہ فرزندِ علی شیرِ خدا تو خیر انساں تھے
فضائلِ آلِ ہاشم کے تمام ان میں نمایاں تھے

نہ پینا پانی اُن کا داخلِ شانِ قناعت تھا
مگر گھوڑے کو کہیے کیوں وہ اس درجہ باہمت تھا

غازی عباس فرات سے مشکیزہ بھرتے ہیں

چنانچہ حضرت عباس نے فرات کے مچا فطوں کی ناقہ بندی توڑ کر اپنی مشک پانی سے بھر
لی اور ہاتھوں میں پانی لیا تاکہ پیئیں۔ فوراً اہلبیت کی تشنہ لبی یاد آئی۔ پانی ہاتھ سے پھینک دیا
اور گھوڑے کو اشارا کیا کہ پانی پیے۔ گھوڑے نے منہ لگاتے ہی بغیر پانی پیئے سر کو جھٹکا دے کر
پانی سے منہ اوپر اٹھا لیا۔ حضرت عباس نے لاکھ کوشش کی گھوڑا پانی پی لے مگر گھوڑے نے ایک
گھونٹ پانی کا نہ پیا۔ سبحان اللہ کیا صابر عباس کی صحبت کا اثر تھا فرقِ مراتبِ انسانی و حیوانی۔

اثر تھا سب یہ صحبت کا یہ سب فیضانِ صحبت تھا
خدا کی شانِ حیواں خو شناسِ آدمیت تھا

اسی میدان میں تھے جانور بھی اور انساں بھی

اسی وادی میں تھے فرعون بھی عاجز مسلمان بھی

مگر تھا فرق اتنا آدمی میں اور حیواں میں

تفاوت صاف تھا ظاہر مسلمان تا مسلمان میں

وہ حیواں تھے جنہوں نے تشنہ لب انسان کو پا کر

نہ رکھا آب و دانہ تین دن تک بے گماں منہ پر

وہ انساں تھے جفا و جور جو کرتے تھے انساں پر
وہ انساں تھے جنہیں غرہ تھا اپنے ساز و ساماں پر
وہ انساں تھے جو تھے صرف بغاوت قدرتِ حق سے
وہ انساں تھے جو تھے جنگِ آزما خلاقِ مطلق سے
وہ انساں تھے مسلمان ہو کے جو مسلم کے دشمن تھے
وہ انساں تھے جو مسلم تھے مگر ملت کے رہزن تھے
یہ مسلم تھے مگر تھے عترتِ اطہار کے دشمن
یہ مسلم تھے مگر تھے احمد مختار کے دشمن
یہ وہ غدار تھے جن کو نہ تھا کچھ پاس ملت کا
غلط حیلہ تراشا تھا بقائے ملک و دولت کا
یہی وہ تھے بلا کر خود جنہوں نے چند ساعت میں
کیا مظلوم آلِ مرتضیٰ کو قتلِ غربت میں
بلاشک ایسے انسانوں سے وہ حیوان اچھے تھے
وہ گھوڑے ان بھگوڑوں سے علی الاعلان اچھے تھے

حضرت عباس علیہ السلام سے یزیدی لشکر کی گفتگو

جب حضرت عباس علیہ السلام پانی سے مشک بھر کر خیمہ کی طرف چلے تو ہر طرف سے فوجی دستوں نے آپ کو روکا۔ آپ نے تلوار کو علم کیا اور جو بھی سامنے آیا اس کو موت کا مزا چکھایا۔ کبھی آپ کو پیدل رسالے روکتے تھے کبھی سواروں کی فوج آپ کو گھیرے میں لینے کی کوشش کرتی تھی۔ مگر آپ شیرِ خدا فاتحِ خیبر کے نورِ نظر تھے۔ شجاعت آپ کی گرویدہ تھی۔ آپ کی تلوار بجلی کی طرح دشمنوں کے سروں پر چمکتی تھی۔ آپ جس طرف رخ کرتے تھے۔ دشمنوں کی کائی سی پھٹی جاتی تھی اور کسی بہادر شامی و کوفی میں یہ ہمت نہیں تھی جو کہ آپ کے سامنے آتا۔ جب یہ عالم ابنِ سعد نے دیکھا تو تازہ دم فوج کو اشارہ کیا کہ عباس کو زرعہ میں لے لو۔ میمنہ سے فوراً تازہ دم فوج بڑھتی ہے اور چاروں طرف سے حضرت عباس کو گھیرے میں لے

لیتی ہے۔ ہر طرف سے شیر ہاشمی پر تلوار و خنجر، تیغ و تبر، تیر و شمشیروں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ یہ فاطمی نوجوان بھوکے شیر کی طرح یزیدی فوج پر حملہ کرتا ہے۔ ہزاروں بے دین دم زدوں میں جہنم واصل ہوتے ہیں۔ ہاشمی شیر کو جب جوش شجاعت میں مدہوش ہو کر جنگ میں مشغول پایا تو اچانک نوفل نے عقب سے دہانے بازو پر تلوار کا وار کیا۔ بازو قلم ہو گیا۔ آپ نے مشک کو دانتوں سے پکڑا ظالم نے دوسرے بازو کو بھی قلم کر دیا۔ جب دونوں بازو بے کار ہو گئے تو ایک جفاکش نے سامنے آ کر تیر مارا جس کی زد سے مشک چر گئی۔ یزیدی سپاہ بے دست و پا پر چاروں طرف سے برچھی بھالے برسارہی ہے۔ اُن ظالموں کو بے دست و پا پر بھی رحم نہیں آتا۔ جب حضرت عباس زخموں سے چور چور ہو گئے اور ظالموں کے چاروں طرف سے پے درپے مسلسل آپ تیر و سناں برس رہے ہیں تو آپ نے امام کو پکارا۔

پکارا المدد اے تاجدارِ آلِ پیغمبر
سنجالو جلد مجھ کو جانشینِ فاتحِ خیبر

یزیدی فوج کے ہر سمت سے شمشیر اور خنجر
مسلسل پڑ رہے تھے آن کر بے دست و بازو پر

سر میداں یہ عالم جب شہید دیں کو نظر آیا
بڑھایا خمیے سے رہوار کو غصے میں فرمایا

سپہ سالارِ لشکرِ تفت ہے تری اس دلیری پر
کیے جاتا ہے حملہ بسکل و بے جاں پہ مل مل کر

صفوں میں برہمی آئی بڑھے سرکارِ آگے کو
بڑھا دی ذوالفقارِ حیدر کرارِ آگے کو

قریب حضرتِ عباس جب سلطانِ دیں پہنچے
شہیدِ راہِ حق تا سرحدِ خلدِ بریں پہنچے

علمبردارِ ملت ہو گئے قربانِ ملت پر
خدا کی راہِ عباس نے دی جانِ ملت پر

یہ سقائے سپاہِ نورِ عینِ ساقی کوثر
ہوا واصلِ بحق پہنچا حضورِ داورِ محشر

شہادتِ عرصہٴ پیکار میں عباس نے پائی
جگہ محبوب کے دربار میں عباس نے پائی

شہزادہ رسول علیہ السلام کربلا میں اکیلا ہے

اب یہ وقت ہے کہ امامِ عالی مقام تنہا ہیں۔ وہ منظر کیسا المناک منظر ہوگا۔ کیسا غم آفرین نظارا ہوگا۔ کیسا یاس و حسرت کا مقام ہوگا جبکہ امامِ عالی مقام عزمِ میدان فرما رہے ہوں گے۔ نہ اب علی اکبر ہیں جو کہ سرکار کو میدان جانے سے روکیں اور نہ عون و محمد ہیں جو کہ سرکار کی رکاب کو بوسہ دے کر سرکار پر اپنی جانیں فدا کریں اور نہ قاسم ہیں اور نہ عبداللہ ہیں جو سرکار کے دستِ کرم کو چوم کر میدان میں جا کر ہاشمی جوہر دکھائیں اور نہ عثمان بن علی ہیں اور نہ عباس علمدار ہیں جو کہ سرکار سے پہلے میدان میں اپنا سر کٹائیں۔ اب ہاشمی آسمان کا چاند ہے اب وہ بھی کربلا کے خونِ آشام بادلوں میں چھپا چاہتا ہے۔ اب کوئی امام زین العابدین کے سوا نہیں۔ کربلا میں ہر طرف بربادی ہی بربادی چھائی ہوئی ہے۔ ریاضِ دہر کی شاخِ گل مر جھائی ہوئی ہے۔ فرشتے حیرت سے انگشت بندھاں ہیں۔ زمین و آسمان سکتے کے عالم میں ہیں۔ وحوش و طیور اشک افشاں ہیں۔ خیمہٴ پاک پر غم کی گھٹائیں منڈلا رہی ہیں۔ باغِ جہاں میں ہر طرف خزاں کا بھیانک منظر ہے۔ ہر طرف قیامت کے آثار نمایاں ہیں۔ اور فاطمی آفتاب کربلا کی خونی گھٹاؤں میں چھپنے کی تیاری کر رہا ہے۔ ابھی سرکار تیاری میں مصروف ہیں کہ سامنے سے۔

شہیدِ والا بھی تیار ہونے بھی نہیں پائے

کہ دیکھا لڑکھڑاتے سامنے زین العابدین آئے

عمامہ سر پہ ہاتھوں میں عصا پہلو میں خنجر ہے

نظر ہے سوئے فوجِ اشقیاء رخِ جانبِ در ہے

قریب شاہ دین آئے جھکایا سر کو قدموں پر
ادب سے عرض کی اے قبلہ کونین کے سرور

خدارا لاج اب رکھ لیجئے بیمار بیٹے کی

فغاں سن لیجئے اپنے ضعیف و زار بیٹے کی

نہ فرمائیں حضور اقدام ابھی مجھ کو اجازت دیں

میں خواہان شہادت ہوں مجھے اذن شہادت دیں

تمنا ہے مجھے بھی آپ پر قربان ہونے کی

ہم آغوش شہیداں چین سے جنت میں سونے کی

شہیدوں میں مرے بھی نام کو تحریر فرماؤ

عطا مجھ کو بھی اپنے ہاتھ سے شمشیر فرماؤ

شہادت کی سعادت کا مجھے پہنائے جوڑا

عنایت کیجئے اک تیز رو مجھ کو بھی اب گھوڑا

ضعیف و ناتواں ہیں ضعیف سے لرزہ بدن میں ہے

مگر ذوقِ جہادِ عشق اتنا قلب و تن میں ہے

حضرت امام زین العابدین بیماری اور متواتر فاقوں اور پانی کی تکلیفوں کے سبب سے کمزور اس قدر ہو گئی تھی کہ کھڑے ہونے سے بدن مبارک لرزتا تھا۔ باوجود اس ضعف و ناتوانی کے ہمتِ مردانہ کا یہ حال ہے کہ شہہ دیں سے میدانِ جنگ میں جانے کی رضا چاہتے ہیں۔ امام عالی مقام نے فرمایا کہ اے جانِ پدر میں تمام کنبہ و قبیلہ، عزیز و اقارب، خدامِ موالی جو ہمراہ تھے سب کو راہِ حق میں نثار کر چکا ہوں اور الحمد للہ اپنے جدِ کریم کے صدقے تمام مصائب کو صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کیا۔ اب اپنا ناچیز ہدیہ اللہ کی راہ میں نذر کرنے کے لیے حاضر ہے۔ تمہاری ذات کے ساتھ بہت سی امیدیں وابستہ بیکسان اہل بیت کو وطن تک پہنچانا میرے لختِ جگر بیبیوں نگہداشت کون کرے گا۔ جدِ پدر کی جو امانتیں مرے پاس ہیں وہ کس کو سپرد کی جائیں گی۔ قرآنِ کریم حفاظت و حقائقِ عرفانیہ کی تبلیغ کا فرض کس کے سر پہ رکھا جائے گا۔ جدِ کریم کی نسل کس سے چلے گی۔ حسینی سیدوں کا سلسلہ کس سے چلے گا۔

یہ سب توقعات تمہاری ذات سے وابستہ ہیں۔ میرے نورِ نظر دو مان رسالت کے تم ہی آخری چراغ ہو۔ مجبانِ مصطفیٰ طالبانِ زیارتِ حبیب کبریا تمہاری زیارت سے دل کو تسلی دیں گے۔

شہبہ دیں نے لگایا پیار سے بیٹے کو سینے سے
تسلی دی کہا بیٹا نہ ہو بیزار جینے سے

ہو تم روحِ روانِ اہل بیتِ پاک دنیا میں
چلے گا تم سے ہی نامِ شہبہ لولاک دنیا میں

بقائے نسلِ سلطانِ رسالت کا سبب تم ہو
جہاں میں یادگارِ عترتِ محبوبِ رب تم ہو

تمہی ہو ناخدائے کشتی آلِ پیمبر بس
تمہی ہو قلمِ وحدت کے اے بیٹا شناور بس

ہو میرے کاروانِ قافلہ تم آلِ حیدر کے
ہو تم سالارِ اعظمِ ملتِ محبوبِ داور کے

تمہیں دنیا میں رہ کر رہبری دنیا کی کرنا ہے
تمہیں ہر دورِ نیک و بد سے دنیا کے گذرنا ہے

یہ فرما کر لگایا آپ نے عابد کو سینے سے
عطا کیں نعمتیں وہ سب جو پائی تھیں مدینے سے

بنایا دمِ زدنِ لختِ دل کے دل کو آئینہ
علومِ معرفت سے بھر دیا سجاد کا سینہ

تسلی دی بنایا جانشین پھر اپنا عابد کو
سرِ کربل کی ہر حالت کے ناظر اور شاہد کو



باب نمبر 10

سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام سے چند باتیں

الغرض امام عالی مقام علیہ السلام نے اپنی تمام ذمہ داریوں کو امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالے کیا اور میدان شہادت میں جانے کی تیاری شروع کی۔ قبائے مصری زیب تن فرمائی۔ سلطانِ دو عالم کا نورانی عمامہ سر پہ رکھا۔ حضرت حمزہ کی زرہ پہنی۔ حضرت خالد کی ڈھال کا ندھے پر جمائل کی۔ فاتح خیبر حیدر کرار کی ذوالفقارِ آبدار دست مبارک میں لی۔ حضرت جرار کا نیزہ بلند فرمایا۔ اس منظر کو اہل خیمہ نے کن آنکھوں سے دیکھا ہوگا۔ جن کے سردار کا سایہ طویل عرصے کے لیے جدا ہونے والا ہے۔ نو نہالانِ اہل بیت پر قیمتی منڈلا رہی ہے۔ ناز پروروں کے سر سے شفقتِ پدری کا سایا اٹھنے والا ہے۔ ازواج سے سہاگ رخصت ہو رہا ہے۔ دکھے ہوئے مجروح دل امام کی جدائی کے غم سے کٹ رہے ہوں گے۔ سکیں کی ترسی ہوئی آنکھیں پدر بزرگوار کا آخری دیدار کر رہی ہیں۔ گھڑی دو گھڑی کے بعد یہ جلوے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو رہے ہیں۔ اہل خیمہ کے چہروں کا رنگ اڑ گیا ہے۔ سب کی نورانی آنکھوں سے موتی ٹپک رہے ہیں۔ حسرت و یاس کا عالم ہے جسموں میں تابِ حرکت نہیں۔ تصویرِ ساکت کی طرح کھڑے ہیں۔ خاندانِ مصطفیٰ کی بے وطنی اور بے کسی انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ بے کس قافلہ حسرت کی نگاہوں سے امام عالی مقام کے چہرہ دل افروز پر نظریں جمی ہوئی ہیں۔ امام عالی مقام میدان میں جانے کی تیاری مکمل کر چکے ہیں۔ گھوڑا حاضر ہے۔

کیا جب قصد خیمے سے نکلنے کا شہہ دیں نے
تو روکا سامنے سے راستہ بانوئے غمگین نے

امامِ دوسرا نے جب کی اپنی رن کو تیاری
تو رو کر لگیں یہ عرض کرنے بیبیاں ساری

ادب سے شہربانو نے گذارش کی شہہ والا
 مری دنیائے راحت آج ہوتی ہے تہہ و بالا
 میں صدقے مجھ کو کس پر دشمنوں میں چھوڑے جاتے ہو
 کہاں جاتے ہو مجھ سے ہائے کیوں منہ موڑے جاتے ہو

عدو جب پابجولاں ہم کو خیمہ سے نکالے گا
 مرے کاندھے پہ بتلاؤ تو چادر کون ڈالے گا
 لٹے گا قافلہ جب دور ہوگا فتنہ کوشی کا
 کیسے احساس ہوگا قیدیوں کی پردہ پوشی کا
 عدو پردہ داری پہ ہوگا جب مائل اسیروں کی
 کرے گا کون شاہا دستگیری ہم فقیروں کی

امام عالی مقام علیہ السلام کی اپنے حرم میں باتیں

امام عالی مقام علیہ السلام نے جب شہربانو سے دل ہلانے والی یہ باتیں سنیں تو ارشاد فرمایا کہ
 میں جانتا ہوں کہ تم کسریٰ کی شاہزادی ہو۔ ناز و نعم کی پالی ہو۔ اے بانو وہ وقت بھی یاد کرو
 جب ایران سے قید ہو کر مدینے لائیں گئیں تھیں۔ اس وقت تمہارا کوئی پرسان حال نہ تھا اور
 اس وقت تم کفر کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھیں اور اب اسلام کا لباس زیب تن کیے ہوئے ہو۔
 اہل بیت مصطفیٰ ﷺ ہو۔ خدا تمہارا نگہبان و حافظ و ناصر ہے۔ خبردار صبر و سکون کا دامن نہ
 چھوڑنا۔ تحمل کے میدان سے قدم پیچھے نہ ہٹانا۔ امتحان کی گھاٹیوں سے کامیابی کے ساتھ اترنا
 ورنہ سر محشر نانا جان کے سامنے شرمندگی ہوگی۔ شہربانو سے سرکار یہ صبر و تحمل ضبط کی تلقین فرما
 رہے تھے کہ حضرت زینب آپ کی ہمشیرہ نے آگے بڑھ کر ادب سے سرکار کا دامن رحمت
 تھام لیا اور دل ہلا دینے والے لہجہ میں اس طرح عرض کرنے لگیں۔

جناب حضرت زینب نے یہ رو رو کے فرمایا
 مرے بھائی مرے سر پہ تھا اب تک آپ کا سایہ

بتاؤ تو یہاں اب کیا مصیبت آنے والی ہے
ہمارے سر پہ کل کیسی قیامت آنے والی ہے

مرے ماں جائے بھائی کل بتاؤ تم کہاں ہو گے
میں پہنچوں گی وہاں کس طرح بھائی جہاں ہو گے

مرے ماں باپ کی طرح سے مجھ کو پالنے والے
مرے سر پہ وفورِ غم میں چادر ڈالنے والے

پکاروں گی کسے میں بھائی کہہ کر بزمِ عالم میں
تسلی کون دے گا آن کر مجھ کو سرِ غم میں

مصیبت ہائے اب مجھ پہ یہ کیسی آنے والی ہے
گھٹارنجِ دالم کی ہر طرف سے چھانے والی ہے

امامِ دوسرا نے بہن کو فرطِ محبت سے
کلجے سے لگایا اور فرمایا یہ شفقت سے

میری لختِ جگر پیاری بہن یہ کیا ہوا تم کو
نہیں لَا تَقْنَطُوْا مِنَ الرَّحْمٰتِ اللّٰهِ يٰ اذْ كَيْفَا تَمُّوْا

ہے اے نورِ صبر و رضا سادات کا جوہر
مصائب میں نہ ہونا چاہیے قابو سے یوں باہر

رہا ہے کون دنیا میں رہے گا کون دنیا میں
ہے تاب دم زدن کس کو رضائے حق تعالیٰ میں

خدارا صبر اے روحِ روانِ خنداں کرنا
سرِ غم میں شکرِ خالق کون و مکاں کر

امام عالی مقام لاڈلی بہن حضرت زینب کو تسلی صبر و ضبط کی تلقین فرما رہے ہیں کہ اے
میری پیاری بہن تم جانتی ہو صبر و رضا سادات کی جاگیر ہے۔ تم فاطمہ کی چشمِ چراغ ہو۔ جو
صابروں کی سردار ہیں۔ خدارا قلب کو مضبوط رکھنا مری بہن صبر سے مدد لینا۔ رضائے حق کی
خاطر صدے سہنا۔ خدارا میرے قتل پر بالکل نوحہ نہ کر۔ ہرگز ہرگز سینہ کو بی نہ کرنا۔ بھول کر

بھی جامہ درمی نہ کرنا یعنی کپڑے نہ پھاڑنا۔ تم صابروں کے شہنشاہ کی نواسی ہو۔ خاندانِ نبوت کی لاج رکھنا صبر و تحمل کے دامن کو نہ چھوڑنا۔

امامِ پاک سب کو صبر کی تلقین کرتے ہیں
دمِ آخر بھی تعلیمِ اصولِ دین کرتے ہیں

خواتینِ حرم سے ہو رہے ہیں شاہِ دیں رخصت

ملکینِ خلد کی ہے جانبِ خلدِ بریں رخصت

رضاء و صبر کی سرکار نے تلقین فرما کر

بہ عزمِ جنگ اٹھایا ہاتھ پھر نیزہ و خنجر

تسلی دی خدا حافظ کہا سب خستہ حالوں کو

سپرد کر دیا اللہ کے اللہ والوں کو

حق و صداقت کا آفتابِ خیمہ اہل بیت سے طلوع ہوا

الغرض حق و صداقت کا آفتابِ خیمہ اہل بیت سے طلوع ہوا۔ باطل کی سیاہ رات کے پردے اس کی تجلیوں کی دھار سے چاک چاک ہو گئے۔ آرزوئے زندگی کا گرد و غبار اس کے جلوؤں کو نہ چھپا سکا۔ باطل کی تاریکی اس کی نورانی شعاعوں سے کافور ہو گئی۔ فضائے کربلا نور سے مامور ہو گئی۔ مصطفیٰ کا لختِ جگر زہرا کا نورِ نظر شیرِ خدا کا دلارا فاطمہ کی آنکھوں کا تارا، بے سہاروں کا سہارا، گھر لٹا کر کنبہ کٹا کر سر بکفِ راہِ حق میں جان قربان کرنے کو سرِ میداں موجود ہے۔ سامنے بیس ہزار کا لشکرِ جرار ہے۔ لیکن علی کے لعل کی پیشانی پر شکن بھی نہیں۔ دشمن کی فوجیں پہاڑوں کی طرح گھیرے ہوئے ہیں۔ ہر طرف تلواروں کی باڑ نظر آتی ہے۔ مگر فرزندِ مصطفیٰ کی نظریں پر کاہ کے برابر اس کی حقیقت نہیں۔ سرِ میداں آپ نے ایک رجز پڑھی۔ جو کہ آپ کے ذاتی اور نسبی فضائل پر مشتمل تھی کہ اے ظالمانِ قوم تم مجھے خوب اچھی طرح جانتے ہو کہ میں فرزندِ رسول ہوں، جگر گوشہٴ بتول ہوں، ابوطالب کا پوتا ہوں، شیرِ خدا مولا علی کا بیٹا ہوں، مجھ کو ایذا دینا رسول کو ایذا دینا ہے۔ اے ظلم و ستم کے پرستارو، جان لینا جان دینا سب خدا کے اختیار میں ہے۔ اگر تم خداوندِ عالم جل جلالہ پر یقین رکھتے ہو اور

جد سید الانبیاء پر ایمان لائے تو ڈرو۔ قیامت کے دن سے کہ میزانِ عدل قائم ہوگی۔ اعمال کا حساب کیا جائے گا مرے والدین اپنی آل کے بے گناہ خونوں کا مطالبہ کریں گے۔ مرے نانا مقامِ محمود پر جلوہ فرما ہوں گے۔ جن کی رضا پر نجات کا دار و مدار ہوگا۔ وہ اپنے نواسوں کا زخموں سے چور چور جسم دیکھ کر کیا ناراض نہ ہوں گے۔ کیا ان سے پھر بھی کرم کی امید کی جا سکتی ہے۔ کیا وہ مرے جانثاروں کے ناحق خون کا بدلہ نہ لیں گے، ضرور لیں گے۔ تم میرا اور مرے اطفال کا قتل اب بھی روا سمجھتے ہو۔ اس ارادے سے باز آؤ۔ مجھے اب موقعہ دو کہ میں بلادِ عرب چھوڑ کر دنیا کے کسی اور حصے میں چلا جاؤں۔ اگر تمہیں یہ منظور نہیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی رضا پر صابر و شاکر ہیں۔ اَلْحُكْمُ لِلّٰہِ وَرَضِیْنَا اَمَامَ عَالِی مَقَامِ کِی زَبَانِ گوہرِ فیضان سے یہ کلمات سن کر کوفیوں میں بہت سے لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ دل سب کے جانتے تھے کہ وہ برسرِ ظلم و جفا ہیں۔ وہ یہ خوب جانتے تھے کہ حسین سے لڑنا مصطفیٰ سے لڑنا ہے اور مصطفیٰ سے لڑنا عینِ خدا سے جنگ کرنا ہے۔ وہ یہ خوب جانتے تھے کہ ہم نے باطل کی حمایت کے لیے دارین کی روسیاهی اختیار کی ہے اور یہ بھی سب یقین تھا کہ فرزندِ رسول حق پر ہیں۔ ان کے خلاف ادنیٰ سی حرکت بھی آخرت کی ذلت و رسوائی اور خواری کا موجب ہے۔ وہ یہ بھی خوب جانتے تھے کہ آخرت میں کامیابی امامِ عالی مقام کی سچے دل سے غلامی قبول کرنے پر منحصر ہے۔ ان کی دشمنی خدا کی دشمنی ہے۔ مگر ان ظالموں کو دنیا کی جرح ہوس ایسا دیوانہ بنا دیا تھا کہ امامِ عالی مقام کی اس تقریر کا ان بد بختوں نے تھوڑی سی دیر کے لیے اثر لیا اور تھوڑی دیر کے بعد ان جفا کاروں پر ایک سی آئی۔ عمرو بن سعد شمر ذی الجوشن عمر بن حجاج نے یہ عالم دیکھا تو فوراً صفوں سے آگے بڑھ کر امامِ عالی مقام سے کہا کہ یہ وقت ہمیں تعرض نہ کریں۔ صرف بات اتنی سی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ چل کر کوفہ کے گورنر عبید اللہ بن زیاد کے پاس پہنچ کر امیرِ شام یعنی یزید کی بیعت کر لیں پھر جہاں چاہیں چلے جائیں۔

یہ باتیں سن کے غصہ آ گیا سبطِ پیمبر کو
نگاہِ قہر سے دیکھا عدوئے دیں کے لشکر کو

جلالِ ہاشمی جلوہ نما رخ پہ نظر آیا
رگ و ریشہ میں خونِ فاتحِ خیبر ابھر آیا

اٹھائی ذوالفقارِ حیدرِ کرار ہاتھوں میں
 لیا تیر و کمانِ جعفرِ طیار ہاتھوں میں
 چمک سے تیغ کی خیرہ ہوئیں آنکھیں حریفوں کی
 بنا لیں صورتیں فوجی جوانوں نے ضعیفوں کی

عیاں شیرِ خدا کا دبدبہ تھا روئے روشن سے
 پکی تھی یدِ اللہی جلالتِ پاکِ چتون سے
 ہوئی رگ رگ میں جوشِ مرتضیٰ کی اک جھلک پیدا
 نگاہِ قہرِ ساماں میں تھی بجلی کی چمک پیدا

سرِ میداں جو شیرِ ہاشمی کو پرغضب دیکھا
 ہر اک دشمن نے اپنی موت کا اس کو سبب دیکھا
 بڑھایا اسپِ برق آسا کو کاوا دے کے میداں میں
 پڑی بھگدڑ مچی ہلچل سپاہِ فتنہ ساماں میں

ذرا گھوڑا بڑھا دیتے تھے جس جانب شہید والا
 نظر آتے تھے دستے فوجِ دشمن کے تہہ و بالا
 کس کو سامنے پڑنے کی جرات ہی نہ ہوتی تھی
 اجل اُن بزدلوں کی جان کو میدان میں روتی تھی

ملائکہ آپ علیہ السلام کی دلیری و شجاعت دیکھ کر حیران ہیں

شیرِ یزداں کا سپرِ فاطمہؑ کا تختِ جگرِ مصطفیٰ ﷺ کا نورِ نظرِ جلال کے عالم میں سرِ میداں
 جلوہ گر ہے۔ ملائکہ آپ کی دلیری و شجاعت دیکھ کر حیران ہیں۔ سپاہِ شامِ امامِ عالی مقام کی
 ہیبت سے لرزاں ہے۔ ہر طرف یزیدی فوج میں خوف و حراس پھیلا ہوا ہے۔ اتنے میں
 ابنِ قحطبہ شیرِ حق کے سامنے آتا ہے اور آ کر امامِ دوسرا سے کہنے لگا کہ اے حسین تم نے
 احباب و اقربا قتل کروا دیا مگر اب بھی تمہارے دل میں لڑائی کی ہوس باقی ہے۔ شیرِ ہاشمی
 نے یہ نازیبا باتیں سن کر ابنِ قحطبہ سے فرمایا کہ لڑنے کو میں آیا ہوں یا تم لوگ مجھ سے

لڑنے کو آئے ہو۔ کیا میں نے تمہارا راستہ بند کیا ہے یا تم نے یہ راستہ بند کیا ہے اور مجھے بلانے والے تم ہو اور احباب و اقارب کو تم نے قتل کیا۔ اب مجھے سوائے لڑائی کے اور کیا چارہ ہے۔ زیادہ باتیں نہ بنا اگر کچھ دم خم ہے تو مرے سامنے آ۔ آپ نے فرما کر ایک ایسا شیرانہ نعرہ زہر شگاف مارا کہ تمام لشکر یزید تھرا گیا۔ ابن قحطبہ ظالم بدہواس ہو گیا۔ ہاتھ نہ ہلا سکا۔ آپ نے اس بے دین پہ تلوار کا وار کیا۔ ناری کے دو ٹکڑے فرما کر افواج یزید پر حملہ کیا۔ قیامت کا نمونہ تھا۔ امام عالی مقام کا حملہ شیر خدا فاتح خیبر کے حملہ کا آئینہ دار تھا۔ ہر طرف کوفیوں اور شامیوں کی موت کا گرم بازار تھا۔ میدان میں جگہ جگہ لاشوں کے انبار تھا۔ ذوالفقار حیدری قضا بن کر جلدی جلدی بے دینوں کو دبوچ رہی تھی۔ میمنہ اور میسرے کی تمام حد بندیاں ٹوٹ گئیں۔ صفیں الٹ پلٹ کر ڈالیں۔ فاطمی شیر اس طرح فوج یزید پر غالب جس طرح شیر بکریوں کے غلہ پر۔

چلی شاہ کی رن میں جب ذوالفقار
یہاں تک کیا ظالموں کو ہلاک
دیئے رن کو پلٹے کئی دم بدم
لعین خوف سے منہ چھپانے لگے
جدھر فوج دشمن پہ حملہ کیا
کیا دم میں لشکر کو زیر و زبر

ہزاروں کے دم میں کیے سر قلم

شجاعت نے خود شبہ کے چوے قدم

جب لشکرِ شام میدان چھوڑ کر بھاگ گیا

جب لشکرِ شام میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام عالی مقام علیہ السلام کو کربلا میں بار بار فتح حاصل ہوئی۔ مگر آپ نے فتح کو نعمتِ شہادت پر قربان کر دیا۔ کیونکہ آپ کو راہِ حق میں اپنی قربانی پیش کرنی اور مشیتِ ایزدی کے مطابق عمل کرنا تھا ورنہ ایک یزیدی فوج کیا دس یزیدی فوج کی بھی علی کے شیر کے سامنے کوئی حقیقت نہیں۔ جب آپ

نے میدان کو خالی پایا تو نہر فرات کی طرف گھوڑے کی باگ موڑی۔ شمر ملعون نے فوج کو لکارا کہ اے بزدلو! اگر ہاشمی شیر نے پانی پی لیا تو پھر ہم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑے گا۔ بڑھو جلدی بڑھو راستہ روکو۔ افواجِ شام ہر طرف آپ کا راستہ روکنے لگی۔ مگر جو بھی سامنے آیا اس نے ہی اپنا جہنم میں مکان بنایا۔ آپ نہر فرات تک پہنچ گئے اور گھوڑے سے اتر کر پانی کے کنارے پر قدم مبارک رکھا۔ شمر نے بدحواس ہو کر پکارا کہ خبردار امام عالی مقام علیہ السلام کو پانی نہ پینے دو ورنہ ایک بھی خیر نہیں رہے گی۔ سب کو موت کا لقمہ بننا پڑے گا۔ شمر ملعون نے ہائے ویلا کیا بہت ہی بہادرانِ فوج کو غیرت دلائی مگر اتنی کسی کو جرات تھی جو کہ امامِ حق کے سامنے جاتا۔ امام عالی مقام نے پانی ہاتھ میں لیا اور اپنے گھوڑے کو بھی پانی پینے کا اشارا فرمایا۔ شمر نے چیخ کر کہا کہ تم یہاں پانی پیتے ہو وہاں خیمہ لٹکا جا رہا ہے۔ آپ نے اپنے پانی ہاتھ سے ڈال دیا اور خیمہ کی طرف دیکھا تو وہاں لوٹنے والا کوئی موجود نہیں۔ امام عالی مقام نے فوج سے کہا کہ اے بے دینو مجھ پر دنیا کا پانی حرام ہو گیا ہے۔ ورنہ تم مجھے پانی پینے سے نہیں روک سکتے۔ آپ کے گھوڑے نے بھی پانی کو منہ نہ لگایا۔ آپ پھر خیمہ میں تشریف لے گئے اور اہلبیت سے فرمایا کہ چادریں اوڑھو، جزع و فزع نہ کرو، مصیبت پر کمر بستہ رہو، صبر و ضبط کا دامن یقین کے ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑے رہو یہ امتحان کا وقت ہے، ثابت قدم رہنا اور میرے بعد میرے پیسوں کو آرام سے رکھنا، مدینے پہنچ کر بارگاہِ رسالت پناہ میں سلام عرض کرنا کہ کوفیوں اور شامیوں نے تمہارے لاڈلے حسین کو تین دن بھوکا پیاسا رکھ کر بڑی بے دردی سے قتل کیا۔ ننھی سی جان علی اصغر پر رحم نہ کیا۔ اس کو بھی بھوکا پیاسا تیر مار کر شہید کیا۔ تمہارے ہم شکل علی اکبر کے نورانی جسم کو برچھی بھالوں سے چھلنی چھلنی کیا۔ حضرت قاسم کی جوانی برباد کی۔ تمہارے اہل بیت پر تین دن پانی بند رکھا۔ ننھی ننھی سی جانوں کو پیاسا تڑپایا۔ تمام خواتین اہلبیت ایک اک قطرے پانی کو ترستی رہیں۔ جو جو مظالم ظالموں نے ہم پر کیے ہیں۔ مرے ناز بردار نانا سے یہ سب احوال کہنا، صبر و تحمل سے کام لینا، ضبط کو اپنی غذا بنانا، خاندانِ رسالت کی لاج رکھنا، سینہ کوبی نہ کرنا، نوحہ خوانی نہ کرنا۔

درونِ خیمہ مستورات پر سکتے کا عالم ہے
سکونِ صبر کی باہم دگر تعلیم پیہم ہے

ہیں زینتِ دل شکستہ مضطرب جانِ سیکینہ ہے
 خمِ پیہم سے ہر خاتون کا مجروح سینہ ہے
 یہ منظرِ دشتِ غربت میں ہے اہلیتِ اطہر کا
 عدم کی راہ میں ہے کارواں سبِ پیہر کا

بندگی ہیں ہچکیاں ضبطِ فغان سے جوشِ رقت میں

ہیں صبر و شکر کے الفاظ لب پر ہر مصیبت میں

امام عالی مقامِ عترتِ اطہر کو صبر و شکوے کی تلقین فرما رہے ہیں کہ دیکھو جو پیدا ہوا ہے
 اس کو فنا ہونا ضرور ہے ایک دن موت آئے گی۔ نہ ہمیشہ کوئی دنیا میں رہا ہے اور نہ رہے گا۔
 باقی اللہ کی ذات رہے گی۔ میری تم سے آخری ملاقات ہے اب دنیا میں ہمیشہ کے لیے سب
 سے رخصت ہوتا ہوں۔

الوداعِ امام عالی مقام

الوداعِ اے آلِ پاکِ مرتضیٰؑ	الوداعِ اے اہلِ بیتِ مصطفیٰؑ
الوداعِ اے آلِ اطہارِ بتول	الوداعِ اے عترتِ ختمِ رسول
الوداعِ اے مرے پیارے گلبدن	الوداعِ اے عابدِ بیمارِ من
کاروانِ دین کے سالار کو	پھر اٹھایا گود میں بیمار کو
اپنے پیارے لاڈلے دلہند سے	گود میں لے کر کہا فرزند سے
صبر کرنا ہر غم و آلام پر	اے لختِ جگر نورِ نظر
اب ہے تم سے بھی برادرِ الوداع	زینب و کلثوم سے پھر یہ کہا
الوداعِ اے مری پیاری نورِ عین	بولے پھر بالی سیکینہ سے حسین
الوداعِ اے شاہِ زادِ عرب	شہر بانو سے بھی کی رخصت طلب
کرنا مرے قتل پر نوحہ نہیں	وقتِ مشکل صبر کرنا ہم نشین

اور خدا حافظ کہا رخصت ہوئے

سوئے میداں پھر رواں حضرت ہوئے

کاروان اہلبیت سے رخصت

حضرت امام عالی مقام علیہ السلام جب خیمہ میں اپنا آخری دیدار دے کر اور کاروان اہلبیت سے رخصت ہو کر پھر دلیرانہ شیروں کی طرح میدان میں گامزن ہوئے تو پھر یزیدی فوج پر خوف و حراس کے بادل چھائے۔ سب کو اپنی موت نظر آنے لگی۔ ابن سعد اور شمر لعین نے جب افواج کی یہ حالت دیکھی کہ سب کے چہروں پہ امام عالی مقام علیہ السلام شیر ہاشمی کی ہیبت سے اُداسی چھائی ہوئی ہے تو لکار کر کہا کہ حسین اُولی الْأَمْرِ مِنْهُمْ کا باغی ہے اس کا قتل کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔ بڑھو اور چاروں طرف سے حسین کو گھیر کر قتل کر دو۔ امیر شام تمہیں کالا مال کر دے گا۔ یہ سن کر دنیا کے کتے امام عالی مقام کو تنہا دیکھ کر غرانے لگے۔ ابن سعد نے کہا کہ اب اکیلے امام ہیں اور ہم نے نامی گرامی پہلوان اسی وقت کے لیے محفوظ رکھے ہیں اک اک جا کر امام سے مقابلہ کرو اب یہ کہاں تک لڑیں گے۔ مشہور و معروف پہلوانوں کو امام عالی مقام سے لڑنے کے لیے محفوظ رکھنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اعدائے دین یہ جانتے تھے کہ حسین کے بازوؤں میں قوتِ حیدر کرار موجود ہے مگر شہید دین کو تنہا دیکھ کر چاروں طرف سے یلغار کرتے ہیں۔ اتنے میں ابن اسحاق نامی یزیدی پہلوان پکارتا ہے کہ میں میدان میں جاتا ہوں اور ابھی حسین کا سر قلم کر کے لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر تلوار اٹھائی اور بہادری کی ڈینگیں مارتا ہوا امام حق شیرِ فاطمی کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ حسین میں ملکِ شام کا نامور پہلوان تمام اہل شام مری شجاعت کا لوہا مانتے ہیں امام عالی مقام نے فرمایا کہ تو مجھے جانتا نہیں جو میرے سامنے اس دلیری سے آتا ہے وہ ذلت کی موت مرتا ہے اگر مرے مقابلے کو ایک اک آیا تو سب کا کام تمام کر دیا جائے گا مجھے تنہا دیکھ کر حوصلہ مند یوں کا اظہار کرتے ہو نامردو۔ میری نظر میں تمہاری کوئی حقیقت نہیں۔ شامی جوان یہ سن کر جل گیا۔ بجائے جواب کے امام دین پر تلوار کا وار کیا۔ شیر یزداں کے فرزند نے اس گبھرو کا وار بچا کر اس کی کمر پر تلوار ماری گھیرے کی طرح کٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ سارا غرور خاک میں مل گیا۔ اہل شام کو یہ اطمینان تھا کہ امام عالی مقام کے اور کوئی باقی نہیں اب کہاں تک نہ تھکیں گے۔ پیاس کی حالت ہے، دھوپ کی تپش ہے، بھائی، بھتیجیوں بیٹوں کی جدائی کا غم اہلبیت کی بے

کسی مضحکہ خیز چکی ہے۔ بہادروں کے جوہر دکھانے کا وقت ہے۔ جہاں تک ہو ایک ایک جا کر مقابلہ کرے کوئی نہ کوئی تو کامیاب ہو ہی جائے گا۔ اسی طرح امام عالی مقام کے سامنے اک اک پہلوان نامی گرامی آتا ہے اور اپنی بہادری کو امام عالی مقام تلوار سے خاک میں ملواتا ہے۔ نئے نئے بہادر ہیلتن تیغ زن چھٹ چھٹ کر آتے رہے اور جہنم میں آباد ہوتے رہے۔ جو دلاور یزیدی فوج کا امام حق کے سامنے آیا اسی کو ملک الموت نے بڑھ کر آغوشِ عذاب میں لے کر دوزخ میں پہنچایا۔ بڑے بڑے بہادر امام عالی مقام کے ایک ہی وار سے فی النار ہو جاتے تھے۔ کسی کے سر پر تلوار ماری تو زمین تک کاٹ ڈالا۔ کسی کو نیزے کی نوک پر اٹھا کر جہنم واصل کیا۔ کسی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زمین مرکب سے اٹھا کر زمین پر پٹک کر موت کے حوالے کیا۔ جتنے پہلوان تھے امام عالی مقام نے سب کو دوزخ کا راستہ دکھایا۔ اب کسی میں یہ ہمت نہ رہی جو کہ شیر ہاشمی کے روبرو آ کر مقابلہ کرے۔ شیر ہاشمی نے تمام افواج کی نظروں کے سامنے ان تمام بہادروں کو خاک میں ملا دیا۔ جن پر افواجِ شام کو بڑا ناز تھا اور ہر ایک مرد میدان تھا۔ اب امام عالی مقام کے سامنے آنے کی ہمت بھی کیسے ہو جو بھی آیا وہ جہنم واصل ہوا۔

نہ آیا کوئی جب لڑنے کو حضرت سے سر میداں

اٹھائی تیغ سوئے فوج گھوڑے کو کیا جولاں

لگایا آپ نے پھر نعرہ شیرانہ میداں میں

صدائیں ہر طرف تکبیر کی گونجیں بیاباں میں

ذرا گھوڑا بڑھا دیتے تھے جس جانب شہید والا

نظر آتے تھے دستے فوج دشمن کے تہہ و بالا

بدل ڈالا شہید گرووں نیش نے جنگ کا نقشہ

ہزیمت آشنا تھا فوج بے آہنگ کا نقشہ

سر میدان بھگدڑ مچ گئی دشمن کی فوجوں میں

کئے سر غرق تھے اعدا کے بحرِ خون کی موجوں میں

بچاتی جان سب پھرتی تھی فوج شام گھبرائی

نظر دشمن کو اپنی ہر جگہ آتی تھی پسپائی

بگڑتا شمر کو جب جنگ کا نقشہ نظر آیا
 فریب و مکر سے ظالم شرارت پر اتر آیا
 کری تدبیر ایسی ظالمانہ کینہ پرور نے
 کیا مظلوم مستورات پر حملہ شمر نے
 بڑھا خیمہ کی جانب لے کے دس اشرار کو ظالم
 غرض تھی یہ ستائے عترتِ اطہار کو ظالم
 دسوں نے خیمہ اطہر کو چاروں سمت سے گھیرا
 ارادہ تھا کہ مل کر لوٹ لیں اہل جفا ڈیرا
 امامِ دوسرا نے دور سے دیکھا جو یہ عالم
 صفِ اعدا سے باہر آگئے ہوتے ہوئے برہم
 کہا اے شمر توف ہے تیری اس بیہودہ حرکت پر
 ترے اعمال بد سے حرف آتا ہے شرافت پر
 نہ تجھ میں کوئی غیرت ہے نہ ہے کوئی حیا باقی
 ترے دل میں نہیں اے بے حیا خوفِ خدا باقی
 ہے ترے پاس بے تعداد لشکر فوج بے پایاں
 ضرورت سے سوار رکھتا ہے ظالم جنگ کا ساماں
 مگر تو اس قدر نامرد بزدل صاحبِ شر ہے
 ہے مردوں سے گریزاں عورتوں پر حملہ آور ہے
 اثر جب کچھ نہ دیکھا سرزنش کا بدشعاروں پر
 شبہ والا نے حملہ کر دیا اُن نابکاروں پر

میدانِ کربلا میں گھمسانِ جنگ

میدانِ کربلا میں گھمسانِ جنگ ہے ہر طرف تلواروں کی جھنکار زخمیوں کی چیخ و پکار
 فضائے کربلا میں گونج رہی ہے۔ لشکرِ اعدا میں شور برپا ہے۔ جب شمر ملعون نے فوج کی یہ

حالت دیکھی تو اس ظالم نے یہ مکاری کی کہ دس ظالموں کو لے کر خیمہ پر حملہ کیا۔ ان دسوں نے خیمہ کو چاروں طرف سے گھیرا اور چاہتے تھے کہ خیمہ پاک لوٹ لیں۔ اچانک شاہ دین کی اس طرف نظر پھر گئی۔ آپ فوراً لشکر سے نکل کر خیمہ کی طرف آئے اور شمر سے کہا کہ اے شمر تیرے تری اس کمینہ حرکت پر تجھ کو ذرہ بھر بھی پاس مسلمان نہیں۔ تیرے دل میں بالکل حیا نہیں اور نہ ہی تیرے دل میں خوفِ خدا ہے۔ تعجب ہے کہ تیرے پاس ضرورت سے زیادہ فوج ہے۔ ضرورت سے زیادہ ساز و سامان ہے مگر تری بزدلی کا یہ عالم ہے کہ مردوں سے لڑنے میں گریز کرتا ہے اور عورتوں پر حملہ کرتا ہے۔ شاہ دین کی نصیحت کا جب شمر پر کچھ اثر نہ ہوا تو آپ نے ان نابکاروں پر حملہ کر دیا۔ ان نامردوں میں یہ کہاں ہمت تھی جو کہ مقابل میں جے رہتے۔ بدحواس ہو کر بھاگ نکلے اور کئی ناری آپ کی تلوار سے فی النار ہوئے۔ آپ کو ان بے دینوں کی اس نازیبا حرکت پر غصہ آیا۔

مثال شیر جھپٹے پھر شہید دیں لشکرِ بد پر
نہ چھوڑا اس کو زندہ آگیا جو تیغ کی زد پر

کمالِ جنگ تو انسان کی طاقت سے بالاتر

سر میدان تھا سب ہیبت زدہ وہ شام کا لشکر

عدو پہ حملہ جب ہوتا تھا شیرِ مرتضائی کا

نظر آتا تھا رنگِ میدان میں حیدر کی لڑائی کا

مخازِ جنگ کا نقشہ دگرگوں جب نظر آیا

مچایا شہر نے اک شور ابنِ سعد چلایا

کہا شمر لعین نے اے سپاہِ کوفی و شامی

تمہاری مائیں مرجائیں ہو تم کیوں وقفِ ناکامی

بڑھو ہاں اے دلاور کوفیو خنجر سنبھالو تم

بہادر شامیو ہمت کرو نیزے اٹھا لو تم

اثر انداز اندازِ بیاں تھا شمر ظالم کا

مطیعِ حکم ہر فوجی جواں تھا شمر ظالم کا

بڑھے کرتے ہوئے پیدل رسالے تیر بارانی
سواروں نے بانداڑ جنوں کی تیغ افشانی

سواروں نے پیادوں نے کیے حملے شہہ دیں پر
مگر آیا نہ بل چین جبین پریشان تمکلیں پر

محرم کی دس تاریخ اور جمعہ کا دن

محرم کی دس تاریخ دن جمعہ کا ہے۔ وقت ظہر کا آچکا ہے۔ امام دین فضائے آب سے وضو فرماتے ہیں۔ دل میں جمعہ کی نماز کی نیت کی۔ میدان کربلا میں فاطمہ کے لعل پر چاروں طرف سے تیغ و تبر، برچھی بھالے، تیرو سناں برس رہے ہیں۔ تین روز کی پیاس سورج کی تپش احباب و اقربا کا غم جسم نورانی زخموں سے چور چورتین نازنیں پر بتیس زخم نیزے کے اور چالیس خنجر کے تھے۔ تمام خون جسم اقدس کا زخموں کی راہ سے بہ گیا ہے۔ امام عالی مقام کی ذات نورانی پر بہتر 72 زخم ظاہر اور بہتر زخم باطن کے لگے تھے۔ ظاہر از ختم تو تیر و تلواروں کے تھے اور باطنی زخم نونہالان اہل بیت کے تھے جو کہ میدان کربلا میں بھوکے پیاسے راہ مولا میں قربان ہو چکے تھے۔ یہ امام عالی مقام ہی کا جگر تھا کہ تمام کنبہ نظر کے سامنے بے انتہا بے رحمی کے ساتھ ذبح کیا گیا۔ تمام احباب و اقربا آنکھوں کے سامنے فنا ہوئے۔ لیکن آپ کے صبر و استقلال میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔ اسی آن و بان سے میدان کارزار میں جلوہ فرما ہیں۔ اور قوت بازو طاقت رفتار ختم ہو چکی ہے۔ تنویر مجسم بنے کھڑے ہیں کہ ایک بد بخت نے پشت نورانی پر نیزے کا وار کیا۔ سینہ پر نور سے پار ہو گیا۔ امام عالی مقام بحالت رکوع گھوڑے کی زین سے زمین کی طرف مائل رخ قبلے کی طرف ہے۔ جب امام عالی مقام بشکل سجدہ زمین پر جلوہ فرما ہوئے۔ اتنے میں شمر آیا اور امام دین کے سینے پر بیٹھا جو امام عالی مقام نے اس کا نام معلوم کیا۔ اس نے کہا کہ میں شمر ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو مرا قاتل نہیں سینے سے اتر جا۔ پھر خولی بن یزید آیا۔ آپ نے فرمایا تو بھی مرا قاتل نہیں وہ بھی پیچھے ہٹ گیا۔ پھر سنان ابن انس آیا۔ آپ نے فرمایا ہاں تو مرا قاتل ہے کیونکہ تو نے ہی مری پشت پر نیزہ مارا ہے۔ اتنے میں خولی آیا۔ آپ نے

فرمایا کہ اپنا سینہ کھول اُس نے اپنا سینہ کھولا آپ نے اُس کے سینے کو دیکھتے ہی کہا صَدَقْتَ يَا جَدِّي۔ شمر بھی قریب ہی کھڑا تھا۔ آپ نے شمر سے پوچھا کہ آج کیا دن ہے۔ اس نے کہا کہ آج جمعہ کا دن ہے۔ آپ نے فرمایا وقت کیا ہے۔ اس نے کہا کہ جمعہ کا وقت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس وقت خطیب منبروں پر بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہے ہوں گے اور میرے نانا کی تعریف بیان کرتے ہوں گے اور تو میرے سینے پر بیٹھا ہے۔ مجھے اتنی مہلت دے کہ میں اپنی آخری نماز ادا کر لوں۔ مگر شمر ملعون نے اس کا کچھ احساس نہ کیا۔ آپ کے نورانی گلے پر خنجر چلایا۔ مگر ایک بال بھی نہ کٹ سکا۔ آپ نے فرمایا کہ اے شمر یہ وہ جگہ ہے جس کو بار بار شہنشاہ کونین رحمت عالم چوما کرتے تھے۔ یہ وہ جگہ ہے جو مصطفیٰ کی بوسہ گاہ ہے۔ جس کو تو کاٹنا چاہتا ہے یہ کسی ہتھیار سے نہ کٹے گی۔ ہاں جب سجدے میں ہوں تو مری گردن کی پیٹھ پر وار کرنا اور میری بھی یہ دلی تمنا ہے کہ میں نماز کی حالت میں شہادت کا جام نوش کروں کیونکہ یہ مرے بابا فاتح خیبر کی میراث ہے وہ بھی نماز کی حالت میں زخمی ہوئے۔ یہ سن کر شمر آپ کے سینے سے اتر گیا۔ فاطمہ کے لعل نے اشارے سے تیمم کیا اور قبلہ رو ہو کر نماز میں مشغول ہو گئے۔ ہماری تمام عمر کی نمازیں اُس حسین کی نماز کی ایک ساعت پر قربان۔ کیا ذوقِ نماز تھا کہ دمِ آخر نماز۔

کہا اللہ اکبر سوئے کعبہ شہہ کی صورت تھی
نمازِ عشق ادا کرنے کی یہ بیشک علامت تھی

خدا کی یاد تھی دل میں زباں پر شکرِ باری تھا

دمِ آخر بھی درسِ ملتِ اسلام جاری تھا

عدو کو یادِ احکامِ الہی کی دلاتے تھے

عذابِ آخرت سے بھی حریفوں کو ڈراتے تھے

تہہ خنجر کیا سجدہ ادا فرضِ الہی کا

بنا داغِ جبینِ نازِ شاہد بے گناہی کا

نمازِ عشق کی تکمیل پر صد مرجبا کہئے

نمازِ جمعہ یا اُس کی نمازِ قرب کیا کہئے

امام حسینؑ میدانِ کربلا میں سر بسجود

ادھر علیؑ کے نور نظر فاطمہؑ کے لختِ جگر مصطفیٰ کے لاڈلے حسینؑ میدانِ کربلا میں سر بسجود ہیں۔ ادھر سنانِ ابنِ انس بد باطنِ سگِ خصلت نے تلوار کا وار کیا۔ نورانی پیکر خون میں نہا گیا اور آپ شہید ہو گئے۔ صادقِ جانباز نے عہدِ وفا پورا کیا اور دینِ حق پر قائم رہ کر اپنا گھر لٹایا، کنبہ کٹایا اور اپنی جان راہِ خدا میں اس اولوالعزمی سے نذر کی کہ تاریخِ کائنات میں اُس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک یہ بھی روایت ہے کہ امامِ عالی مقام نے دمِ آخر بھی شمر لعین سے پانی طلب کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیوی زندگی کے لیے پانی طلب کرتے تھے بلکہ وجہ یہ تھی کہ کل قیامت کے دن اگر ربِ کائنات شمر سے پوچھے کہ قتل کرتے وقت تو قاتل کو بھی کھانا پانی دیتے ہیں مگر تم نے حسین کو دمِ آخر بھی پانی نہ دیا۔ آپ نے عذر کو ختم کرنے کے لیے پانی طلب کیا کہ شمر بارگاہِ خداوندی میں یہ نہ کہے کہ دمِ آخر امام نے پانی مانگا نہیں ورنہ ضرور پانی دے دیتا۔ بس یہ وجہ تھی جو آپ نے پانی طلب کیا تھا جس کے جواب میں شمر لعین نے یہ کہا کہ نہرِ فرات کیا اگر تمام دنیا کا پانی مرے قبضے میں ہو پھر بھی تمہیں پانی کا قطرہ نہ دوں گا۔ امامِ حق نے یہ سن کر زمین پر ایڑی رگڑی فوراً پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ امامِ عالی مقام نے اپنے اختیار کا عالم شمر کو دکھایا اور کہا کہ اے شمر دنیا کا پانی ہمارے لیے حرام ہے۔ اب تو جنت میں جا کر آبِ کوثر پینا ہے کیونکہ روزہٴ عشق دیدارِ الہی سے افطارا جاتا ہے اور روزہٴ عبادت پانی سے اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا جو کہ خانوادہٴ نبوت کا یہ جہادِ حقیقت میں اسلام کی سربلندی اور حقوقِ انسانی کی بقا کے لیے تھا۔ اگر ایسے ماحول میں امامِ عالی مقام علیہ السلام میدانِ عمل میں نہ نکل کھڑے ہوتے تو اسلام کو دور سے ہی سلام کرنا پڑتا۔ انسانی حقوق ہمیشہ کے لیے فنا ہو جاتے۔ امامِ عالی مقام نے اپنی اور اپنے احباب و اقربا کی راہِ حق میں قربانی دے کر تمام بنی نوع انسان پر احسان فرمایا ہے۔ حسینؑ ابنِ مرتضیٰ نے انسان کو زندہ رہنے کا وہ درس دیا ہے جو آفتاب سے بڑھ کر روشن ہے۔ حسینؑ نے انسان کو باعزت مرنے اور مر کر ہمیشہ زندہ رہنے کا سبق دیا ہے اور یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ حق باطل کے آگے کبھی سرخم نہیں کرتا۔ کیا ہے باطل کی طاقت حق کے مقابلے میں۔ لاکھوں گنا زیادہ ہی کیوں نہ ہو

امام عالی مقام کی شہادت قیامت تک کے لیے حق کی روشن فتح ہے۔ امام عالی مقام نے تہہ شمشیر نماز عشق ادا کر کے نماز کا مقام نماز کی حقیقت کو جلوہ گر فرما دیا۔ اور یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ کی جیتی جاگتی تفسیر اپنی ذاتِ مکرم کو ثابت کر دکھایا ہے یعنی وقتِ مشکل استعانت حاصل کرو۔ صبر سے اور نماز سے اگر حقیقت کی آنکھ سے دیکھا جائے تو حسین نے یہ اپنے کردار سے ثابت کر دیا ہے کہ صبر کا مقام یہ ہے اور نماز کا مقام یہ ہے۔ مجبوری صبر کرنا کمال نہیں بلکہ بااختیار ہو کر صبر کرنا کمال ہے۔ مجبوری میں تو جانور بھی صبر سے کام لیتا ہے۔ اگر انسان بھی مجبوری کے خاموش جبر سے تعبیر کرے تو انسان نے جانور سے بڑھ کر کیا کمال کیا بس حسینؑ نے صبر حقیقت سے روشناس کر دیا۔

قطعہ

لٹا دیتے ہیں گھر اپنا محبت ایسی ہوتی ہے
تصدق جان کر دیتے ہیں چاہت ایسی ہوتی ہے
تہہ شمشیر جب سجدہ کیا شہہ نے تو حق بولا
ہمارے چاہنے والوں کی صورت ایسی ہوتی ہے

میدانِ کربلا میں قیامت برپا ہے۔ فضائے کائنات پر اُداسی چھائی ہوئی ہے۔ امام عالی مقام نے تمام احباب و اقربا کو راہِ مولا میں شاکر کر دیا۔ اب اپنی قربانی سجدے میں سر رکھ کر بارگاہِ الہی میں پیش کر رہے ہیں۔ فاطمی چاند کربلا کی خونی گھٹاؤں میں چھپا جا رہا ہے۔ سر سجدے میں ہے، خولی بن یزید نے تلوار کا وار کیا۔

جدا جب سر ہوا ابنِ علیؑ کا جسم انور سے
صدا اللہ اکبر کی نمایاں تھی کٹے سر سے

جہاں میں انقلابِ خون بداماں بر ملا آیا
فلک کا شق ہوا سینہ زمیں پر زلزلہ آیا

چھپا اسلام کا خورشیدِ تاباں روزِ روشن میں
ہوئی ہر سمت تاریکی نمایاں روزِ روشن میں

اندھیرا چھا گیا سورج ہوا پنہاں نگاہوں سے
غبار اٹھا دھواں بن کر زمیں کی سرد آہوں سے

اُجڑ کر بلا میں نوحہ خواں معلوم ہوتے تھے
فرشتے ہر طرف ضرب فغاں معلوم ہوتے تھے

شفیق بن کر فضائے اوج گردوں سے لہو برسا
خدا کا قہر بے دینوں کے اوپر کوبو برسا

کفِ افسوس رو کر آہواں دشت ملتے تھے
زمین کربلا سے خون کے چشمے اُبلتے تھے

فلک نے خون کے آنسو بہائے غمزہ ہو کر
ملائیک نے خدائے دو جہاں سے عرض کی رو کر

الہی حشر کے منظر کی صورت اور کیا ہوگی
قیامت کس کو کہتے ہیں قیامت اور کیا ہوگی

حضور ﷺ کی زیارت اور تسلی

امام احمد نے بیہقی میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں نے امام عالی مقام ﷺ کی شہادت کے دن ظہر کے بعد خواب میں حضور اکرم کی زیارت کی تو دیکھا کہ سرکار کے عنبریں گیسو بکھرے ہوئے ہیں۔ چہرہ پر نور گرد آلودہ ہے اور دستِ اقدس میں خون سے بھرا ہوا ایک شیشہ ہے۔ میں نے سرکار سے عرض کیا کہ سرکار مرے ماں باپ سرکار کے قدموں پہ قربان یہ کیا ماجرا ہے؟ سرکار نے فرمایا کہ میں اس وقت کربلا کی سرزمین سے آیا ہوں اور شیشہ میں مرے لاڈلے حسین کا خون ہے۔ جس کو ظالموں نے تین روز بھوکا پیاسا رکھ کر بڑی بے دردی سے قتل کر دیا یہ دیکھ کر میں بیدار ہو گیا اور وہ دن اور وہ وقت یاد رکھا۔

ابونعیم، بیہقی شریف میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اسی دن حضور کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے نورانی چہرہ پر گرد جمی ہے اور بال مبارک بکھرے ہوئے ہیں اور سرکار پریشان حال ہیں۔ مرا خواب ابن عباس کے خواب کی مطابق تھا میں نے بھی اُس دن کو یاد رکھا

اور بعد میں تصدیق ہوئی تو امام عالی مقام کی شہادت کا وہ ہی دن اور وہی وقت تھا جو کہ سرکار نے خواب میں آکر پیشین گوئی کی تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ سرکار با اختیار حیات ہیں۔

مرثیہ

ڈوبا شفق میں جب مہ تابانِ مصطفیٰ (ﷺ)

یعنی حسین ابن علی جانِ مصطفیٰ (ﷺ)

بادِ خزاں تھی اور گلستانِ مصطفیٰ (ﷺ)

جب گر پڑا زمیں پہ وہ جانانِ مصطفیٰ (ﷺ)

خود مصطفیٰ (ﷺ) نے فرشِ زمیں سے اٹھا لیا

اور فاطمہ نے اپنے گلے سے لگا لیا

آیا جو وقتِ ظہر تو سجدہ کیا ادا

تن پر جو دیکھے و خم تو شکرِ خدا کیا

طے آپ نے تمام مقامِ رضا کیا

دشمن نے جب کہ سر کو بدن سے جدا کیا

خود مصطفیٰ (ﷺ) نے فرشِ زمیں سے اٹھا لیا

اور فاطمہ نے اپنے گلے سے لگا لیا

خوں سے بھرا ہوا جو بدن کا لباس تھا

حور و ملک کا دیکھ اُسے دل اداس تھا

پر شاہِ کربلا کو نہ مطلق ہراس تھا

جس دم گرے زمیں پہ تو کوئی نہ پاس تھا

خود مصطفیٰ (ﷺ) نے فرشِ زمیں سے اٹھا لیا

اور فاطمہ نے اپنے گلے سے لگا لیا

تاریخ الخلفاء میں مرقوم ہے کہ امام عالی مقام کی شہادت سے پہلے آسمان پر اتنی سرخ

افق نہ ہوتی تھی جس دن امام عالی مقام کو شہید کیا گیا ہے اُس دن سے یہ سرخ شفق اب تک

موجود ہے۔ آسمان سے خون کا برسنا معتبر کتابوں سے ثابت ہے کہ امام عالی مقام کی شہادت کے دن آسمان سے خون برساتا تھا یا شفق پر اس کی ہی نشانی ہے۔ کربلا کے بیابان میں ظلم و جفا کی تیز تند آندھی چلی۔ مصطفائی چمن کے مہکتے ہوئے غنچے بادِ سموم کی نذر ہو گئے۔ خاتونِ جنت کا لہلہاتا باغ دوپہر میں کاٹ ڈالا گیا۔ فرزندِ انِ رسول ﷺ کی آل کے سر سے سردار کا سایا اٹھ گیا۔ بچے اس غریب الوطنی میں یتیم ہوئے۔ بیبیاں بیوہ ہوئیں۔ آسمانِ دین و ایمان کا چمکتا ہوا چاند بیابانِ کربلا کے خونی بادلوں میں چھپ گیا۔

اندھیرا چھا گیا رنج و الم کا ساری دنیا پر
فلک سے خون کا منہ فی الفور برسا ساری دنیا پر
نظرِ غمگین آتی ہے ہر اک شے بزمِ عالم کی
جدھر دیکھو ادھر چھائی ہے عالم پہ گھٹا غم کی

درندے اودا پرندے فرطِ غم سے اشک افشاں تھے
زمیں والے ہی اک کیا آسمان والے بھی گریاں تھے
شہید اللہ کے محبوب کو جب کر چکے تاری
کیا جور و مظالم کا نیا اک سلسلہ جاری
سراقدس خولی نے لیا اپنی حفاظت میں
لیا اسود نے کفشِ پا کو دامانِ عقیدت سے
بنی دارم کے اک مرد نے لی تلوار چوری سے
لیا پیشی کو قیسِ اشعث نے سینہ زوری سے

تنِ اطہر پہ تھے اسلحہ جو سب لے گئے ظالم
اذیت جو بھی تھی میت کو دینی دے گئے ظالم
خیامِ اہلبیتِ پاک کو اشرار نے لوٹا
خواتینِ حرم کو لشکرِ خونخوار نے لوٹا



باب نمبر 11**دن دہاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اہلبیت**

امام عالی مقام کی شہادت کے بعد ان ظلم و ستم کے خوگروں نے خیمہ پاک لوٹ لیا وہ کیسا المناک ماحول ہوگا۔ کس شقی کی ہے حکومت کیسا اندھیرا ہے۔ دن دہاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اہلبیت۔ خدا کی شان تو دیکھو کہ جو جنت میں امت کو آباد کریں گے آج ان کا گھر کس بے دردی کے ساتھ برباد کیا جا رہا ہے۔ ظالم خیمہ کو لوٹنے میں مصروف ہیں۔ شمر ملعون تلوار کھینچ کر امام زین العابدین کی طرف لپکا چاہتا تھا کہ آپ کے اوپر تلوار کا وار کرے۔ یکا یک حمید ابن مسلم نے لکار کر کہا کہ اے شمر بیمار کو بھی قتل کرتا ہے۔ یہ کس مذہب میں روا ہے۔ حمید ابن مسلم نے یہ بات ذرا ترش رو ہو کر کہی تھی۔ شمر ملعون عابد کے قتل سے رک گیا۔ مگر ان کے دست و پا زنجیر سے باندھ کر حراست میں لے لیا اور ان ظالموں، ستم پروروں کو خواتین حرم پر بھی مطلق رحم نہ آیا۔ سب کو پابجولاں کیا گیا اور گیارہ محرم کو کوفیوں نے شامی اور کوفی لاشوں کو جمع کیا اور ان کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو بارہ محرم کو تمام شہداؤں کے سروں کو لے کر کوفی کی طرف روانہ ہوئے۔ ابو نعیم میں روایت ہے کہ جب امام عالی مقام کے نورانی سر کو نیزے پر بلند کیا تو سر مبارک سے تازہ خون کے قطرے ٹپک رہے تھے اور سر نورانی سے سورہ کہف کی تلاوت کی آواز آرہی تھی۔ خواتین حرم پابجولان ہیں وہ شاہزادیاں ہیں جن کو جنت الفردوس کی شاہزادیاں کہا جاتا ہے۔ تمام مسلمانوں کی سردار جن کی دونوں جہاں پر حکومت ہے وہ محکوم ہیں اور ان کے محرم جن کا نام نامی امام زین العابدین ہے ان کے ہاتھ لوہے کی زنجیر سے بندھے ہیں۔ پائے اقدس میں بیڑیاں پڑی ہیں بیماری کی وجہ سے کمزوری اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ قدم پاک کھڑے ہوتے ہیں لرزتے ہیں۔ لیکن کوفی اور شامی ظالموں کو ان کی ایسی حالت پر بھی رحم نہیں آیا ان کے دست و پا بھی زنجیروں سے جکڑ دیئے۔

قریبی گاؤں حاضر یہ کے ابنائے اسد آئے

امام پاک کی نعشِ مہیں پر روئے چلائے

مہیا کیس بصد آہ و فغاں لاشیں شہیدوں کی
عقیدت آفریں صد آفریں اُن خوش عقیدوں کے

جنازے کی نماز اول ادا کی اہل قریہ نے
نمایاں شان پھر دیکھی خدا کی اہل قریہ نے
شہیدوں کے بدن پر زخم سب تازہ نظر آئے
نئے منظر نئے جلوے نظر ہر لاش پر آئے

معطر میتیں معلوم ہوتی تھیں شہیدوں کی
یہشتِ مغفرت لاشیں تھیں اُن جنت رسیدوں کی
علی کے چاند کو آلِ اسد نے دفن فرمایا
تہہ خاکِ لحد سورج مدینے کا اتر آیا

ہوا مائل بہ دفن کشتگاں ہر مردِ فرزانه
بنا گنجِ شہیداں کربلا کا دشتِ ویرانه

میدانِ کربلا میں جنازے اور تدفین

چنانچہ قرب و جوار کے مسلمانوں نے میدانِ کربلا میں آکر تمام شہدا کی لاشوں کو جمع
فرما کر نمازِ جنازہ ادا کی۔ نہایت اندوہ و غم کے ساتھ شہدا کی لاشوں کو دفن کر دیا۔ ادھر شہدا کی
لاشوں کو دفن کیا جا رہا ہے۔ ادھر لشکرِ شام اسیرانِ اہلبیت کو لے کر کوفے کی طرف روانہ ہوا۔
جب کوفے کے قریب پہنچے تو جلا دابن زیاد کو اس کی اطلاع دی گئی۔ تو جلا دابن زیاد نے تمام
شہر میں منادی کرادی کہ کوئی ہتھیار لے کر گھر سے باہر نہ نکلے اور ہر گلی کوچہ فوج کا پہرہ لگا
دیا۔ یہ قدم ابن زیاد نے اس لیے اٹھایا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کچھ بھی ہے لیکن مرے ظلم و
ستم کو دیکھ کر کہیں لوگ برہم نہ ہو جائیں اور شہر میں نقصِ امن کی ہوا چل جائے۔ جب
شہیدوں کے سر اور تمام اسیرانِ اہلبیت کوفے میں داخل ہوئے تو تمام شہروا لے بے قرار ہو
کر دیکھنے کو دوڑے اور سرہائے شہیدوں کو دیکھ کر رونے لگے۔ سینہ پٹنے لگے۔ امام زین
العابدین نے جب یہ حال ملاحظہ فرمایا تو اُن رونے والوں سے کہا کہ تم تو شہداء کے غم میں

رونے والے ہو ذرا یہ تو بتاؤ وہ کون لوگ ہیں جن ظالموں نے مصطفیٰ کے لعلوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے اور ان پر پانی بند کیا اور تین دن کا بھوکا پیاسا بڑی بے دردی کے ساتھ میدان کربلا میں شہید کر دیا۔ یہ سن کر سب رونے والے ندامت کے دریا میں غوطہ زن ہوئے۔ اس سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ ہر رونے والا سچا نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ظالم اپنا ظلم چھپانے کے مظلوموں کا حامی بن جاتا ہے اور بظاہر روتا ہے۔ غمزہ صورت بناتا ہے سینہ کو بی کرتا ہے۔ صرف ماتم ہوتا ہے لیکن سب فریب ہوتا ہے۔ دیکھو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے خود یوسف علیہ السلام پر ظلم و ستم کیا اور ان کو رسیوں سے باندھ کر کنویں میں ڈالا اور ایک بکرے کو ذبح کر کے اس کے خون میں یوسف علیہ السلام کا کرتا رنگا اور نہایت غمگین صورت بنا کر تمام شہر کنعان کی گلیوں میں روتے ہوئے اور دھاڑیں مارتے ہوئے۔ بعد نماز عشا کے زار و قطار آنسو بہاتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور رو رو کر چکھنے لگے کہ ابا جان ہم لٹ گئے ہم برباد ہو گئے کہ ہم جنگل میں سیر و شکار میں مشغول تھے اور یوسف علیہ السلام ہمارے سامان کے پاس بیٹھے تھے کہ جنگل سے ایک ظالم بھیڑیا آیا اور یوسف علیہ السلام کو کھا گیا اور یوسف علیہ السلام کا کرتا بھی لے کر آئے ہیں۔ اب بھی ہر سال ماہ محرم میں ایسا ہوتا ہے کہ شوق خون سے چادر کو رنگ لیا جاتا ہے اور بظاہر بڑے رنج و غم کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ ہر رونے والا سچا نہیں ہوتا۔ جھوٹا بھی ہوتا ہے۔ اللہ ایسے مکار رونے والوں کے مکر سے مسلمانوں کو بچائے۔ فاطمہ کے لعلوں کے غم میں رونا منع نہیں بلکہ دکھاوے کا رونا منع ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو حسین کا سچا غم اور سچی محبت عطا فرمائے۔ آمین جب اسیرانِ اہلبیت کو تمام کوفے شہر میں گشت کرا کے دربار کے قریب پہنچے۔

سر دربار پہنچا قافلہ جس دم اسیروں کا

وہاں مجمع تھا کوفے کے غریبوں اور امیروں کا

ہزاروں شہر کے پیرو جواں حاضر وہاں پر تھے

جفاء و ظلم کے بانی ستمگر سب جہاں پر تھے

عبید اللہ بولا شمر اور خولی یہاں آؤ

حسین ابن علی کے سر کو مرے سامنے لاؤ

حمید و شمر و خولی سر کو لائے طشت میں رکھ کر
عبداللہ نے نخوت سے پھیرا ساتھ ڈاڑھی پر

چھڑی چھوٹی تھی اک سیب کی دستِ ستم گر میں
چھو کے اس سے دیتا تھا لب دندان سرور میں

سر انور سے تھا ماٹل بہ گستاخی عبداللہ
نمائش کر رہا تھا ظلم پیہم کی عبداللہ

تھے اہل بزم میں کچھ لوگ خوش کچھ لوگ تھے برہم
اٹھے یکبار مجمع سے جناب زید بن ارقم

نہایت تلخ لہجہ سے کہا اے ابنِ مرجانا
تجھے اس فعل بد پر چاہیے عزت سے مرجانا

یہ وہ سر ہے کہ جو سردار ہے ہر اہل جنت کا
یہ وہ سر ہے جو ہے محبوب سلطان رسالت کا

تو ہونٹوں پہ اے ظالم چھڑی کو اپنی رکھتا ہے
انہیں ہونٹوں کو اے ظالم حبیبِ حق نے چوما ہے

عذابِ حشر سے قہرِ خداوندی سے ڈر ناری
لب و دندان حضرت کو نہ یوں مضروب کر ناری

سنے فقرے یہ جب ابنِ زیاد کینہ پرور نے
کہا زید ابنِ ارقم سے بہ قہر و غیض خود سرنے

خدا تجھ کو رلائے اے معمر عقل کے دشمن
نہ ہوتا بے خرد گر تو اڑا دیتا تری گردن

نکل جا پیر لا عقل ابھی دربار سے میرے
وگرنہ جسم پر درے لگائے جائیں گے ترے

ابن زیاد بد نہاد کی ذلالت

جب دربار ابن زیاد میں تمام شہداء کے سر اور نام پیش کیے گئے اور امام عالی مقام کے سر انور کو ایک طشت میں رکھ کر شمر اور خولی نے جلاد ابن زیاد کے سامنے رکھا تو ابن زیاد مردود کے ہاں ایک سیب کی چھڑی جس کو بار بار تکبر اور غرور کے انداز میں سرکار کے لبوں کو چھو کے دیتا تھا اور یہ کہتا جاتا کہ یہ وہ ہی لب ہیں جو یزید کی بیعت کا انکار کرتے تھے۔ ابن زیاد کی اس حرکت پر بہت لوگ خوش بھی تھے اور بہت سے برہم بھی تھے۔ یکا یک مجمع سے زید بن ارقم کھڑے ہوئے اور نہایت غصے ہو کر فرمایا کہ اے ابن زیاد تو جن ہونٹوں کو چھڑی سے ضرب لگاتا ہے۔ اے ظالم یہ وہ لب ہیں جن کو مصطفیٰ محبوب کبریا چوما کرتے تھے اور تو ان لبوں پر چھڑی مارتا ہے۔ خدا کے غضب سے ڈر محشر کا دل میں خوف کر تیرے سامنے طشت میں جو سر ہے جو تمام اہل جنت کا سردار ہے۔ یہ وہ سر ہے جس کی پیشانی بوسہ گاہ مصطفیٰ ﷺ ہے ابن زیاد زید بن ارقم کی یہ باتیں سن کھ جھلا گیا اور غضبناک ہو کر زید بن ارقم سے کہنے لگا کہ اے بوڑھے اگر تری عقل خراب نہ ہوتی تو تیری گردن مار دی جاتی۔ نکل جا دربار سے رنہ ابھی ترے جسم پر درے پڑیں گے۔

نکل کر زید نے فی الفوز ہی قصر حکومت سے
وہیں تقریر فرمائی نہایت شان و شوکت سے

کہا اے کوئیوٹف ہے تمہاری بے حیائی پر
اُتر آئے اہلبیت سے جنگ آزمائی پر

کرایا قتل آلِ فاطمہؑ کو تم نے غربت میں
جواب اس کا خدا کو دو گے کیا جا کر قیامت میں

کیا ہے ابن مرجانا کو حاکم منتخب تم نے
لیا ہے قہر حق کو اپنے سر پہ بے سبب تم نے

عبید اللہ قاتل ہے محمد (ﷺ) کے نواسوں کا
کرایا قتل اُس نے کربلا میں بھوکے پیاسوں کا

کیا ظلم و ستم اُس نے علیؑ کے نونہالوں پر
چلائے تیغ و خنجر بے خطا زہراؑ کے لعلوں پر

کہے گی کیا تمہیں اے کوئیو دنیا قیامت تک
رہو گے بالیقین دنیا میں تم رسوا قیامت تک

کوئیوں کو پسینہ آ گیا

حضرت زید بن ارقم کی یہ تقریر سن کر کوئیوں کو پسینہ آ گیا۔ اور مارے ندامت کے کوئی بھی اپنی گردن نہ اٹھا سکا اور سب کے سب وہاں سے نادم ہو کر منتشر ہو گئے۔ ادھر زید بن ارقم نے تقریر کی اور کوئیوں کو عذاب الہی سے ڈرایا۔ ادھر دربار میں اسیرانِ اہلبیت حاضر ہوئیں تو جلاد ابن زیاد نے حضرت زینب کو بڑے غور سے دیکھا اور لوگوں سے معلوم کیا کہ یہ عورت کون ہے۔ اہل دربار میں سے کسی نے آہ بھر کر کہا کہ یہ فاطمہ زہرا کی لاڈلی دختر ہے، رسول اکرم ﷺ کی نورِ نظر ہے۔ مولا علی کی نورِ عین ہے۔ یہ سن کر ابن زیاد نے حضرت زینب سے بڑے سخت لہجہ میں مخاطب ہوا کہ اے زینب آج ہم اس فتح پر کیوں نہ خدا کا شکر کریں اور کیوں نہ خوشیاں منائیں کہ اللہ نے حکومت کے باغیوں کو رسوا کر دیا در بدر پھرایا۔ امیرِ شام کی مخالفت کا مزہ چکھایا۔ حضرت زینب نے فرمایا کہ خداوندِ قدوس کا ہم پر بڑا احسان ہے جس نے ہمیں اولادِ پیغمبر بنایا۔ ہمارے نانا کو تمام خدائی کا ہادی بنایا۔ یہ دنیا چند روزہ ہے اس کی ذلت و رسوائی بھی چند روزہ ہے۔ وہ دن آنے والا ہے کہ خدا کے سامنے تو بھی گرفتار ہو کر پیش ہوگا اور بھرے محشر میں تری رسوائی ہوگی۔ ابن زیاد نے جواب دیا کہ اے زینب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ترے خاندان والے سب رسوا ہوئے اور ان کی زندگی کے لالے پڑے اور سب ذلت کے ساتھ قتل کیے گئے۔

سُن کے یہ طعنہ زنی بے دین کی
چوٹ کاری دل پہ زینب کے گلے

چیخ نکلی منہ سے برجستہ وہیں
ہل گئی جس سے کہ کونے کی زمیں

اشک آنکھوں سے ہوئے اُن کی رواں
بندھ گئیں بس روتے روتے ہچکیاں

پھر کہا رو کر کہ اے ابنِ زیاد
ترے دل میں اب بھی ہے نارِ فساد

اے شکر مرے ماں جائے حسین
ہیں صیبِ خیریا کے نورِ عین

تو نے اس دنیا کی خاطر بے حیا
قتلِ فرزندِ پیمبر کو کیا

سن کے یہ بے دین کے لبِ سل گئے
دیکھنے والوں کے بھی دل ہل گئے

سیدہ زینب کے خطبہ سے سناٹا

حضرت زینب کی ان درد بھری باتوں سے دربار میں سناٹا چھا گیا۔ لوگ ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے۔ بہت سوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بہت سوں پر سکتے کا سا عالم ہو گیا۔ ظالموں کو سخت ندامت کا سامنا ہوا۔ کیونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کلمات نہایت پر درد اور سورج کی طرح چمکتی ہوئی حقیقت کا اظہار تھا۔ سب درباریوں کی مارے شرم کے نگاہیں زمین کی طرف جھکی ہوئی ہیں۔

رہا کچھ دیر تو خاموش بے دیں ابنِ مرجانا
مگر انجام کو اپنے نہ مطلق اس نے پہچانا

یکا یک رخ بدل کر اس نے عابد پر نظر ڈالی
کہا تم کون ہو کیوں آئے ہو باس زبوں حالی

کہا عابد نے ہوں مظلوم وقفِ بیکل ہوں میں
مریضِ غمِ علی ابنِ حسین ابنِ علی ہوں میں

سنا جب نام عابد کا تو بولا طیش سے مردک
تجب ہے کہ زندہ ہے علی ابن حسین اب تک

نہایت غیض میں آ کر کہا عابد سے دوبارہ
خدا نے اے علی تجھ کو ابھی تک کیوں نہیں مارا

رہے خاموش جب عابد تو پھر بولا یہ جھنجلا کر
زباں کھولو جواب اس کا ابھی دو سامنے آ کر

کیا ارشاد عابد نے علی تھے اک مرے بھائی
شہید ان کو کیا لوگوں نے یوں ان کی قضا آئی

کہا ظالم نے ہنس کر مار ڈالا اس کو خالق نے
ہوئے خاموش پھر عابد کہا پھر ہنس کے فاسق نے

حضرت سجاد کی خاموشی اور ابن زید

تمہیں کیا ہو گیا ہے بولتے تم کیوں نہیں فوراً
مرے احکام پر کرتے نہیں خم کیوں جبیں فوراً

پڑھیں سجاد نے فی الفور دو آیات قرآنی
ہوا آیات سن کر بے حیا غرقِ پشیمانی

کہا غصے میں ہے واللہ یہ بھی نسلِ حیدر سے
کیا جائے اسے بھی قتل فوراً تیز خنجر سے

مصاحب سے کہا دیکھو یہ بالغ ہے کہ نابالغ
مری نے دیکھ کر فتویٰ دیا یہ ہو گیا بالغ

ستمگر نے کہا جلاد سے ہاں مار دو گردن
ہے یہ دشمن کا بیٹا بھی یزید شام کا دشمن

جب جلاد ابن زیاد نے امام زین العابدین کو قتل کرنے کا حکم دیا تو زین العابدین
نے ارشاد فرمایا کہ اے ابن زیاد اسیرانِ اہلبیت ^{مصطفیٰ} میں صرف میں ہی ایک مرد
ہوں اور خواتین حرم کا محرم ہوں اور تمام شہیدوں کے غم کے داغ مرے سینے میں ہیں۔

بہت غم رسیدہ ہوں یہ میں تجھ کو آگاہ کیے دیتا ہوں اگر تو نے مجھے بھی قتل کرادیا تو دنیا میں ہی تجھ پر قہر خدا نازل ہوگا۔ مگر اس ظلم و ستم کے خوگر نے ایک نہ سنی اور اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اتنے میں حضرت زینب بے قرار ہو کر آگے بڑھتی ہیں اور عابد کو اپنے سینے سے لگایا اور ابن زیاد سے کہا اے ظالم میں بھی زندگی سے بے زار ہوں مجھے عابد سے پہلے قتل کر۔ تجھے بالکل بھی رحم نہیں آتا نو نہالانِ مصطفیٰ میں صرف عابد ہی ایک بچے ہیں اور یہ بھی بیمار ہیں۔ تو محمد کا کلمہ پڑھتا ہے اور ان کی نسل کو ختم کرنے کے درپے ہے اور خداوند کریم تو نمازوں کے اندر حکم دے کہ مرے حبیب کی آل کی خیر مانگو اور تو خدا کے حبیب کی آل پر ظلم کرتا ہے۔ یہ الفاظ حضرت زینب کے درد میں ڈوبے ہوئے تھے کہ تمام سامعین چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ ابن زیاد بھی تھرا گیا اور جلاد سے کہا کہ عابد کو چھوڑ دو۔ اتنے میں اذان کی آواز آئی اور تمام درباری کوفے کی جامع مسجد میں جمع ہوئے۔ ابن زیاد منبر پر بیٹھتا ہے اور خطبہ بیان کرتا ہے۔ بعد حمد کے اس نے یزید امیر شام کی توصیف و ثناء اور اپنی ستائش کی اور سپاہ کوفہ اور سپاہ شام کی بہادری کی تعریف کی اور قیام و اکرم اور بہادری کے خطابات دیئے اور برسر منبر حضرت علی امیر المومنین کی شان میں نہایت گستاخانہ جملے استعمال کیے اور امام عالی مقام کو کذاب نے کذاب کہا۔ یکا یک مسجد کے ایک حصے میں برہمی پیدا ہوئی اور لوگ شور کرنے لگے اسی مجمع میں حضرت عبداللہ ازدی صحابی رسول بھی موجود تھے جن کی عمر تقریباً 90 نوے سال تھی اور آپ نابینا تھے محاذ جنگ صفین میں بھی اپنے بہادری اور جواں مردی کی دھوم مچا دی۔ دشمنوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ جنگِ جمل میں بھی حصہ لیا اور حضور اکرم ﷺ کے سچے جانثار تھے۔ شمع حسین امام عالی مقام کے پروانے تھے۔ امام عالی مقام پر جان و دل قربان تھے دل میں امام عالی مقام کی عظمت کا گھر تھا۔ عبید اللہ ابن زیاد کا مولائے کائنات فاتح خیر حیدر کرار جانشین احمد مختار اور امام عالی مقام کی برسر منبر گستاخی کرنا کیسے گوارا کر سکتے تھے اور مسجد میں دیگر لوگ بھی ایسے موجود تھے جو کہ امام عالی مقام کی عظمت کو اپنے ایمان کی زینت تصور کرتے تھے۔ میں سب کھڑے ہو گئے۔ انہیں میں حضرت عبداللہ ازدی بھی تھے کہ آپ بڑے جلال کے ساتھ اٹھے اور نہایت جوش بھری آواز میں کہا۔

انہوں نے اٹھ کے مجمع سے کہا اے ابن مرجانا
 غلط ہے اژدھام عام میں یہ تیرا ترانا
 خرابات جہاں میں تو وہ کاذب ابن کاذب ہے
 کنیزک زادہ و ابن سمیہ ابن خاذب ہے
 نہیں ہے یا خبر کذاب تو اپنی حقیقت سے
 تجھے مطابق کوئی مثبت نہیں نسلی شرافت سے
 امیر المومنین کہتا ہے جس کاذب کو تو ظالم
 ہے وہ بیدین فاسق بے حیا بے آبرو ظالم
 تجھے غیرت نہیں کرتا ہے باتیں عارفوں کی سی
 زمانے میں عیاں ہے تیری مکاری و ابلیسی
 کرایا قتل تو نے مصطفیٰ کے راحت جاں کو
 کیا فتنہ پیا ٹھکرا دیا احکام قرآن کو
 بھرے مجمع میں یہ سنتے ہی ظالم گفتگو ساری
 غضب کی آگ کے شعلوں سے سارا جل گیا تاری
 شمشیر نے دیا فوراً ہی پھر حکم گرفتاری
 کہا خدام سے لاؤ اسے بہ ذلت و خواری
 کہا ازدی نے یا مبرور یا مبرور چلا کر
 مگر جلاد نے زہر حراست لے لیا آکر
 عقیدت مند عبداللہ ازدی کے بھی گھبرائے
 چھڑا کر چھین کر ان کو نگہبانوں سے لے آئے
 جب حضرت عبداللہ کے عقیدت مند حضرت عبداللہ خدام ابن زیاد سے چھین کر گھر کے
 کیئے تو عبید اللہ ابن زیاد کو بہت طیش آیا اور اس نے فوجی دستے کو فوراً ان کی گرفتاری کے لیے
 روانہ کیا آخر کار حضرت عبداللہ کو گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے سامنے پیش کیا۔ ابن زیاد نے
 غضبناک ہو کر عبداللہ ازدی صحابی رسول ﷺ کو سزائے موت کا حکم دیا۔ اُس شیدائے امام

عالی مقام کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا۔ مگر ابھی جلاد ابن زیاد کی آتش غضب سرد نہ ہوئی اور اس نے حکم دیا کہ تمام سرہائے شہدا کو نیزوں پر بلند کر کے شہر میں گشت کیا جائے۔ تمام سروں کو نیزوں پر بلند کیا گیا اور کوفہ کی گلی کو چوں میں پھرایا گیا۔ اب اس سے آگے کا جو احوال ہے انشاء اللہ ہم حصہ دوم میں بیان کریں گے۔ یہ آئینہ کربلا کا حصہ اول جو فقیر نے تحریر فرمایا ہے جو حضرات اس کو پڑھیں اس سے عبرت حاصل کریں۔ اُن سے یہ فقیر و حقیر التجا کرتا ہے کہ اس کے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اہلبیت کے طفیل فقیر کی دلی تمنا پوری فرمائے اور آخرت میں اس داستان اہلبیت کو فقیر کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین۔ حضرات دوسرا حصہ ضرور ملاحظہ فرمائیے۔

دعائے مسلم

ابد تک یا الہ العلمین اے خالق برتر
 ہو بارش رحمتوں کی روح سلطان شہیدوں پر
 حسینؑ ابن علیؑ کا خالق کون و مکاں صدقہ
 امام، پاک کا اے کارساز انس و جاں صدقہ
 الہی واسطہ خون شہیدانِ محبت کا
 الہی واسطہ روح فداکارانِ ملت کا
 شہید کربلا کا واسطہ اے خالق اکبر
 امام دوسرا کا واسطہ اے خالق اکبر
 مسلمانانِ عالم کو عطا ہو ذوقِ قربانی
 دلوں میں سب مسلمانوں کے بھر دے نورِ ایمانی
 عطا ہو جذبہٴ شاہِ شہیداں ہر مسلمان کو
 مکمل ذوقِ ایماں مرحمت ہو اہلِ ایماں کو
 الہی حیدر کرار کی ہم میں شجاعت دے
 ہمیں ذوقِ جہادِ جرات شوقِ شہادت دے

وہی دینی حرارت دے پرستارانِ ملت کو
رہا کر قیدِ نامسلم سے ہر پابندِ اُمت کو

رہیں آزادِ مسلم تا ابد ایوانِ عالم میں
ہو جوشِ حریت پیدا مسلمانانِ عالم میں

الہی پھر وہی بزمِ جہاں میں دور آ جائے
کہ پرچمِ ہر طرفِ اسلام کا عالم میں لہرائے

اثرِ زائلِ جہاں سے دشمنِ ناکام کا کر دے
الہی بولِ بالاِ ملتِ اسلام کا کر دے

الہی متحد فرما دے پھر اُمت کا شیرازہ
روایاتِ سلف ہوں پھر ہماری ذات سے تازہ

الہی پھر زمانے میں مسلمان کی حکومت ہو
الہی خوابِ غفلت سے یہ پھر بیدارِ ملت ہو

نشانِ نصرت و اقبالِ ہر مسلم کا شاہد ہو
الہی دہر میں ہر نوجوانِ مسلم مجاہد ہو

الہی نورِ بھر دے پھر مسلمانوں کے سینوں میں
تڑپِ سجدوں کی پیدا کر الہی پھر جبینوں میں

الہی لاجِ اپنے مسلمِ ناکام کی رکھ لے
الہی دو جہاں میں آبروِ اسلام کی رکھ لے

الہی دورِ فاروقی ہو پھر اک بار دنیا میں
بلند ہر سمت ہو مسلم کی پھر تلوارِ دنیا میں

اڑے یارب جہاں میں نصرتِ اسلام کا جھنڈا
رہے اونچا ہمیشہ ملتِ اسلام کا جھنڈا

سلام

مہمانِ کربلا کو ہمارا سلام ہو
جانانِ مصطفیٰ کو ہمارا سلام ہو

وہ بھوک وہ پیاس وہ ذوقِ جہادِ عشق

سرچشمہٴ رضا کو ہمارا سلام ہو

خُر نے امامِ دین پہ قربان جان کی
اُس مردِ باوفا کو ہمارا سلام ہو

اکبر نے رن میں ہاشمی جوہر دکھا دیئے

ہم شکلِ مصطفیٰ کو ہمارا سلام ہو

لاکھوں درودِ منہی سی اصغر کی جان پر
معصوم بے خطا کو ہمارا سلام ہو

قاسم نے زیر کر لیا ارزق سا پہلوواں

اُس شیرِ کبریا کو ہمارا سلام ہو

زخموں سے چور چور ہیں عثمان بن علی

ہر زخم کی ضیا کو ہمارا سلام ہو

عباس نے فرات پر جا کر پیا نہ آب

اُس پیکرِ رضا کو ہمارا سلام ہو

بھائی بھتیجے بھانجے قرباں ہوئے پسر

ہر لعلِ بے بہا کو ہمارا سلام ہو

کہنے کو قرباں کر دیا اسلام کے لیے

زہرہ کے دل رُبا کو ہمارا سلام ہو

تیغوں کے سائے میں بھی عبادتِ خدا کی کی

سردارِ اولیا کو ہمارا سلام ہو

کر کے ادا دکھائی جہاں کو نمازِ عشق
 اُس عاشقِ خدا کو ہمارا سلام ہو
 تو نے نماز روک لی جاتی ہوئی حسین
 تری ہر اک ادا کو ہمارا سلام ہو
 خوں دے کے اپنا دین کو بخشی حیاتِ نو
 دلہندِ فاطمہ کو ہمارا سلام ہو
 سر دے کے اپنا کر دیا باطل کا سرنگوں
 فرزندِ مرتضیٰ کو ہمارا سلام ہو
 اُمت کے واسطے جو اٹھائی ہنسی خوشی
 اُس لذتِ جفا کو ہمارا سلام ہو
 ہو کر شہید قوم کو جینا سکھا گئے
 اُمت کے پیشوا کو ہمارا سلام ہو
 سالک کے ساتھ مل کے کہیں سب یہ بار بار
 کہ شاہِ کربلا کو ہمارا سلام ہو



باب نمبر 12

کربلا کو اس پہلو سے بھی دیکھئے

اب میں ایک اور انداز سے اس خطبہ واقعات کربلا یعنی ”آئینہ کربلا“ کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں تاکہ خوب ذہن نشین ہو جائے اور ہمارے علماء، آئمہ، واعظین اس سے بھرپور استفادہ کر سکیں نیز حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کے فیض سے ہماری ملت اور قوم کو نور کی نعمت نصیب ہو۔ (آمین)

یزید زیشت خو آمادہ بیداد تھا پیہم

خلافت کے نہ ملنے کا اُسے رہتا تھا غم ہر دم

سمجھتا تھا کہ بعد مرگ فرزند ابو سفیاں

رہے زندہ اگر سبط نبی (علیہ السلام) ابن شہر مرداں

حکومت شام کی ہرگز مجھے ملنے نہ پائے گی

حسن کے حق میں شرط عہد نامہ رنگ لائے گی

صلح نامے کی پڑھ رکھیں تھیں اُس نے ساری تحریریں

حسن کے قتل کی کرنے لگا دن رات تدبیریں

بشوق ملک و گیری و حکومت کلبیہ زادہ

ہوا قتل حسن پر دیدہ دانستہ آمادہ

بلائی ایک دلالہ جو تھی ابلیس کی خالہ

اُسے انعام و اکرام کے سانچے میں لا ڈھالا

دیا زہر ہلاہل اُس کو اور تاکید فرمائی

بخوبی کام یہ میرا جو تو دل سے بجا لائی

خزانے شام کے سب ڈال دوں گا ترے قدموں پر
حسن کو زہر یہ دے دے کسی تدبیر سے جا کر

جہان حسن میں عورت عجب نا فہم ہوتی ہے
خود اپنی آبرو اور گھر کی اپنے آن کھوتی ہے
آخر کار وہ عیار عورت مدینے میں آتی ہے اور جعدہ بنت اشعث کو اپنے دام فریب میں
گرفتار کر لیتی ہے اور زہراؑ کے لعل علیؑ کے نونہال کو بڑی چالاکی و عیاری کے ساتھ زہر دے دیا
اور اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لیا۔

پلایا زہر ناہنجار نے سبط پیغمبر کو
کیا واصل بحق سلطان دیں زہرا کے دلبر کو

غضب کا زہر تھا جس نے غضب تاثیر دکھلائی
نہ ہرگز اُس کی تدبیر علاج شاہ دیں آئی

جگر کٹ کر منہ کی راہ سے باہر نکلاتا تھا

خدا کا نور عرش اللہ سے باہر نکلاتا تھا

ہوئی محسوس بے چینی شہید عشق یزداں کو
نئے جلوے نظر آنے لگے نو شاہ خوباں کو

حسین ابن علی تشریف فرما تھے جو بائیں پر

ہوئے گویا کہ اے جان برادر مظہر سرور

یہ بے چینی ہے کیوں یہ اضطراب فرسا کیوں

یہ جوش نا شکیبائی پہ حسرت کرب افزا کیوں

مبارک ہو تمہیں تم مصطفیٰ کے پاس جاتے ہو

جناب فاطمہ و مرتضیٰ کے پاس جاتے ہو

خدیجہؑ اور زہراؑ بھی جہاں تشریف فرما ہیں

جہاں قاسم ہیں طاہر ہیں جہاں جعفر ہیں حمزہ ہیں

ملیکی بادشاہی آپ کو جاتے ہی جنت کی
یہ ساعت ہے بلا شک آپ کو بھائی مسرت کی

وہاں جاتے ہوئے اس درجہ حیرانی کا کیا باعث
میں قرباں کچھ تو کہیئے سوز پہنانی کا کیا باعث

حسن نے سُن کے یہ تقریر مان جائے سے فرمایا
جو منظر دیکھتا ہوں اُس نے میرا قلب گرمایا

کیا ارشاد اے جان برادر ماجرا یہ ہے
کہ میرے سامنے ہے اور منظر ماجرا یہ ہے

مرے پیش نظر اس وقت ایسا ایک صحرا ہے
کہ جس میں دشمنوں نے ہر طرف سے تم گھیرا ہے

کیا بے چین مجھ کو بھائی اس خونخوار منظر نے
وہ ہو کر ہی رہے گا جو لکھا ہے رب اکبر نے

خدا کو سونپتا ہوں تم کو ثابت قدم رہنا
مصائب جھیلنا صدے اٹھانا رنج و غم سہنا

خدا کے واسطے جینا خدا کے واسطے مرنا
پہرا مشکل مرے ماجائے تم شک خدا کرنا

جناب عائشہ سے عرض کرنا مری جانب سے
مجھے سرکار کے پہلو میں سونے کی رضا دیجئے

اجازت یہ اگر دربارِ صدیقہ سے ہو جائے
رکات وقت مدفن بھی نہ کوئی پیش گر آئے

تو پھر مجھ کو مرے نانا کے پہلو میں سلا دینا
مری میت کو ہجرے میں شہید والا کے جا دینا

یہ کہہ کر نعمتیں جو بھی وہ نانا جان سے پائیں
سُرد حضرت شاہ شہیداں شہ نے فرمائیں

کیا رخ سوئے قبلہ ہو گئے واصل بحق حضرت
 شہادت نے جبیں چومی ہوئی رخ پر فدا رحمت
 شہادت کی خبر سن کر زمانے کو اچنبا تھا
 ربیع الاول کی پانچویں تھی پنج شبہ تھا
 معاویہ کی رحلت ہوئی جب ساٹھ ہجری میں
 ہوئے مصروف شامی سلطنت کی خیر خواہی میں
 بٹھایا تخت پر سب نے یزید کینہ پرور کو
 سمجھتا تھا جو پہلے ہی سے دشمن آل حیدر کو
 یزید ناخلف کو مل گیا جب تخت سلطانی
 خلاف دین وہ کرنے لگا پھر اپنی من مانی
 سگے بھائی بہن کا عقد جائز کر دیا اُس نے
 زمین شام کو ظلم و ستم سے بھر دیا اُس نے
 رہا باقی نہ ذرہ بھر اُسے پاس مسلمانی
 گھلے بندوں بدلنے لگ گیا احکام قرآنی
 شراب و فسق جوئے کی تھی ہر جا گرم بازاری
 شریعت کے خلاف اُس نے کری ہر رسم بھی جاری
 مگر رہتا تھا اُس کے دل میں ہر جا گرم بازاری
 کہ تھا معلوم اُس کو حوصلہ سب ابن حیدر کا
 سمجھتا تھا مرے کردار بد پر سبط پیغمبر
 نکل آئیں گے وہ میدان میں سفید سپر ہو کر
 اس اندھے کو رکھ کر سامنے بد کار بد اختر
 اتر آیا حسین ابن علی کی وہ عداوت پر
 کیئے قاصد روانہ شام سے مکے مدینے کو
 لکھے فرماں کہ حاکم مان لیں سب اُس کینے کو

ابی سفیان کا پوتا مدینے میں گورنر تھا
بظاہر سخت ور پردو خلاف فتنہ و شر تھا

ولید اس نیک دل کا نام تھا عقبہ کا بیٹا تھا

سفر شام جب آیا تو یہ بستر پہ لیٹا تھا

الغرض ولید ابن عقبہ کو یزید کا حکم پہنچا کہ حسن ابن علی ابن عمر ابن زبیر اور جو شامی حکومت سے بیزار ہیں ان سے بہت جلد مری بیعت لی جائے جب عام نے خط سارا حال ملاحظہ فرمایا تو مشورے کے مروان کو بلایا اُس بے حیا نے یہ مشورہ دیا کہ ان تینوں کو جلد دربار میں طلب کرو غور فکر کا موقع نہ دو۔

کی مروان نے فوراً بلایا جائے تینوں کو

ملے موقع تدبیر کا نہ ان انجام بینوں کو

امام عالی مقام کے میں کچھ سوار کو ساتھ لے کر جانا اور یزید کا خط پڑھ کر بڑے جلال کے ساتھ اُس کی بیعت سے صاف انکار کر دینا مروان کا یہ سن کر غضبناک ہونا اور گورنر سے کہا کہ بلا بیعت کے اُن کو یہاں سے زندہ نہ جانے دو فوراً قتل کر دو اور اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو مروان بے حیا کی یہ بات سن کر مروان کی طرف جلال سے دیکھا اور فرمایا

حسین ابن علی نے ڈانٹ کر فی الفور فرمایا

غلط ہے قتل مجھ کو کرے مروان بے مایا

نہیں تنہا یہاں میں اے ولید عامل طیبہ

محافظ ہے مریا فا اللہ خیر حافظ والا

مکان سے کہہ کے یہ تشریف باہر آپ لے آئے

مگر امکان رہنے کے مدینے میں نہ اب پائیے

اور اسی بات کو تیزی و احتیاط سے ابن زبیر اور ابن عمر مدینہ چھوڑ کر مکے کو روانہ ہو گئے۔

مدینہ چھوڑ کر مکہ کی جانب بے قرار آئے

خدا کے گھر میں محبوب خدا کے جاٹار آئے

امام عالی مقام نے بھی مکے جانے کا ارادہ کر لیا اور اسی سفر کے لئے تیاری میں سارا

دن ختم ہو گیا۔

دربارِ مصطفیٰ ﷺ

مزارِ مصطفیٰ پر شام ہوتے ہی امام آئے
اجازت کی غرض سے آخری کرنے سلام آئے
کہا رو کر سلام اے تاجدارِ عالمِ امکاں
سلام اے سیدِ عالمِ سلام اے سرورِ ذی شام
سلام اے ہادئےِ اسلام اے محبوبِ ربانی
سلام اے صاحبِ لولاکِ نورِ ذاتِ یزدانی
ذرا دیکھو تو چہرے سے اٹھا کر گوشہِ داماں
ذرا دیکھو تو اہل بیت پر ہیں سختیاں کیا کیا
یزیدی دور ہے اسلام ہے سرکارِ خطرے میں
نواسہ آپ کا اس وقت ہے دشمن کے زغے میں
اُسے ضد ہے حسینؑ اُس کی اطاعت پر ہو آمادہ
مگر تو ہیں مذہب کیوں روار کھے نبی (ﷺ) زادہ
یزیدِ فاسق و فاجر مخالف ہے شریعت کا
نہیں احساس اُس کو احترامِ دین و ملت کا
شہِ عالم جو ہے کردارِ اُس فاسق و فاجر کا
تمہیں معلوم ہے سب حال اس ظالم و جابر کا
حقیقت اُس کی جو کچھ ہے وہ ہے سب آپ پر روشن
امیرِ شام ہے آقا مرے اسلام کا دشمن
میں قرباں اے مجھے ناز و نعم سے پالنے والے
مصائب آنے والے دم زدن میں ٹالنے والے

دہائی آپ کی اے داد رس اپنے نواسوں کے
 دہائی آپ کی اے آسرا بھوکے پیاسوں کے
 مدد اے التجائیں سے والے آلِ اطہر کی
 مدد اے آرزو بر لانے والے ہر گداگر کی
 جیب کبریا مشکل کشا ساری خدائی کے
 کہ دن آقا مرے اب آگئے تم سے جدائی کے
 مراقب ہو گئے یہ کہ کے فرزند رسول اللہ
 بشارت دی کہا آقا نے دلہند رسول اللہ
 طلب کی تھی تمہارے جد سے جو خالق نے قربانی
 مرے لخت جگر آنکھوں کی ٹھنک اے مرے جانی
 تمہیں پوری وہ قربانی اسمعیل کرنی ہے
 بہا کر اپنا خون اُس کی تمہیں تکمیل کرنی ہے
 تمہیں تو ہر گھڑی صبر و رضا سے کام لینا ہے
 تہہ شمشیر بھی رب جہاں کا نام لینا ہے
 نہ تم گھبرا کے بیٹا ظلم سے ہرگز گلہ کرنا
 مصیبت لاکھ آئے پیش تم شکر خدا کرنا
 رضا و صبر کی سرکار نے تلقین فرما کر
 کیا سجدے سے اے بیٹا تم اپنا اب اٹھاؤ سر
 امام دوسرا نے سن کر ارشاد رسول اللہ
 اٹھایا سر کو سجدے سے زباں سے کہہ کر بسم اللہ
 نگاہ یاس و حسرت سے درو دیوار کو دیکھا
 پچشم اشک افشاں سر قد سرکار کو دیکھا
 کری یہ التجا رو رو کے کہ اے رحمت عالم
 تمہارے پاک قدموں ہوں جس دم دور تانا ہم

ہماری بیکی درمانگی کی لاج رکھ لینا
 ہمیں نظروں میں اپنی صاحب معراج رکھ لینا
 کہیں پیدا نہ ہو جب تک ٹھکانا بے ٹھکانوں کا
 نہ ہو پُرساں کوئی جب تک ضعیفوں ناتوانوں کا
 بٹانے والے بن کر دوست جب بن جائیں بے گانے
 گذر جائیں ستم اور ظلم کے جب حد سے افسانے
 سپاہ شام جب محصور کر لے ہم غریبوں کو
 کہیں امن و آماں حاصل ہو جب عم نصیبوں کو
 ہوں خیمے جا کے اہل بیت کے جب نصب ریتی پر
 تصرف جب خزاں کو ہو بہار باغ گیتی پر
 نبی (ﷺ) زادے علیؑ زادے ہوں جب تلوار کی زد پر
 یزیدی ہنتے ہوں جب کشت گانِ حق کے مشہد پر
 ملحدوں کے ہاتھ سے جب قتل ہو لشکر نواسوں کا
 بیاباں میں لٹے جب قافلہ بھوکے پیاسوں کا
 تمہاری آل پر سرکار جس دم بند ہو پانی
 حسین تشنہ لب پر ہوتی ہو جب تیر بارانی
 ہوں خاتونان اہل بیت جب پابند نا محرم
 ہوں جب دشمن کے ہاتھوں پابجولاں عابد پُر غم
 پئے تسکین مرے سرکار تم اُس وقت آجانا
 سکون و صبر کی تلقین عملکیوں کو فرمانا
 گذارش کی لگا کر قبر نورانی کو سینے سے
 تمہارا لاڈلا جاتا ہے اب آقا مدینے سے
 مصیبت اس سے بڑھ کر اور وہ سکتی ہے کیا آقا
 کہ میں ہوتا ہوں جیتے جی مدینے سے جدا آقا

سلام اے اپنے مظلوموں کے وارث رحمت عالم
سلام اے بیکسوں کے دل کی ڈھارس شافع اعظم

بس اب اے قبلہ دیں مجھ کو جانے کی اجازت ہو

لب اطہر سے فرما دو حسین اب جاؤ رخصت ہو

شہد کربلا گئے پھر فاطمہ زہرا کے رونے پر

لیٹ کر قبر مادر سے کہا شہہ نے یہ رو رو کر

مجھے خون جگر اپنا پلا کر پالنے والی

مرے سر پر قبائے رحمت حق ڈالنے والی

اجازت لے کر نانا سے تمہارے پاس آیا ہوں

ودا کر دو مجھے تم یہ تمنا دل میں لایا ہوں

غرض ہر اک صحابی کے مزار پر جا کر

ہوئے رخصت شہید کربلا ہر اک مرقد سے رو رو کر

مدینے سے شہید کونین کا نور نظر نکلا

وطن سے بے وطن ہر کر وطن کا تاجور نکلا

امام عالی مقام مدینے شریف کے معظمہ تشریف لے گئے اور حرم میں سکونت اختیار کر

لی رفتہ رفتہ یہ خبر تمام بلاد عرب میں پھیل گئی کہ امام عالی مقام مدینے سے مکے چلے آئے

ہیں اور قیام پذیر ہیں۔

خبر ان واقعات خاص کی پہنچی کوفے میں

ہوا معلوم جب شاہ شہیداں بھی ہیں مکے میں

سلیمان کے مکاں پر مجلس شوریٰ ہوئی قائم

مجان علیؑ نے بے خیال لومة لائم

کیا یہ فیصلہ خط لکھیں ہم سبط پئممر کو

بلائیں کوفے میں بہر امامت ابن حیدر کو

حبیب ابن مظاہر او رفاعہ اور میثب نے
 مرتب خط کیئے شیعوں کے ہر طبقے کی جانب سے
 لکھا خط میں کہ ہم بیزار ہیں شامی حکومت سے
 ہمیں ہے ظن نعمان کی طرز سیاست سے
 ہیں شیدائی علیؑ ابن ابی طالب کے ہم شیعہ
 ہمارا سخت دشمن ہے یزید ابن معاویہ
 بجز سرکار کے ہم غیر کی بیعت سے قاصر ہیں
 حضور آئیں تو جان و مال سے ہم لوگ حاضر ہیں
 امام دوسرا کونے میں گر تشریف لے آئیں
 نو ہم نعمان سے کہ دیں یہاں سے وہ چلے جائیں
 مرتب ہو گیا مضمون خط جب صورت محضر
 کیئے دو معتمد قاصد سوئے مکہ اسے لے کر
 ابھی دو دن نہ گزرے تھے کہ پھر لوگوں میں جوش آیا
 لکھا پھر دوسرا خط پھر رواں قاصد کو فرمایا
 خطوں پر خط چلے آتے تھے خدمت میں شہد دیں کی
 رقم ہوتے تھے سب الفاظ عظمت میں شہد دیں کی

کونے والوں کے خط کی اصلی عبارت

بسم الله الرحمن الرحيم

الی حسین بن علی من شیعة ابیہ علی الامیر المعرمنین سلام علیک اما
 بعد فان ناس فنتطر منک ولا ارکھم فی غیرک العجل یا امن رسول الله
 العجل۔ (ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۱۰ مصری)

”یہ خط حسین ابن علی کے نام اور ان کے والد حضرت علی کے شیعوں طرف سے
 لکھا گیا ہے آپ پر سلامتی ہو۔ صورت یہ ہے کہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں

اور آپ کے سوا اور کے متعلق حق خیالات کی مطلقاً کوئی رائے نہیں رکھتے اے
فرزند رسول جلدی کیجئے جلدی کیجئے۔“

اہل بصرہ کے تخیلات

بصرے میں شیعہ تھے انہوں نے ماریہ کے مکان پر مجلس شورٹی قائم کی اُس میں ہر ایک
ذہم نے یہی رائے قائم کی کہ جس طرح ہو امام عالی مقام کو بصرے بلایا جائے اور امام عالی
مقام کے دست تقدس پر بیعت کی جائے بعض حضرات نے خط لکھنے کا بھی مشورہ دیا انہیں
مشیروں میں یزید ابن نبیط ایک باہمت صاحب دل تھا اس نے کہا کہ خط لکھنے کی بجائے ہم
خود امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہو کر جس طرح بھی ہو امام عالی مقام کو بصرے لائیں
یہ رائے سب کو پسند آئی اور مجبان علیؓ سے انہی کو یعنی یزید ابن نبیط کو اس کارِ عظیم کو انجام دینے
کے لیے مقرر فرما دیا یزید ابن نبیط کے اس کو بدل منظور کر لیا اور اپنے دو بیٹوں عبید اللہ اور
عبد اللہ کو اپنے ساتھ لے کر عازم مکے ہوئے اور چند روز میں مکے میں پہنچ کر امام عالی مقام
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام بصرے والوں کی عقیدت مندی سے امام عالی مقام کو
آگاہ کیا اور نہایت کے ساتھ عرض کیا کہ سرکار بصرے تشریف لے چلیں اور بصرے والوں کو
یزید شام کی گمراہ کن بیعت سے نجات دلائیں بصرے والے سب آپ کے منتظر ہیں اور
مشاق بیعت ہیں۔

ادھر کوفے سے رات دن خطوں پہ خط چلے آئے تھے امام دوسرا نے کوفے جانے کا
ارادہ کر لیا لیکن اس پر عمل کرنے کے لیے اپنے تمام صحابہ کو بلایا اور سب سے مشورہ کیا صحابہ
نے مشورہ دیا کہ حضور مکے سے باہر قدم نہ رکھیں آخر یہ فیصلہ ہوا کہ پہلے اپنا نمائندہ بھیج
کر کوفے کے حالات کا جائزہ لیا جائے اُس کے بعد کوفے جانے کے لیے غور فکر کیا جائے گا
امام عالی مقام نے اس رائے کو پسند فرمایا اور اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو اپنا نمائندہ بنا کر
کوفے روانہ کیا۔

نمائندہ بنے مسلم امام پاک طینت کے
چلے مکے سے کوفے جام پینے کو شہادت کے

یہ جب داخل ہوئے کوفے میں گھر گھر ایک شادی تھی
نکیم تاریخ تھی ذی الحجہ کی سن ساٹھ ہجری تھی

کیا اظہار ارباب حقیقت سے مسرت کا
ہوا سامان گھر گھر خیر سے مسلم کی دعوت کا
بکثرت نزد مسلم لوگ آئے شاماں ہو کر

امام دوسرا کو خط سنائے ترجمان ہو کر
ترقی رات دن ہونے لگی کوفہ مسلم کو نظر آئی
جماعت لڑنے مرنے کے لیے بھی مستعد پائی

لکھے حالات سب مسلم نے فرزند پیمبر کو
بلایا جانب کوفہ حسین آل اظہر کو

خلاصہ واقعی حالات کا تحریر فرمایا
نتیجہ اپنی تحقیقات کا تحریر فرمایا

الغرض کوفیوں کے بہم اصرار پر امام عالی مقام نے اپنے چچا زاد بھائی کو کوفے بھیج
دیا امام مسلم اپنے دو کمن بیٹوں کو ساتھ لے گئے تھے دونوں صاحبزادے محمد روابراہیم باپ کو
بہت پیارے تھے اس لیے انہیں بھی ساتھ لے لیا امام مسلم جب کوفے پہنچے تو آپ مختار بن
عبید کے مکان پر قیام فرمایا کوفیوں نے بڑی عقیدت مندی کا اظہار کیا اور پہلے ہی دن بارہ
ہزار نے مسلم کے ہاتھ پر امام عالی مقام سے بیعت کی حضرت مسلم نے امام دوسرا کی خدمت
میں تمام حالات مقرر فرمادیئے اور لکھا کہ آپ جلدی سے جلدی تشریف لے آئیں۔

جلاد ابن زیاد کی پہلی عیاری یہ کہ کوفے میں حجاج کا لباس پہن کر آنا۔

دوسری عیاری یہ کہ منہ پر نقاب ڈال کر دارالامارت تک جانا۔

تیسری عیاری یہ کہ کوفے بڑے بڑے لوگوں کو گرفتار کر کے نظر بند کر دینا۔

ان حالات کے پیش نظر امام مسلم نے نعرہ تکبیر لگایا۔

صدائے نعرہ تکبیر سے لشکر امنڈ آیا

سر مسلم یہ ہر جانب سے تلوار روکا تھا سایا

کیا مسلم نے فوجی شان سے آراستہ لشکر
 عمائد کو کیا معمور ہر سو سو کے دستہ پر
 کس ذی حوصلہ کو مینہ کی افسری بخشی
 کسی کو میسرہ کی مرحمت فرمائی سالاری
 یہ لشکر یا علیؑ کہ کر بڑھا دارالامارت میں
 عبید اللہ جا کر چھپ گیا قصر حکومت میں
 لیا چاروں طرف سے گھیر اُس دارالامارت کو
 کیا مسلم سے لڑنے کی ہمیں آقا اجازت ہو

عبید اللہ کی چوتھی عیاری یہ کہ جو اس نے کونے کے بڑے بڑے چودھری گرفتار کر
 رکھے تھے ان سے کہا کہ تم دارالامات کی سبیل پر چڑھ کر حکومت کے جو مخالف ہیں انہیں
 ڈراؤ اور انہیں مسلم کا ساتھ چھوڑنے پر مجبور کرو ورنہ میں تمہیں بڑے سخت عذاب کے ساتھ
 قتل کروں اور تمہارے بچوں اور گھروں کو بھی برباد کرادو گا جلا دابن زیاد کی یہ عیاری چل گئی۔
 عبید اللہ کے احکام کی تعمیل کی سب نے
 کیا یہ کام مل کر اہل ملت اہل مذہب نے

کہ جو دور ہو جائے گا مسلم کی اطاعت سے
 وہ منہ مانگا ہر اک انعام پائے گا حکومت سے
 کرے گا جو اطاعت آج احکام حکومت کی
 اسے جاگیر دی جائے گی بیش از بیش قیمت کی
 الغرض یزیدی انعام اور یزیدی خوف نے دنیا کے کتوں پر اثر کا جال پھیلا دیا اور وہ
 سب مسلم کا ساتھ چھوڑ جانے لگے۔

وہ کوئی حضرت مسلم کے جواب تک فدائی تھے
 جو اب تک صبح سے آمادہ جنگ آزمائی تھے
 کہا جو عہد مسلم سے تھے وہ سب توڑ کر بھاگے
 سر میدان مسلم کو اکیلا چھوڑ کر بھاگے

شکستہ عہد کر کے ہو گئے روپوش میداں سے
ہوئے محروم کوئی اپنے ہاتھوں نورِ ایماں سے

غلط سب دعویٰ اہل وفا معلوم ہوتے تھے
مسلمان دشمن اہل عبا معلوم ہوتے تھے
الغرض ظہر کے وقت تک امام مسلم کے ساتھ صرف پانچ سورہ گے اور مسجد میں جاتے
جاتے تھے اور نماز کے سلام پھیرنے کے بعد مسلم بالکل تنہا رہ گئے اب اپنی تنہائی پر افسوس
کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھائی کی آغوشِ رحمت سے نکل کر دشمنوں کے جال میں پھنس گئے
مرضی مولا۔

یکایک کوئیوں نے ساتھ یوں مسلم کا جب چھوڑا
قسم کھا کر کیا تھا جو وہ سب عہد وفا توڑا

کیئے مسلم کی خاطر سب نے اپنے بند دروازے
لگے مسلم کی تنہائی پہ پھر وہ کس نے آوازے

فقط تنہا تھے مسلم اب نہ کوئی یار تھا باقی
سوا رب کے نہ کوئی اور اب غمخوار تھا باقی

نہ کوئی مستقر تھا اب نہ کوئی اور منزل تھی
سب سے تشنگی کے قوت رفتار زائل تھی

زباں تھی خشک جوش تشنگی تھا آپ پر غالب
صدائے ہر نفس تھی قطرہ ہائے آب کی طالب

پھر آخر آپ نے اک گھر پہ جا کے مانگا جو پانی
پیاسا ہوں خدا کے واسطے تھوڑا سا دو پانی

یہ گھر طوعہ کا تھا جو تھی بنی کندہ کی اک عورت
شریف و نیک سیرت باہمیت صاحب عزت

یکایک گھر سے یہ خاتون با عزت نکل آئی
جو دیکھا سامنے مسلم کو پوچھا کون ہو بھائی

پلایا پانی لاکے جام طوعہ نے محبت سے
پتہ پوچھا نسب پوچھا بڑے ہی پیار و شفقت سے

تمہارا نام کیا ہے گھر کہاں ہے کیوں پریشاں ہو
یہیں کی ہے سکونت یا کسی کے گھر میں مہماں ہو

کہا مسلم نے مسلم ہوں ابو طالب کا پوتا ہوں
تو جن کا کلمہ پڑھتی ہے اُن کا ہی نواسہ ہوں

محمد (ﷺ) کا نواسہ ہوں علی کے بھائی کا بیٹا
میں زہرا کا بھتیجا ہوں مگر تقدیر کا بیٹا

بلا کر مجھ کو کوفہ میں دعا دی اہل کوفہ نے
محبت خاک میں ساری ملا دی اہل کوفہ نے

مجان علیؑ کا دم یہ سارے بھرنے والے ہیں
فقط دعویٰ محبت کا زباں سے کرنے والے ہیں

بظاہر تو نبی (ﷺ) کی آل کے بنتے ہیں شیدائی
مگر دل میں کدورت ان کے میں نے سر بسر پائی

ہوا طوعہ کو جب معلوم یہ ہیں حضرت مسلم
ہوئی غمگین دیکھی غور سے پھر صورت مسلم

نظر مسلم کی صورت میں نور نبی (ﷺ) آیا
کہا خوش ہو کے دل میں میں نے دل کا مدعا پایا

با اخلاق و تواضع گھر کے اندر آپ کو لائی
اقامت اپنے اک سمت تنہائی میں فرمائی

کہا طوعہ نے باندی ہوں میں زہرا کے گھرانے کی
غلامی اُن کے گھر کی ہے شہنشاہی زمانے کی

ہوئی مصروف طوعہ دل سے پھر مسلم کی خدمت میں
فنا وہ ہو گئی سو جان سے اُن کی محبت میں

مگر بیٹا ہلال اُس نیک عورت کا سپاہی تھا
 وفاداروں میں تھا وہ خاص کر خدام شاہی تھا
 ہوئی جب دوسرے دن ختم ہنگامہ آرائی
 سکوں کی لہر سارے شہر میں ہر سو نظر آئی

یکا یک سارے کونے میں ہوا اعلان سرکاری
 کہک جلدی سے عمل میں آئے مسلم کی گرفتاری
 گرفتاری ہو مسلم کی کی انعام کا وعدہ
 گرفتاری پہ مسلم کی ہوا ہر شخص آمادہ

ہلال ناخلف نے دی خبر اہل حکومت کو
 مری ماں نے امان دی ہے امام پاک طینت کو
 عبید اللہ نے مظلوم مسلم کا پتہ پا کر
 کیا فوراً مرتب فوجیوں کا اس نے اک لشکر

محمد ابن اشعث کو کیا سالار لشکر کا
 یہ دستہ فوج کا گنتی میں تھا دو سو تیستر (۲۷۳) کا

بڑھے خنجر بکف تیغ آزمائی کے لیے دشمن
 چلے تیر و سناں لے کر لڑائی کے لیے دشمن

یہ لشکر گھر پہ طوعہ کے یکا یک آگیا چڑھ کر
 سنا مسلم نے جب غوغا اٹھایا ہاتھ میں خنجر

مکان طوعہ سے نکلے کہی تکبیر مسلم نے
 رضائے حق کی خاطر کھنچ لی شمشیر مسلم نے

مثال شیر جھپٹے کوفیوں پر حضرت مسلم
 روانہ کر دیئے دوزخ کو ایک پل میں کئی ظالم

سر میدان عجب جوش جہاد مرد میدان تھا
 جلال ہاشمی زورِ الہی نمایاں تھا

بڑھا خنجر بکف جب یہ برادر رادہ حیدر
مقابل چند ساعت بھی نہ ٹھہری فوج غارت گر

ہزیمت خواہ کوئی گھس گے اندر مکانوں کے
کیے اُن بزدلوں نے کا چھپ چھپ کر زنانوں کے

چھتوں پر چڑھ کے ہم سنگ یاری تیر باری کی
نکالی یہ نئی تدبیر جنگ اضطراری کی

مسلل زخم کھا کر دل کو جب رنج و قلق پہنچا
تڑپ کر جست کی چھت پر زمیں سے شیر حق پہنچا

صدا اللہ اکبر کی لب شمشیر سے نکلی
دعائے فتح و نصرت نعرہ تکبیر سے نکلی

سنان و تیغ سے ٹکڑے اڑاے نامرادوں کے
دکھایا جوش حق چھکے چھڑائے بد نہادوں کے

کوئی دم میں فنا ہونے کو تھے یہ سارے چھت والے
محمد ابن اشعث نے کہا او حق کے متوالے

خدا را بند لڑنا کیجئے دے دی امان ہم نے
خود اپنی بے بسی تسلیم کر لی مہرباں ہم نے

نہیں لڑنے کی ہمت آپ سے اس کوئی لشکر کو
خدا کے واسطے اب روک لیجے اپنے خنجر کو

بنی ہاشم سے لڑ سکتا ہے کوئی کس کی ہمت ہے
ازل سے آپ کی ہمت پہ قرباں فتح و نصرت ہے

ذرا دم لیجئے چھت سے اتر کر آئے حضرت
میں خادم ہوں ذرا مجھ پر کرم فرمائے حضرت

چنانچہ محمد بن اشعث نے نہایت ہی منت سماجت سے امام مسلم سے کہا امام مسلم نے کہا
کہ تو مجھے دھوکہ دیتا ہے میں تیری باتوں میں نہ آؤں گا جب امام یہ بات ذرا سخت لہجہ میں کہی

تو محمد بن اشعث نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ میں حضور کو دھوکہ نہ دوں گا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جلا دہن زیاد کینہ پرور ہے اگر اُس نے کوئی مرے فیصلے کے خلاف قدم اٹھایا تو مری تلوار اُس کا صفایا کر دے گی حضرت مسلم کو محمد ابن اشعث کی قسم پر یقین آ گیا اور آپ چھت سے نیچے اتر آئے اور ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے تو زخموں کی وجہ سے آپ پر غشی طاری ہو گئی تو اُس نے مسلم کو حراست میں لے لیا اور آپ کی تلوار بھی لے لی جب آپ کو ہوش آیا تو خود کو کوفیوں میں محصور پایا اور اپنی تلوار بھی غائب پائی تو آپ نے ابن اشعث سے کہا کہ تو نے مرے ساتھ دھوکہ کیا مجھے قید اور مری تلوار بھی لے لی مجھے عبید اللہ تک بیکار لئے جاتا ہے وہاں جا کر کیا ہوگا فاطمی شیر کبھی باطل کے سرخم نہ کرے گا تو مری تلوار مجھے دے دے۔

نہیں کچھ ابن اشعث نے کہ سرکار اندیشہ

کر گیا کیا بھلا ابن زیاد معصیت پیشہ

جواں مردوں کو ہوتی ہے کہیں تلوار کی حاجت

بنی ہاشم کے شیروں کو نہیں تلوار کی حاجت

جواب ابن اشعث پر ہوئی مسلم کو حیرانی

رواں ہونے لگا چشمِ عتاب آلودہ سے پانی

محمد ابن اشعث نے کہا مسلم سے یہ ہنس کر

ہے رونے کا سبب کیا اے برا در زادہ حیدر

کہا مسلم نے میں روتا نہیں رونا اس کا ہے

کہ ابن مرتضیٰ کو میں نے خط لکھ کر بلایا ہے

چلا دنیا سے میں کعبے سے اب چلنے والے ہیں

یہ رونا ہے کہ احکام قضا کب ٹلنے والے ہیں

مرے باعث علیؑ کے لعل پر ظلم و ستم ہوگا

بتا اب اُس سے بڑھ کر اور بھی کیا کوئی غم ہوگا

مجھے آتا ہے رونا اُس قیامت خیز منظر پر

مصیبت آئے گی مری بدولت آلِ اطہر پر

ابن اشعث نے امام مسلم کی دل جوئی کرتے ہوئے نہایت غمگین ہو کر کہا کہ آپ ہر اسماں کیوں ہوتے ہیں ہم آپ کو اب کسی قسم کی کوئی ایذا نہ دیں گے ابن اشعث جو مجسم فریب کا پتلہ بنا ہوا تھا نہایت ہی عیاری سے کام لیتا ہوا راستہ طے کر رہا تھا کیونکہ اُسے خوف تھا کہ میں نے ذرا بھی ایسے الفاظ کہے جن سے دشمنی کا شائبہ ہو کیونکہ وہ خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ مسلم کو یہ زنجیریں نہیں روک سکتی الغرض یہ فریب کی بات کرتا ہوا آپ کو اپنے ہمراہ لے جا رہا تھا اور ہر طرح آپ کی دلجوئی کرتا جاتا تھا او کہتا کہ اگر کوئی بات خطرہ کی ہوئی اور عبید اللہ جو رسم پر اتر آیا تو ہم۔

لکھیں گے ہم مفصل حال نوشاہ امامت کو

یہاں آنے نہ دیں گے نو نہالان نبوت کو

فریب گفتگو جاری رہا ارباب حکومت تک

لگائے انہیں باتوں یہ دارالامارت تک

بالآخر آپ دربار عبید اللہ میں پہنچے

شہادت کی تمنا تھی شہادت گاہ میں پہنچے

سلام اصلاً نہ مسلم نے کیا مغرور عامل کو

نہ سمجھا آپ نے مسلم مسلمانوں کے قاتل کو

عبید اللہ نے مسلم کو چشم قہر سے دیکھا

علیحدہ آپ کو رسم و رواج دہر سے دیکھا

جلالت روئے مسلم سے علی الاعلان ظاہر تھی

سکون و صبر و تسلیم و رضا کی شان ظاہر تھی

عبید اللہ بولا تم کو اب قتل کر دوں گا

کہا مسلم نے میں راہ خدا میں اپنا سر دوں گا

عبید اللہ بولا تم مخالف ہو حکومت کے

کہا مسلم نے ہم تابع ہیں اسلامی شریعت کے

کہا مغرور نے تم ہو یزید شام کے دشمن
 کہا مسلم نے ہم ہیں دشمن اسلام کے دشمن
 کہا عامل نے اب ہو جائے مرنے کو آمادہ
 کہا مسلم نے مدت سے شہادت کا ہوں دلدادہ
 کہا عامل نے کچھ پرواہ نہ کی تم نے حکومت کی
 کہا مسلم نے توہین تم نے دین و ملت کی
 کہا عامل نے تم نے بادہ نوشی کی مدینے میں
 کہا مسلم نے ہے نارِ جہنم تیرے سینے میں
 مجھے سے نوش کہتا ہے کینے فاسق و فاجر
 تھا کل تک خاندان ترا شراب و خمر کا تاجر
 ہمیں دیتا ہے الزام بغاوت اے ستم پیشہ
 ہمیں تجھے نہ تیرے جور سے کچھ بھی اندیشہ
 یہ سن کر جل گیا عامل اٹھایا ہاتھ میں خنجر
 کہا جلاد سے فوراً کرے مسلم کو قتل آ کر
 سنا ہر دوش تصویرِ ہلاکت سامنے آئی
 شہادت لے کے پیغامِ شہادت سامنے آئی

روایت ہے کہ وقتِ رخصت

مسلم نے طوعہ کو وصیت کی تھی کہ مرے دونوں فرزندوں کو شہرِ قاضی کے ہاں پہنچا دینا طوعہ
 نے امام مسلم کی وصیت کے مطابق حضرت مسلم کے دونوں فرزندوں کو شہرِ قاضی کے ہاں پہنچا دیا ادھر
 امام مسلم عبید اللہ سے کہتے ہیں کہ اے ستم پرور آخری میری ایک التجا ہے اسے مان لے اور وہ یہ
 ہے کہ مجھے اتنی مہلت سے کہ میں عمرو بن سعد سے کچھ باتیں کر لوں عبید اللہ نے اس بات کو منظور
 کر لیا اور مظلوم مسلم کو عمرو سے بات کرنے کی اجازت دے دی جب امام مسلم کو عمرو بن سعد سے
 بات کرنے کی اجازت مل گئی تو آپ نے عمرو بن سعد سے چشمِ پرُنم ہو کر اس طرح فرمایا۔

عمرو سے حضرت مسلم نے یہ رو کر فرمایا
حسینؑ ابن علیؑ کو میں نے خط لکھ کر ہے بلوایا

انہیں تم کو فیوں کی بے وفائی کی خبر کرنا
نہیں ہرگز مناسب ان کو کوفے کا سفر کرنا

خبر دینا انہیں بہر خدا مری شہادت کی
مفصل کیفیت لکھنا عبید اللہ کی نیت کی

ہیں مجھ پر قرض اک اہل شرف کے سات سو درہم
ادا کرنا انہیں مری طرف سے اے مرے ہدم

ہیں دشمن سے مخاطب پاک طینت ایسے ہوتے ہیں
عدو سے صاف ہیں معصوم فطرت ایسے ہوتے ہیں

ان تمام باتوں کے بعد آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے ابن زیاد سے کہا کہ تم اب کام
کرو یہ کہ کر آپ رو قبلہ ہو گئے آنکھیں بند کر لیں یاد الہی میں مصروف ہو گئے اتنے میں بکر بن
حمران نے آپ کی گردن پر تلوار کا وار کیا اور سرتن سر زمین نورانی کو نورانی تن جدا کر دیا
حضرت مسلم کو بے دردی کے ساتھ قتل ہوتے دیکھ کر لوگ رونے لگے۔

مچ گیا کھرام اک دربار میں
زلزلہ آیا در و دیوار میں

رو رہے ہیں بہت سے پیرو جواں
بندھ گئی ہیں روتے روتے ہچکیاں

امام مسلم کی شہادت

عظمتوں کی زمین کوفے پر پہلی لکیر ہے مسلم کی شہادت کے بعد جب جلا د ابن زیاد کو
معلوم ہوا کہ مسلم کے دو فرزند محمد اور ابراہیم بھی کوفے میں موجود ہیں تو ظالم نے فوراً ان کی
گرفتاری کا حکم جاری کر دیا اور انعام بھی مقرر فرمایا۔

مسلم کی شہادت پر قاضی کارونا اور لڑکوں کا پوچھنا کہ والد شہید ہو گئے قاضی کا جواب دینا۔

شہادت محمد اور ابراہیم فرزندان مسلم

شہر قاضی کا اپنے بیٹے اسد کو مسلم کے فرزند کو مدینے قافلے میں چھوڑنے کے لیے بھیجا۔ قافلے کا ہاتھ نہ آنا اور دونوں واپس آ کر ایک چشمہ پر غمگین ہو کر بیٹھ جانا۔ پھر ایک لوٹھی کا ادھر پانی بھرنے کے لیے اور دونوں کو اپنے ہمراہ لے جانا۔ حادثہ کرات کو آنا اور دونوں بچوں کے رونے کی آواز سن کر بیدا ہو جانا۔ اور جس کمرے میں دونوں بچے سو رہے ان کا قتل توڑ کر بچوں کے اوپر ظلم و ستم کے

پہاڑ توڑنا۔

آیا حادثہ تو کہا تم ہی ہو مسلم کے پسر
کل تمہی نے مجھے حیران کیا چار پہر
خیر اب کل عوض آج لوں گا جی بھر
پھینک دی ہاتھ سے شمع ادھر تیغ ادھر

دست بیدار سے اک بھائی کا بازو کھینچا
دوسرے بھائی اک ہاتھ سے گیسو کھینچا

قتل خوف سے اٹھے نہ علی کے وہ پیارے

کھنچا اس طرح کہ پرزے ہوئے کرتے سارے

اس توقف پہ شکر نے طمانچے مارے

منہ بل گر پڑے یہ بڑج شرف کے تارے

یا حسین ابن علی اک نے بعد یاس کہا

دوسرے بھائی نے یا حضرت عباس کہا

لیکن ظالم حادثہ کو ان کے حال پر مطلق رحم نہ آیا اور ان دونوں نور کی یتیم تصویر کھینچتا

ہوا جنگل میں لے گیا کبھی ان کے گیسو پکڑ کر کھینچتا ہے کبھی ان کے نورانی رخساروں پر طمانچے

مارتا ہے کبھی تلوار دکھاتا ہے۔

ظلم معصوموں پہ جب ہونے لگا
ساتھ اُن کے ہر ملک رونے لگا

روکے حادثے سے یہ دونوں نے کہا

ہم نے کیا تیرا بگاڑا ہے بتا

اس قدر کرتا ہے کیوں ہم پر ستم

کچھ سبب اس کا بتا اے بے رحم

دل میں اپنے کچھ تو کر خوفِ خدا

ہم یتیموں کو نہ تو اتنا ستا

ادھر کوفیوں نے حضرت مسلم اور ان کے دونوں فرزندوں کو بڑی بے دردی کے ساتھ

شہید کر دیا ادھر امام عالی مقام بڑی بے چینی کے ساتھ مسلم کے خط کا انتظار کر رہے تھے

یکا یک ایک نامہ پر خط لے کر آتا ہے اور امام حق خط دیتا ہے۔

بہت دن ہو چکے تھے بند تھی خیر و خبر اُن کی

نوید خیریت لایا یکا یک نامہ بر ان کی

پڑھا معروضہ مسلم امامِ پاک نے سارا

قضائے کوفہ از خود بن گئی فردوسِ نظارا

لکھا تھا صاف مسلم نے شہِ دیں کے بلانے کو

کہ ہیں تیار سب تم پر یہاں قربان جانے کو

ہو جتنی جلد ممکن تم یہاں تشریف لے آؤ

مشرف اہل کوفہ کو بیعت سے اپنی فرماؤ

یہاں بے چین ہیں سب ہی تمہارے بیعت ہونے کو

اشارے پر تمہارے مستعد ہیں جان کھونے کو

بجز اس کے کہے کچھ حالِ قاصد نے زبانی بھی

اثر انداز شاید کھ ہوئی جادو بیانی بھی

تہیہ کر لیا سرکار نے کونے کے جانے کا
پس پردہ تھا حیلہ کار فرما آب و دانے کا
قضا لے کر چلی ذوقِ شہادت نے سلامی دی
درِ فردوس سے حورانِ جنت نے سلامی دی

کونے کو چلنے کی تیاری

- ۱- چنانچہ جب امام عالی مقام کے کونے جانے کی خبر سارے شہر مکہ میں گشت کرنے لگی تو جتنے بھی مکے صحابہ رسول اکرم ﷺ تھے وہ سب کے سب امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت ہی منت اور سماجت کے ساتھ امام عالی مقام سے عرض کیا کہ حضور آپ مکے سے کونے ہرگز تشریف نہ لے جائیں، حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے عرض کیا کہ آپ حجازی ہیں حصولِ خلافت کی کوشش کریں تو ہم سب حضور کی بیعت میں داخل ہو کر حضور کی مدد کریں گے اور ہمیشہ حضور کے فرمانبردار رہیں گے
- ۲- حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے حاضر خدمت ہو کر امام عالی مقام کو گلے سے لگایا اور آنکھوں سے آنسو بہا کر نہایت ادب سے عرض کیا کہ اے آئینہ خلقِ مصطفیٰ اے مظہرِ جمالِ حبیبِ کبریا خدا کے لیے آپ کونے جانے کا ارادہ ترک کر دیں۔
- ۳- حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے بھی رو کر عرض کیا کہ آپ کونے نہ جائیں جب تک کونے کے گورنر کے قتل کی خبر نہ آجائے کیونکہ کونے والے دغا باز ہیں مجھے اندیشہ ہے کہیں حضور کو بلا کر مصیبت میں مبتلا نہ کر دیں۔
- ۴- عبداللہ ابن مسعودؓ بھی حاضر خدمت ہوئے اور بہ اسرار کونے جانے کو منع کیا کہ کونے جانے کا خیال بھی نہ کریں۔
- ۵- دوسرے فرزندِ فاروقِ اعظم کے بھی خدمت میں حاضر ہوئے امام عالی مقام نے ان کو اپنے پاس مسند پر بیٹھایا اور بہت دیر تک راز و نیاز کی باتیں ہوتیں رہیں ابن عمرؓ نے بھی کونے نہ جانے کی رائے دی اور کوفیوں کی پہلی بے وفائی جو کہ انہوں نے مولا علیؓ کے ساتھ کی اور امام حسن کے ساتھ کی یاد دلائی۔

۶۔ پھر دوبارہ حضرت عبداللہ ابن عباس جو استاد المفسرین ہیں حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ آپ فرزند رسول ہیں جگر گوشہ بتول ہیں علی کے گلشن کے خوشبودار پھول ہیں ہم جانتے ہیں کہ آپ یہ عزم دنیا کے لیے نہیں فرما رہے لیکن بظاہر اس سے دنیا کی متاع ہوتی ہے ابن عمر نے بھی حضور اکرم ﷺ کی مثال خدمت میں پیش کی اور کہا کہ اگر آپ کو ترک وطن ہی منظور ہے تو بجائے کوفے کے آپ بصرے تشریف لے جائیں وہاں حضور کے بہت سے صحابی ہیں وہ حضور کی ہر حال میں ہمت افزائی کریں گے۔

ارشاد امام عالی مقام

امام پاک نے سن کر کہا یہ کیفیت ساری
یہ سب سچ ہے مگر ہے اور ہی کچھ مرضی باری

وہ پیشین گوئیاں کی ہیں جو سلطان رسالت نے
سا ہے جن کو اکثر اس طلب گار شہادت نے

کیا ارشاد فرمایا ہے میرے جد امجد نے
حبیب رب اکبر رحمت عالم محمد (ﷺ) نے

یہ سن کر حضرت ابن عمر بے ساختہ روئے
صحابی جتنے تھے موجود وہ سب بر ملا روئے

یہ باتیں سن کے عبداللہ بن عباس نے رو کر
کہا جاؤ خدا حافظ تمہارا سبط پیغمبر

قضا کی ہر اد تصویر احکام مشیت تھی
شہادت بر مال تفسیر احکام مشیت تھی

جلاد ابن زیاد کی عیاری اور سیاست یہ کہ اُس نے امام مسلم کی شہادت کے بعد کوفے
سے لے کر مکے شریک تک جاسوسی کے جال بچھا دیئے تھے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اہل بیت
کے بہت سچے شیدائی صحابی رسول کوفے میں موجود ہیں وہ ضرور امام عالی مقام کو مسلم کی خبر
دیں گے جس سے اُن کا کوفے میں آنا غیر ممکن ہو جائے گا چنانچہ زید بن ارقم نے تمام

حالات امام مسلم کی شہادت کے اور جلا د ابن زیاد کے ظلم و ستم کے تحریر کر کے قیس بن اشعث کو دیئے اور مکے کو روانہ کیا ادھر عبید اللہ کے جاسوس تمام راستے پر نامہ بروں کی تلاش میں سرگرم تھے یکا یک قیس بن اشہر کو بکر بن حمران تمیمی اپنے چند ساتھیوں کو لے کر آ پکڑا اور کوفے لے جا کر جلا د ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا ابن زیاد نے قیس کو قہر کی نظر سے دیکھا اور حکم دیا کہ چھت پر چڑھ کر حسین ابن علی پر تبرا کر چنانچہ قیس ابن اشہر اُس مردود کے حکم سے کوشے کی چھت پر چڑھے اور تمام لوگوں سے اس طرح مخاطب ہوئے۔

حسین ابن علیؑ ہیں فاطمہ کے راحت جاں ہیں
علی شیر خدا خبر شکن ہیں شاہ مرداں ہیں

حسین ابن علی محبوب خالق کے پیارے ہیں
ہیں جو ایمان والے اُن کو وہ آنکھوں کے تارے ہیں

حسین ابن علی کی خود خدا تعریف کرتا ہے
بیاں قرآن اُن کی جا بجا توصیف کرتا ہے

رسول پاک نے اُن کو بڑے نازوں سے پالا ہے
بُرا اُن کو کہے گا وہی جس کا قلب کالا ہے

حسینؑ ابن علیؑ ہیں با خدا سردار اُمت کے
سر جنت یہی کہلائیں گے مختار جنت کے

خدا کا دوست ہے جو دوست ہے سبط پیکمبر کا
وہ دشمن ہے خدا کا ہے عدو جو ابن حیدرؑ کا

عبید اللہ کاذب بن کاذب دشمن دیں ہے
یزید ناخلف ملعون ملحد صاحب کیس ہے

خلاف حکم عامل نے سُنے جس وقت یہ فقرے
غضب آلودہ ہو کر قیس کو گروایا چھت سے

جناب قیس نے جو ابن مرجانا پہ لعنت کی
خدا نے اُس کے بدلے دی انہیں دولت شہادت کی

ادھر نامہ بروں کو چن چن جلاد ابن زیاد نے قتل کرایا ادھر امام عالی مقام نے کوفے جانے کی تیاری کی امام حق کے ہمراہ جو معزز حضرات تھے ان کے آسمائے گرامی۔

۱۔ خود امام عالی مقام حسین ابن علیؑ

۲۔ حضرت عباس

۳۔ حضرت جعفر

۴۔ حضرت عبداللہ

۵۔ حضرت عثمان

۶۔ حضرت محمد

۷۔ حضرت ابوبکر

۸۔ حضرت علی ابن حسینؑ

۹۔ حضرت عبداللہ

۱۰۔ حضرت زین العابدین

۱۱۔ حضرت علی اکبر

۱۲۔ حضرت علی اصغر

۱۳۔ حضرت ابوبکر ابن حسن امام عالی مقام

۱۴۔ حضرت قاسم

۱۵۔ حضرت عبداللہ

۱۶۔ حضرت عون ابن عبداللہ حضرت زینب کے بیٹے

۱۷۔ حضرت محمد

۱۸۔ حضرت جعفر ابن عقیل

۱۹۔ حضرت عبداللہ ابن مسلم بن عقیل

یہ حضرات تو سب اہل بیت مصطفیٰ ہیں ان کے علاوہ اور بھی حضرات تھے۔

عمرو بن عبدالرحمن نے امام عالی مقام سے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں مجھے خوف ہے کہ جن لوگوں نے آپ کی مدد کا وعدہ کیا ہے وہی آپ سے لڑیں گے۔

الغرض امام عالی مقام نے اپنے اہل بیت کے قافلے کو لے کر مکے سے چلنے کی مکمل تیاری کر لی جب سورج نے اپنے چہرے سے رات کے نقاب کو اٹھا اور صبح نمودار ہوئی تو یہ قافلہ کوفہ کی منزل پر روانہ ہوا

سفر شہادت گاہ

چلے مکے سے جب سرکار اپنی کر کے تیاری
 لگی رونے جدائی میں حرم کی چار دیواری
 ہوا چرچا کہ کعبے سے گئے فرزند پیغمبر
 نبی (ﷺ) زادوں سے گویا ہو گیا خالی خدا کا گھر
 اداسی چھائی مکے پر گھٹائیں غم کی منڈلائیں
 فضائے دہر پر رنج و الم کی بدلیاں چھائیں
 جگر پر فرط غم سے سنگِ اسود نے رکھا پتھر
 صفا مروہ اس اندوہ میں کھانے لگے چکر
 بنی شکلِ حطیم دل شکستہ صورت ماتم
 بمشکل چشمِ نم تھا اشکِ باراں چشمہ زم زم
 مثالِ اشکِ غمِ دریا ہے میزابِ رحمت سے
 ہر اک سجدے نے سر ٹکرایا محرابِ عبادت سے
 درو دیوارِ کعبہ نے لباسِ ماتمی پہنا
 عروسِ گل نے پھولوں کا اتارا جسم سے گہنا

(ابن اثیر جلد ۱۰)

چنانچہ امام عالی مقام جب مکے سے جانب کوفہ روانہ ہوئے تو ذی الحجہ کی ۸ تاریخ ۲۰ھ مطابق ۹ ستمبر ۶۸۰ء کو جب مکے شریک سے قافلہ اہل بیت کا نکلا تو امام عالی مقام کعبے کو مُرد مُرد کر دیکھتے بیت اللہ کا تصور نظر کے سامنے منڈلا رہا ہے سنگِ اسود کی کششِ دل کو تڑپا رہی ہے آبِ زم زم کا شیریں ذائقہ بار بار زبانِ پاک پر آتا ہے صفا مروہ کے نظارے دل کو بے

قرار کر رہے ہیں منا کی لذتیں جگر کے ٹکڑے کیے دیتی ہیں مزدلفہ کا منظر قلب کو بے چین کیئے دیتا ہے الغرض ایسی حسرت یاس کے عالم میں جب یہ قافلہ بطن رملہ سے آگے بڑھا تو عبداللہ بن مطیع جو عراق سے آرہے تھے اور انہوں نے یہ سن لیا تھا کہ حرم سے باہر کیوں تشریف لے آئے ہیں امام عالی مقام نے ارشاد کیا مجھے کونے والوں نے بلایا ہے یہ سن کر عبداللہ نے ایک سرد آہ بھری اور عرض کیا کہ آپ کونے کا قصد نہ فرمائیں وہاں آپ یقیناً شہید کر دئے جائیں گے امام عالی مقام نے جواب دیا کہ یہ مرضی رب کے خلاف ہو گا یا موافق مرضی رب ہو گا عبداللہ نے کہا کہ یہ سب کچھ خدا کی مرضی کے مطابق ہی ہو گا امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا کہ میں مرضی رب کے خلاف کیوں ارادہ کروں جبکہ خدا کا لکھا ہو کر رہے گا اُس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ (ابن اثیر جلد ۲)



باب نمبر 13

پہلی منزل

جب یہ کارواں وادی رملہ سے گذر کر مقام زردو میں پہنچا جہاں پر پہلے ہی زہیر ابن قیس کا خیمہ لگا ہوا تھا جو حج سے فارغ ہو کر کوفہ جا رہا تھا جب اسے یہ معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم کے گھرانے والے شوق شہادت میں سفر کر رہے ہیں تو زہیر فوراً امام حق کی خدمت میں حاضر ہو کر ساتھ چلنے کے لیے امام کے رضا طلب کی امام حق نے اجازت دی زہیر کے ہمراہ زہیر کی بیوی بھی تھی جس نے شوق شہادت میں کچھ روکاٹ ڈالنی چاہی تو زہیر پاک اسے فوراً طلاق دے دی اور امام عالی مقام کے ہمراہ ہو لیے کچھ دیر کے بعد ایک قافلہ آتا ہے جس کے پاس بہت سا مال و زر ہے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ قافلہ یزید کو یہ مال زرطوفہ کے طور دینے جاتا ہے جو کہ سردار یمن نے یزید کے لیے بھیجا امام عالی مقام نے اس قافلہ کو قید کر لیا اور اس کا مال بھی سب مال غنیمت میں داخل کیا۔

دوسری منزل مقام سفاح میں

یہیں عون و محمد روکنے راہ غلط آئے

یہیں دونوں لے کے عبداللہ بن جعفر کا خط آئے

لکھا تھا کہ خط میں ہرگز عزم کوفہ کا نہ فرماتا

ہو جتنی ممکن راستے سے لوٹ کر آتا

تمہارے خون کا پیاسا یزید شام ہے ہر دم

ستم اور ظلم بس کرنا ہی جس کا کام ہے ہر دم

نہ پلٹے آپ تو پھر آپ کو میں لینے آتا ہوں

جو باتیں ہونے والی ہیں وہ پہلے سے بتاتا ہوں

پڑھا جب خط شہِ دین نے کہا جو مرضی رب ہے
مرا یہ آنا جانا ہی ارادے سے مرے کب ہے

کہیں مردانِ حق منزل سے پیچھے ہٹ کے جاتے ہیں
جو ہیں ثابت قدم ان کے قدم کب ڈگمگاتے ہیں
دوسری منزل پر ہی آپ سے فرزدق شاعر ملا اور آپ سے اس نے کوفہ کے حالات
معلوم کیئے اُس نے آپ کو جواب دیا کہ اہل کوفہ کی زبانیں آپ کے ساتھ ہیں اور
تلواریں یزید کے ساتھ ہیں اسی مقام پر بشیر ابن غالب سے ملاقات ہوئی انہوں نے تمام
واقعات امام مسلم کی شہادت کے امام عالی مقام کے گوش گزار کیئے اور آپ کو تمام حالات کا
علم ہو چکا تھا۔

تیسری منزل

نہ لکھا ابنِ جعفر کو جواب ابھی سرور نے
نہ ہونے دی طبیعت مضحک سبطِ پیغمبر نے

لیا عون و محمد کو بھی ساتھ اپنے بڑھے آگے

یہاں تک چلتے چلتے منزلِ حجاز میں جا پہنچے

حسینؑ ابنِ علیؑ کے قافلے کی نقل حرکت کا

مکمل علم رکھتا تھا عبیدِ امر حکومت کا

لگا تھا منزل کوفہ میں ہر جا پہرا لشکر کا

جہاں دیکھو وہاں موجود تھا لشکرِ ستم گر کا

یہاں سے اک طرف خفان تک فوجوں کا پہرا تھا

سپاہی فوج کا ہر اک عدائے آلِ زہرا تھا

یہاں سے کوہِ تلعح تک تھا اک اور دوسرا رستہ

مقرر تھا سواروں کا وہاں بھی جنگجو دستہ

چوتھی منزل

بڑھے جب منزل حجاز سے آگے سبط پیغمبر
رُکے کچھ دیر بہر آپ نوشی ایک چشمے پر

نمایاں ہر طرف آثار تھے رنج و مصیبت کے
مگر تھے بھی بالا حوصلے سردار ملت کے

دبا رکھا تھا ہر آفات کو ذوقِ شہادت نے
قدم پیچھے نہ اک ہٹ نے دیا شانِ شجاعت نے

طوافِ کعبہ تک ہے خدائی کی امیدوں کی
طوافِ عرشِ اعظم کرتی ہیں روہیں شہیدوں کی

جنہیں مطلوب ہے ہر دم رضا خلاق عالم کی
انہیں غمگین کر سکتی نہیں کوئی گھٹا غم کی

یہی وہ جذبہ ذوقِ رضائے کبریائی تھا
خلیل اللہ کو نارِ نمرودوی میں لے پہنچا

ابھی چوتھی منزل سے اہل بیت کا قافلہ آگے بھی نہ بڑھا تھا کہ یہیں پر عبداللہ بن مطیع
امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہاتے ہوئے
امام عالی مقام سے اس طرح عرض کرنے لگے۔

خدا کے واسطے باز آؤ کونے کے ارادے سے
وہاں بوئے فساد آتی ہے ہر منزل کے جادے سے

وہاں آلِ اُمیہ کے ہیں خنجر خون میں ڈوبے
بنی ہاشم کی خوں ریزی کے ہر ساعت ہیں منصوبے

یزید ناخلف کی فوج ہے ہر جا پہ اُستادہ
تمہارے قتل کو ہر اک ستم پرور ہے آمادہ

سنا سرکار نے جو کچھ کہا اُس کہنے والے نے
بھراک آہ خاموشی سے شاکر رہنے والے نے

پانچویں منزل

یہاں سے امام عالی مقام اپنے قافلے لے کر آگے بڑھے اور نہایت استقلال کے ساتھ منزل کو طے کیا اور مقام ثعلبہ پر پہنچے اور وہیں آپ نے قیام فرمایا ابھی قیام پذیر ہوئے کچھ دیر بھی نہیں ہوئی کہ ایک کوئی نامہ بر آیا اور اُس نے امام عالی مقام کو ایک مرسلہ دیا امام عالی مقام نے اُس مرسلے کو پڑھا جس میں تحریر تھا کہ مسلم اور اُن کے دونوں فرزند کو ظالموں نے بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا ہے اور قیس بن قیس اور عبداللہ یقطر جو کہ آپ کو کوفے کے حالات کی خبر دینے کو آتے ہیں اُن کو بھی شہید کر دیا ہے جب خبر دل ہلا دینے والی خیمے والوں نے سنی تو بے ساختہ رونے لگے امام عالی مقام کی بھی آنکھوں سے اشکوں کی بارش ہو رہی ہے امام عالی مقام نے فرمایا کہ میں تم سب کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں تم سب اپنے اپنے گھر چلے جاؤ اور مری وجہ سے مصیبت نہ اٹھاؤ مرے ہمراہ رہنے میں جان کا عزت کا خطرہ ہے میں اپنے بھائی مسلم کے خون کا ابنِ مرجانا سے بدلا ہوں گا یزید ناخلف کا مطالبہ بیعت مجھے ہے تم لوگوں سے نہیں اس لیے میں تم سب کو دوبارہ کہتا ہوں کہ اپنے اپنے گھر جاؤ یہ سن کر ہر فرد نے اس طرح عرض کیا۔

کہا ہر سر فروش عشق نے اے سرورِ والا
فنا ہونا رہِ الفت میں ہے اک منصبِ علی

اکیلا چھوڑ کر گر آپ کو ہم لوٹ جائیں گے
خدا و مصطفیٰ (ﷺ) کو حشر میں کیا منہ دکھائیں گے

ہے دینا چند روزہ چار دن کی زندگانی ہے
حیات دنیوی کیا ہے حبابِ بحرِ فانی ہے

قدم سے آپ کے ہے زندگی کا لطف وابستہ
صراطِ مستقیمِ راہِ حق ہے آپ کا رستہ

قدم راہ خدا میں ڈال کر پیچھے کو ہٹنا کیا
حضور آگے کو چلے آگئی منزل پلٹنا کیا
شہادت فی الحقیقت معرکہ سر کر کے ملتی ہے
حیات جاوداں راہ خدا میں مر کے ملتی ہے

چھٹی منزل

یہاں سے جب آگے بڑھے تو کوفے کی سرحد کے قریب مقام زبالہ میں امام عالی
مقام نے اپنے قافلے کو ٹھہرایا یہاں پر آپ کو کوفیوں کی غداری و عیاری کا مفصل حال معلوم
ہوا ہر طرف ظلم و ستم کی تاریکی نظر آ رہی تھی یزیدی فوج اور کوفیوں کے ارادے آپ پر آفتاب
کی طرح روشن ہو گئے تھے سلطان کربلانے یہاں بھی اپنے رفیقوں سے ارشاد فرمایا کہ سب
اپنے اپنے گھر واپس چلے جائیں باخوشی اجازت دیتا ہوں اس پر عمل کے فرزندوں نے عرض
کیا کہ ایسا ہرگز نہ کریں گے اور جان و مال اہل و عیال سب آپ پر قربان کر دیں گے مسلم
بن عویس نے کہا کہ ہم سرکار کے لیے دشمنوں سے نہتے بھی لڑ سکتے ہیں سعد بن عبداللہ نے کہا
کہ اگر میں ۷۰ مرتبہ بھی قتل کیا جاؤں اور ہر مرتبہ مری لاش کو جلا کر خاک کر دیا جائے تو میں
جب بھی حضور کا ساتھ نہ چھوڑوں گا کاش میرے تمام اہل و عیال آپ پر قربان ہو جاتے اور
خدا آپ کو بچا لیتا۔ (طبری جلد ۷ صفحہ ۳۱۲ کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲۸)

اور اسی مقام پر امام عالی مقام کی خدمت میں ابن عبدالعزیز کا آنا اور امام حق کو کوفے
جانے سے روکنا شہ دین کا طرمح کو دعادے کر یہ فرمانا۔

گر میں کیا کروں قادر نہیں ہوں لوٹ چلنے پر
مجھے ہر حال میں پیش نظر ہے مرضی داور

وہی ہوگا جو لکھا ہے ازل میں دستِ قدرت نے

بڑھایا ہے ہمیں میدان میں ذوق شہادت نے

تمنائے شہادت کھینچ لائی ہے یہاں ہم کو

اُسی میں خوش ہیں رکھے جس میں وہ رب جہاں ہم کو

نہ اپنی شان کی خاطر نہ اپنے نام کی خاطر
فقط آئے ہیں ہم میدان میں اسلام کی خاطر

ہمارا کام صبر و رضا سے کام لینا ہے
تہہ خنجر بھی خلاق جہاں کا نام لینا ہے

ساتویں منزل

امام عالی مقام نے جب یہاں کوچ کیا تو مقام بیضہ پر پہنچے وہاں سے چل کر عذاب
الہجانات پہنچے اور وہاں چل کر قصر بنی مقاتل میں تشریف فرما ہوئے یہاں پہنچ کر آپ کیا
دیکھتے ہیں کہ سامنے سے گردوغبار اڑتا نظر آتا ہے آپ نے اندازہ کر لیا کہ شام کا لشکر ہے
چند ساعت کے بعد وہ لشکر شامی سامنے آ گیا جس لشکر کا سالار خرا بن رہا جی جو بڑا بہادر مرد
میدان تھا اسی لشکر نے امام عالی مقام کے قافلے کا محاصرہ کر لیا امام حق نے لشکر سے مخاطب ہو
کر فرمایا کہ تم مجھے خوب اچھی طرح جانتے ہو مرے حسب و نسب کو خوب پہچانتے ہو کہ میں
فاتح خبر کا پسر ہوں زہرا کا لخت جگر ہوں مصطفیٰ کا نور نظر ہوں مری محبت خدا و مصطفیٰ کی محبت
ہے مری دشمنی مصطفیٰ و خدا کی دشمنی ہے مرے نانا شافع محشر مرے بابا ساقی کوثر ہیں مرے چچا
عقیل و جعفر ہیں مجھے مصطفیٰ نے گودی میں کھلایا ہے مجھے زہرا نے اپنا خون جگر پلایا ہے خدا را
مری دشمنی سے باز آؤ آپ کو دوزخ کی بڑھکتی آگ سے بچاؤ امام عالی مقام کی اس تقریر نے
ہنستوں کو زلا دیا سننے والوں کا دل ہلا دیا خرا نے خدمت امام عالی مقام میں حاضر ہو کر عرض کیا
کہ قسم ہے خدا کی مرا ارادہ آپ کو تکلیف پہنچانے کا نہیں میں تو حضور کا خادم ہوں۔



باب نمبر 14

معروضہ خُر خدمت امام میں

کہا خُر نے ادب سے اے امامِ ملت برحق
یہ مانا ہے مبارک جذبہ آزادی مطلق

مگر جنگ آزمائی ہے غلط ایسی حکومت سے
جو مائل ہو بہ استبدادِ ظلم و جور قوت سے

مناسب ہی نہیں ہے ایسے ظالم سے تمہیں لڑنا

خرد مندی نہیں دشمن قوی کے سامنے اڑنا

نہیں ہے آپ کو جُز طاعتِ دشمن

سکون و امن سے رہنا بھی ہے اک فعلِ مستحسن

تقاضا وقت کا یہ ہے کہ اپنے نام سے حضرت

بظاہر بیعت تم کر لو یزیدِ شام سے حضرت

امام دوسرا کو خُر کی باتوں پر جلال آیا

رگیں جنبش میں آئیں خونِ حیدرؑ میں اُبال آیا

کہا خُر میں شیرِ ہاشمی ہوں مردِ میدان ہوں

بظاہر لاکھ میں میدان میں بے ساز و ساماں ہوں

خدا کے شیر کا بیٹا ہوں یہ معلوم ہے تجھ کو

ارے خُر کیا ڈراتا ہے یزیدی فوج سے مجھ کو

ابو طالب کو پوتا ہوں یہ بس جانتا ہو تو

محمد (ﷺ) کا نواسہ ہوں مجھے پہچانتا ہے تو

نگاہِ قہر میں وہ ہیبت پنہاں نظر آئی

کہ خُر کو سامنے تیغِ اجلِ عُریاں نظر آئی

غم و غصے کی حالت میں سفر کا عزم فرمایا
جلال ہاشمی کو دیکھ کر خُر کا دل گھبرایا

قدم راہ جہاد حق سے اب تو ہٹ نہیں سکتا
لکھا جو دست قدرت کا وہ اب مٹ نہیں سکتا

نہیں ہٹتے مجاہد جب قدم میدان میں دھرتے ہیں
خدا سے ڈرنے والے کب بھلا لشکر سے ڈرتے ہیں

خُر نے امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بظاہر آپ کی ہمایت نہیں کر سکتا
کیونکہ ایک ہزار فوج کی آنکھیں مجھے گھیرے ہوئے ہیں میں بخوشی اس کے لیے تیار ہوں کہ
آپ رات کو یہاں سے واپس چلے جائیں میں یہ موقعہ دے دوں گا۔

امام عالی مقام کا رات کو واپس جانا ساری رات چلنا مگر صبح کو خود لمبے قافلے کے جہاں
سے چلے تھے وہیں اپنے آپ کو پاتے ہیں اسی طرح تین روز چلتے ہوئے آپ کو ہو گئے لیکن
جہاں سے چلتے وہیں خود کو پاتے تھے جس سے آپ نے اندازہ کر لیا کہ مشیت ایزدی نہیں کہ
میں واپس جاؤں۔

پہلی رات، دوسری رات و تیسری رات

آٹھویں منزل

الغرض آپ قصرِ مقاتل سے سفر فرماتے تھے نینوا پہنچتے ہیں وہاں آپ سے چار افراد کوٹنے
کے ملتے ہیں اور امام عالی مقام سے اپنے ہمراہ کوہ اجا کی طرف چلنے کو کہتے ہیں اور نہایت
ادب سے عرض کرتے ہیں کہ وہاں کے سب لوگ سرکار کی بیعت کر لیں گے سرکار کوٹنے نہ
جائیں جلا دابن زیاد سرکار کے خون کا پیاسا ہے۔

آخری منزل

سرکار نے ان کی ہمدردی کی گفتگو سن کر ان کو دعا دی اور رخصت فرمایا اور سفر کی تیاری

کی جب وہاں چلے تو میدان طف میں پہنچے جس کو کربلا بھی کہتے ہیں آپ نے اپنے قافلے کو ہیں روک لیا اور فرمایا۔

دشمن یہاں یہ خون ہمارا بہائیں گے
زندہ یہاں سے نہ کبھی پھر کے جائیں گے

آل نبی (ﷺ) کا ہوگا اسی جا پہ قتل عام
سب تشنہ لب یہاں پہ سر اپنا کٹائیں گے

کرب و بلا ہے نام اسی زمین کا
بچے یہاں پہ پانی کا قطرہ نہ پائیں گے

ہوگا ہر اک شہید یہاں مصطفیٰ (ﷺ) کا لعل
اور لاش قتل گاہ سے ہم سب کی لائیں گے

میدان کربلا

چنانچہ اپنے وقت کا یہ مقدس ترین قافلہ جس کے سارے عالم میں نظر نہ تھی جس کی سورج نشیں زہرائے جنت کی بیٹیاں تھی جس کا سالار کارواں شہسوار دوش رسول تھا جس کے عمائے کو آسمان کے تارے چوم رہے تھے اور جس کی نعلین کو صحرا کے ذرے بوسہ دے رہے تھے اپنے سفر کو ختم کر کے (۲ محرم ۶۱ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۶۸۰ء) کو میدان کربلا میں اقامت گزیرے ہوئے جہاں موت کو ہمیشہ کی شکست اور زندگی کو ہمیشہ کی فتح نصیب ہونے والی تھی، اس میں ہوئی ہیں موت کو پیہم ہیز تمہیں کرب و بلا کی خار ہے میدان زندگی۔

دس محرم تک

ادھر امام عالی مقام کربلا میں خیمہ زن ہوئے ادھر جلا د ابن زیاد کے دربار میں اسکی خبر لے کر ایک قاصد پہنچا ہے اسے ولیم کے آنے کی خبر تھی جس کے لیے ابن مرجانہ نے ابن سعد کو اے کی سلطنت لکھ کر دے دی تھی اور رات ہر تیاری میں گذر گئی تھی عمرو بن سعد ولیم کے جانے کو فوج کی تیاریاں کر رہا تھا یکا یک عبید اللہ کے دربار میں ایک قاصد آتا ہے۔

ابھی ویلم کو ابن سعد جانے بھی نہ پایا تھا
ابھی فکر سفر ہی میں ہر اک اپنا پرایا تھا

یہ دربار عبید اللہ میں قاصد خبر لایا
کہ کنبہ اہل بیت مصطفیٰ تا کربلا آیا

بلایا ابن مرجانا نے ابن سعد کو فوراً
کہا اے مونس من مخلص من یار غار من

نہیں ہے حاجت لشکر کشی اب جانب ویلم
حسین ابن علی سے جنگ کا ہے عزم مستحکم

کرو تنظیم لشکر جلد تر اب تم نئے سر سے
تمہیں لڑنا پڑے گا کربلا میں ابن حیدر سے

سنی تقریر ابن سعد نے عامل کی یہ جس دم
کہا اُس نے یہ ہو کر پھر عبید اللہ سے برہم

عمر بن سعد بولا غصے میں اے فتنہ خو عامل
حسین ابن علی سے جنگ ہے بیجاؤلا حاصل

عمر و بن سعد اور جلا د ابن زیاد کی گفتگو

حسین ابن علیؑ فرزند سلطان رسالت ہیں
مسلمانوں کے دینی رہنما سردار ملت ہیں

ہے اُن سے جنگ کرنا کب روا اے دشمن ملت
تمام امت کے وہ ہیں پیشوا اے دشمن ملت

لڑنے ابن علی سے سعد والا جاہ کا بیٹا
نہ ہوگا ایسا کوئی ناخلف تقدیر کا بیٹا

عبید اللہ بولا عمرو یہ باتیں پُرانی ہیں
جو باتیں ہو چکیں کیا ذکر اُن کا وہ کہانی ہیں

امیر شام اب امت کا سردار مسلم ہے
اطاعت سب پر فرض اُس کی باقرار مسلم ہے
ہے یہ فرزند حیدر کا امیر شام کا باغی
حسین ابن علی لاریب ہے اسلام کا باغی

اگر لڑنا نہیں منظور تجھ کو ابن حیدر سے
اگر مرعوب ہے تو اقتدار آلِ اطہر سے
تو اعزاز و شرف جاہ و منصب مسترد کر دے
ہمیں واپس ابھی رے کی حکومت کی سند کر دے

جو دیکھا منصب اقلیم رے پر حرف آتا ہے
ملا تھا بے طلب جو ملک وہ اب نکلا جاتا ہے
کہا عامل سے ابن سعد نے اے صاحبِ نخوت
مجھے غور و تدبیر کے لیے شب بھر کی دے مہلت

پلٹ عمرو ابن سعد جب دربار سے آیا
مشیروں کو پہنچ کر اس نے اپنے گھر پہ بلوایا
بلایا گھر پہ ہر دانائے اصحابِ سیاست کو
کہا ہر ذی شرف نے چھوڑ دے رے کی حکومت کو
یہ دنیا چند روزہ چند دن کی یہ حکومت ہے
رہے گا باقی جو وہ اقتدار دین و ملت ہے

مگر دل پر طلب دنیا کی اُس کے اس قدر چھائی
کہ دانائوں کی بات اُس کو نہ کوئی بھی پسند آئی
شیروں نے دلایا خوف حق یاروں نے سمجھایا
مگر رنگ سیاہ کاری دبائے سے ابھر آیا

نہ آئی نیند شب بھر جنگ کی اپنے مقدر سے
اٹھا وقت سحر گاتا ہوا یہ شعر بستر سے

سزا قتل حسین پاک کی دوزخ بلا شک ہے
نہ چھوڑوں گا میں رے کو رے مری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

دوسرا دن

چلا گھر سے عمرو بن سعد جب دارالامارت کو
کبھی کہتا تھا دن سے چھوڑ دے رے کی حکومت کو

قیامت کا اُسے رہ رہ کے منظر یاد آتا تھا
مگر رے کی حکومت دیکھتے ہی بھول جاتا تھا

ہوا دربار میں عامل کے حاضر معذرت کر دی
کہا لڑنا حسین ابن علی سے بس ہے نامردی

ہیں وہ مہمان بھی مظلوم بھی تنہا بھی آئے ہیں
عقیدت مند اُن کے ساتھ چند اپنے پرانے ہیں

اگر ان سے لڑائی ہر طرح منظور ہے تجھ کو
فضائے امن سے نفرت ہی گر مغرور ہے تجھ کو

معافی دے مجھے مامور کر اصحاب دیگر کو
کہ شوق جنگ ہے اکثر شرف خواہان لشکر کو

سنی جب معذرت جھلا کے بولا ابن مرجانا
ابھی لا پھر دے رے کی جہاں بانی کا پروانہ

نہاں تھی ملک رے کی سلطنت کی آرزو دل میں
کیا یہ عہد ابن سعد نے دربار عامل میں

مجھے رے کے لیے ابن زیاد اتنا نہ رسوا کر
لڑوں گا میں حسین ابن علی سے کربلا جا کر

عمر نے ساتھ لے بارہ ہزار افواج کا دستہ
لیا کوفے سے دشتِ کربلا کا دفعتاً رستہ

عرض اُس فوج خون آشام کو وہ ساتھ میں لایا
سر کربل وہ لرنے کو علیؑ کے لعل سے آیا

ڈبویا نام لالچ کی بدولت دین و ملت کا
بُرا ہو کیا بُرا انجام تھا رے کی حکومت کا
چنانچہ عمرو بن سعد بارہ ہزار لشکر لے کر کربلا میں پہنچا اور لشکر کو ہر طرح سے درست کر
کے اس نے امام عالی مقام کی خدمت میں ایک خط لکھ کر ایک قاصد کے ہاتھ روانہ کیا اور
اُس کا یہ مطلب تھا کہ کسی طرح امام کو یزید کی بیعت پر مائل کرے اور قتل و غارت نہ ہو اور
رے کی حکومت بھی ہاتھ سے نہ جائے اُس نے قاصد کو تاکید کر دی تھی کہ امام عالی مقام کی
بارگاہ میں نہایت ادب کے ساتھ حاضر ہونا اور ان کی تعظیم و تکریم کرنا قاصد یہ سب باتیں سن
کر امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہونے کو چلا اور چند ساعت میں وہاں جا پہنچا۔

نامہ پیام

عمرو کا اپنی جب خدمت سرکار میں آیا
مراتب عزت و تعظیم کے دل سے بجا لایا
لکھا تھا خط میں بندہ آپ کا دل سے فدائی ہے
مگر مجبور ہے آمادہ جنگ آزمائی ہے
ابھی موقعہ ہے جو ارشاد والا ہو بجا لائے
کرے تعمیل اُس کی حکم جو سرکار کا پائے
امام دوسرا نے پڑھ کے خط قاصد سے فرمایا
کہ لڑنے کے ارادے سے میں کربلا میں نہیں آیا
کہا قاصد سے ابن سعد سے کہنا کہ اے بھائی
جماعت مری یہ کب عزم سے اپنے یہاں آئی
بلایا جب مجھے اشراف کوفہ نے تو آیا ہوں
اجازت ہو اگر تو آج ہی واپس چلا جاؤں

عمر و بن سعد کا ابن زیاد کو خط لکھنا

امام عالی مقام کے ارادے ان کے خط کے مضمون سے آگاہ کرنا اور احوال جو امام حق کی تحریر سے ظاہر اور جو قاصد نے امام دوسرا کا زبانی پیام دیا تھا عمر بن سعد نے جلا د ابن زیاد کو لکھا کہ حسین ابن علی یہاں سے واپس جانے کو ابھی تیار ہیں اگر ان کا راستہ کھول دیا جائے تو بھی اپنے وطن کو تشریف لے جائیں کیونکہ وہ بھی یہاں لڑنے کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ ان کو بڑی منت سماجت سے یہاں بلوایا گیا ہے یہ انسان کے اصولوں سے کوسوں دور ہے کہ انہیں یہاں بلا کر ان پر ظلم کیا جائے مری یہی رائے ہے کہ امام حق صلح پر آمادہ ہیں تو ناحق اہل بیت مصطفیٰ ﷺ کو کیوں ستایا جائے اے عامل کوفہ یہ موقعہ غنیمت ہے اس سے فائدہ اٹھا اور مصطفیٰ ﷺ کی آل کے خون سے اپنے ہاتھوں کو نہ رنگ دنیا ہمیں کیا کہے گی قیامت کے دن شافع محشر کو کیا منہ دکھائے گا خدا رامری اس رائے کو مان لے اور حسین ابن علی سے صلح کر لے اور اپنی عقبہ کو برباد نہ کر۔ عرض ضرور ہے خدا اور رسول کے سامنے جانا ہے ہوش و ہواس کا کام لے یہ تمام خط کا مضمون ابن زیاد نے پڑھا اور جواب یہ دیا۔

قاصد کا دربار میں جانا اور ابن زیاد کو درخواست مضمون سنانا

اور اس کا اس طرح جواب دینا

عریضہ سن کے ابن سعد کو یہ حکم لکھوایا

حسین پاک کو ہے مصلحت میں تم نے گر پایا

کہو ان سے ذرا سی بات یہ وہ کام کی کر لیں

حسین ابن علی بیعت یزید شام کی کر لیں

اگر راضی ہوں بیعت تو پھر لے کر حراست میں

انہیں حاضر کرو فی الفور ایوان حکومت میں

مگر میں جانتا ہوں ایسا ہرگز ہو نہیں سکتا

پس حیدر کا اپنے گھر کی عظمت کھو نہیں سکتا

سر میدان صف آل عبا پر تیغ رانی ہو
رفیقان حسینؑ ابن علیؑ پر بند پانی ہو
انہیں بھوکا پیاسا دشتِ غربت میں رکھا جائے
کوئی موقعہ نہ اطمینان کا اُن کو دیا جائے

بندش آب، محرم

القصد ابن زیاد نے عمر بن حجاج کو فوج کے پانچ سو سپاہیوں کا سالار مقرر کر کے نہر فرات کی طرف بھیجا اور تاکید کی کہ نہر فرات پر جانور پئیں پانی تو تم انہیں نہ مارنا لیکن حسین ابن علیؑ کے تمام ساتھیوں کو پانی کی ایک بوند بھی نہ ملنے پائے یہاں تک کہ وہ پیاس کی شدت سے گھبرا کر خود ہی یزید کی غلامی کے لیے تیار ہو جائیں دوسری بات یہ ہے کہ ہاشمی جوانوں سے لڑنا موت سے لڑنا ہے وہ کمزور ہو جائیں گے۔

نہر فرات اور فوج یزید

بحکم میر لشکر عمر بن حجاج کا لشکر
صف آرا ہو گیا خنجر بکف سوائے فرات آکر
یہ دستہ پانچ سو افراد کا سخت غار گر
کیا ان ظالموں نے بند پانی آلِ اطہر پر
یہ کیسا پڑ ستم یہ ہیبت ناک منظر ہے
ہے پانی بند اُن پر ملک جن کی حوض کوثر ہے

اہل بیت مصطفیٰ ﷺ کی تشنگی

جب اہل بیت کا پانی بند کر دیا تو پیاس کی شدت نے بے بسوں اور بچوں کو بے قرار کر دیا
العطش العطش کا خیمہ میں چرچا ہونے لگا جب یہ حال دیکھا تو حضرت عباس امت کے علمبردار
سے نہ رہا گیا فوراً اپنے ہمراہ چالیس جوانوں کا دستہ لے کر خنجر بکف نہر فرات کی طرف بڑھے

جن کے پاس نہ مشکینزے تھے جب یہ ہاشمی شیروں کا دستہ نہر فرات کے قریب پہنچا تو عمر بن حجاج نے اپنے لشکر کو خبردار کیا کہ دیکھو ہاشمی جوان پانی لینے کو آئے ہیں ہوشیار رہنا یہ پانی نہ لینے پائیں ادھر بیس افراد کے پاس مشکینزے ہیں اور بیس افراد ان کی حفاظت پر مامور ہیں جب یہ صف شکن میدان میں نہر فرات کے کنارے پر پہنچے تو شامیوں کا لشکر حرکت میں آ گیا اور لشکر یزید نے یک بارگی حملہ کر دیا ہاشمی شیروں نے جب یزیدی فوج کو حملہ اور دیکھا۔

کہیں اک بار ہاشمی شیروں نے تکبیریں
بڑھے آگے کو اپنی اپنی سب نے کھینچیں شمشیریں

کہا جب نعرہ تکبیر سب نے مل کے میدان میں
گھٹا ہیبت کی چھائی ہر طرف موج لیناں میں

جوانان عرب زور یدالہی کے پیکر تھے
پے اعدا پیام مرگ یہ غازی دلاور تھے

ہزیمت کھا کے پیچھے کو ہٹیں حجاج کی فوجیں
نظر آنے لگیں بے پردہ نہر آب کی موجیں

ہوا جب دور ساحل سے وہ شامی فوج کا دستہ
ہراک غازی نے بھر کر مشک کو گھرا کا لیا رستہ

چلے خیمے کی جانب بھر کے مشکینزوں میں جب پانی
عقب سے دشمنان دین نے کی تیر بارانی

ہوئے تیروں کی زد سے زخمی گویا بند مشکینزے
مگر محفوظ پھر بھی رہ گئے تھے چند مشکینزے

مبارک باد دی سرکار نے فوج حجازی کو
کہا اہل فلک نے مرحبا عباس غازی کو

حجازی ہاشمی جب ہاتھ میں خنجر اٹھاتے ہیں
ترانے فتح و نصرت کے فرشتے مل کے گاتے ہیں

ملاقات امام حق اور ابن سعد

القصد امام عالی مقام کو جب پانی کی بندس سے اہل بیت کی تشنگی کا احساس ہوا تو آپ نے ایک پیا عمر بن قرطہ کے ہاتھ ابن سعد کے پاس بھیجا اس میں لکھا کہ اے فرزند سعد تم کسی وقت آج رات کو آکر ملاقات کر لو یہ اس لیے نہیں تھا کہ امام عالی مقام پیش آنے والی آفتوں سے گھبرا گئے بلکہ اس لیے تھا کہ آنے نسلیں صلح و امن کی راہوں سے خوب واقف ہو جائیں اور یہ بات آفتاب سے زیادہ زمانے میں روشن ہو جائے کہ امام دوسرا نے اپنی طرف سے جنگ کی کوئی صورت پیدا نہیں کی دوسرے وجہ یہ ہے کہ آج کے جدت پسند یہ نہ کہیں کہ امام عالی مقام نے گفتگو کے ذریعے صلح کی کوشش نہیں کی تیسری وجہ یہ تھی کہ کوعدر میدان محشر کو ظلم و ستم اور قیامت کے دن کی سختیوں اور دنیا کی رسوائیوں سے بچانے کی ہر چند کوشش کی گا کہ کسی کو کسی قسم کی تنقید کا موقع نہ ملے الغرض امام عالی مقام کے قاصد نے ابن سعد کو امام حق کا خط دیا جس کو پڑھ کر ابن وقت امام عالی مقام ک خیمے کی طرف چلا ادھر سے امام عالی مقام بھی خیمے سے باہر عمرو ابن سعد کا انتظار کر رہے تھے اچانک ابن سعد آتا ہوا نظر آیا تو امام حق بھی چند قدم آگے برھے اور حق استقبال ادا کیا اور دونوں میں بعد سلام گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا اور بہت دیر جنگ کے اصولوں پر بات چیت ہوئی اور عمرو بن سعد نے بھی امام عالی مقام کی ہر بات سے اتفاق کیا اور امام عالی مقام نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر بیعت کی ضد ہے مجھے ایون حکومت میں جانے دو میں یزید سے خود اس سلسلے پر گفتگو کر لوں گا بہت سے نا فہم حضرات اس جملے کو بغیر سمجھے یہ بات اڑادی ہے امام عالی مقام نے یزید کی بیعت پر رضا مندی ظاہر کر دی تھی یہ سراسر بہتان اور سراسر امام عالی مقام پر تہمت ہے کہ ممکن ہے خدا ایسے خیالات سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے آمین یہاں بھی امام عالی مقام حجت کا ہی مسئلہ پیش نظر ہے کہ ممکن ہے یزید امام حق کی صورت دیکھ کر اپنی ضد سے باز آجائے اور مسلمانوں کا قتل عام نہ ہو الغرض یہ تمام حالات ابن سعد نے لکھ کر ابن زیاد کو روانہ کر دیئے۔



باب نمبر 15

تاثرات ابن زیاد

چنانچہ عمر بن سعد کا قاصد جب عبید اللہ کے دربار میں اور ابن زیاد پیغام صلح نامہ دیا و عبید اللہ کے خط کو غور سے پڑھا اور بہت خوش ہوا عمر بن سعد کے مدبرانہ عمل کی بہت تعریف کی اور کہا مجھے یہ صلح منظور ہے کہ امام عالی مقام خود دربار یزید میں حاضر ہو کر بیعت کے مسئلے پر یزید سے گفتگو کر لیں پھر یزید جانے اور امام جانے ہم ظلم و ستم سے بچ جائیں گے اور ہمارے ماتھے پر خون ناحق کا ٹیکہ نہ لگے گا مگر اس وقت دربار میں شمر ذی الجوشن موجود تھا جس کے خمیر میں اہل بیت پاک کی دشمنی کی گھٹی پڑی ہوئی تھی اُس نے فوراً ابن زیاد سے کہا کہ تجھے معلوم نہیں اس میں کیا راز ہے مجھے اس کی پوری خبر ہے کہ عمرو بن سعد راتوں کو حسین ابن علی سے جا جا کر ملتا ہے اور حسین ابن علی کو اپنا رہنما اور عرش کا تارا سمجھتا ہے تو ہے عقل سے کام لے غور کر اگر امام عالی مقام کو زندہ یہاں چھوڑ دیا اور یہ آزاد ہو گئے اور یہ کہ کر چلے گئے ہم یزید کے دربار میں داخل ہو کر گفتگو کر لیں گے۔

یہاں ہٹتے ہی ہو جائیگی قوت انہیں حاصل
قلوب امت اسلام ہیں اُن کی طرف مائل

خدائی اُن کے اخلاق و شمائل کی ہے گرویدہ

ہے دنیا اُن کی شکل پاک کی مشتاق نادیدہ

غضب ہو جائے گا گر صلح پردے دی رضا مندی

یہ بہتر ہے کہ فوراً بھیجئے احکام پابندی

ہمارے ہاتھ سے گر بچ گئے اس وقت وہ زندہ

امیر شام سے ہونا پڑے گا ہم کو شرمندہ

کہی یہ بات بھی اک شمر نے کوفے کے عامل سے

انہیں منظور ہے گر بیعت یزید شام کی دل سے

یہیں بیعت یزید شام کا اقرار ہو جائے
کہ مخفی راز ہے جو اُس کا بھی اظہار ہو جائے

حقیقت جو چھپی ہے اس میں وہ کھل جائے گی ساری
پھر آگے مرضی ہے جو چاہے حکم کر جاری

عبید اللہ پر شمر لعین کا چلا گیا جادو
کیے احکام جاری ہو گیا غصے سے بے قابو

ابن زیاد کا جوش استبداد

الغرض ابن زیاد نے نہایت غضبناک ہو کر حکم جاری کیا کہ اے ابن سعد تجھے معلوم ہے کہ میں امیر شام کی طرف سے کونے کا بڑا حاکم اور مجھے کونے کے داخلی اور بیرونی عوام اور فوج کے کلی اختیار حاصل ہیں اور تجھ کو امیر شام نے مرا محکوم بنایا ہے اور میں امیر شام کی طرف سے حاکم وقت ہوں تجھے نینوا کی فوج کا اسلئے افسر نہیں بنایا کہ تو جو چاہے اپنی مرضی سے کام کرے تجھے تو اس لیے کربلا میں تعینات کی ہے تو حسین ابن علی کو ہر طرح تکلیف میں مبتلا کر کے یزید کی بیعت پر مجبور کرے تجھے لڑنے کے لیے بھیجا ہے نہ کہ ثالث بنا کر میں بحیثیت حاکم کے تجھ کو حکم دیتا ہوں اُس کی اطاعت کر
سر میدان مرے احکام کی تعمیل ہو فوراً
حسین اک ہے باغی امیر شام کا دشمن

جو ہوں ممکن مظالم ان کے لشکر پر کئے جائیں
مصائب پر مصائب پے پے ان کو دیئے جائیں

ہوں اتنی سختیاں اُن پر کہ تنگ آجائیں جینے سے
نکل ائے امامت کا تیخیل اُن کے سینے سے

کریں مجبور رہو کر وہ ہمارے ہاتھ پر بیعت
یزید شام کے آگے جھکا دیں گردن اطاعت

اگر اقرار بیعت وہ امیر شام سے کر لیں
 بالفاظ دگر تو بہ نمود و نام سے کر لیں
 تو اُن کو باندھ کر زنجیر سے لاؤ حراست میں
 کرو حاضر انہیں فوراً ہی ایون حکومت میں
 نہ مانیں گے اس ہمارے حکم کو گروہ کسی صورت
 کرو فی الفور اُن کو بے تکلف قتل اور غارت

سر اُن کے کاٹ کر دربار عامل میں رواں کر دو
 کچل اُن کی لاشیں اُن کو بے نام و نشان کر دو
 مرے اس حکم کی تعمیل فوراً تم نے گر کر دی
 عطا ہوں گے تمہیں اُس دم خطابات جواں مردی
 نہ لڑ سکتے ہو تم اُن سے اگر میدان میں جا کر
 تو رہ سکتے نہیں تم نواں کی فوج کے افسر
 امان ہرگز سر میدان انہیں تم سے نہیں سکتے
 بطور خود امان دیکر امان لے نہیں سکتے

اشتباہ جنگ شمر کا حکم نامہ لے کر آنا

یہ تمام احکامات تحریر فرما کر شمر کو دے اور لکھ دیا کہ تم اگر حسین ابن علی سے نہیں لڑ سکتے تو
 خود کو معزول سمجھو اور سپہ سالاری کے تمام اختیارات شمر ذی الجوشن کے حوالے کر دو اور
 حکومت رہے کے بھی تمام کاغذات شمر کو دے دو خلاف عامل تم کچھ نہیں کر سکتے تف تمہاری
 بہادری پر اور منصب اعلیٰ پر کہ تم ایسے بہادر ہو کر لڑنے سے ڈرتے ہو اور ابھی تک صلح کے
 میدان میں دوڑ رہے ہو تمہیں تو لڑائی کے میدان میں بہادری کے جوہر دکھانے کو بھیجا تھا
 چنانچہ شمر سے یہ کہہ دیا تھا کہ ذرا چالاکی اور عیاری سے کام لینا اور جاسوسی کا لباس پہن کر جانا
 پہلے پہلے نرمی سے کام لینا۔

شمر العین کا آنا اور حکم نامہ عمر کو دینا

عمر و بن سعد نے جب پڑھ لیا سارا ہی وہ نامہ
 ہوا غصے لرزاں بے تحاشہ صورت خامہ
 کہا افسوس ظالم فتنہ پرور ابنِ مرجانا
 نہ سمجھا صلح کے انجام کو آخر نہیں مانا
 گزارش شمر نے کی مصلحت سے بے خبر تم ہو
 ہے دشمن سامنے دشمن سے ناواقف مگر تم ہو
 نگاہِ قہر سے یکھا عمرو نے شمر کی جانب
 نظر آیا اُسے یہ شمر کشت و خون کا طالب
 کہا اے شمر یہ سب آگ تیری ہی لگائی ہے
 تیر فطرت میں پہاں جذبہ جنگ آزمائی ہے
 عبید اللہ کو تو نے ہی اے شیطان بہکایا
 یہ شعلہ جنگ کا تو نے اُس کے دل میں بھڑکایا
 مجھے معلوم ہیں اے شمر تیرے سارے منصوبے
 ارادے سب ہیں ظالم ترے کشت و خون میں ڈوبے
 خوشامد سے عمرو کو شمر نے نرمی سے سمجھا کر
 کیا غصے کو اُس کے سرد اپنی چال میں لا کر
 کہا سلطان کہلاتے ہو تم رے کی حکومت کے
 ہیں ملک شام میں جہے تمہاری شان و شوکت کے
 بتاؤ یہ برائے جنگ اب کرنا تمہیں کیا ہے
 کہا فوراً ہی ابن سعد نے دشمن سے لڑنا ہے
 فرد ہوتے ہیں فتنے زباں کے تیغِ خنجر سے
 بلا آئی ہوئی ٹلتی نہیں ہرگز کبھی سر سے

آثار جنگ

محرم کی نو تاریخ ہے امام عالی مقام کمر سے تیغ ابدار لگائے خیمے کے باہر تشریف فرما ہیں اور حضرت عباس عملدارنشاں اہل بیت لیے کھڑے ہیں اچانک حضرت عباس عمرو بن سعد خیمے کی طرف آتا ہوا دکھائی دیا اُس کے تیور کچھ بگڑے ہوئے نظر آئے تو حضرت عباس نے امام حق سے عرض کیا کہ ابن سعد خیمے کی طرف آتا ہے اور اُس کی حال کچھ مشتبہ معلوم ہوتی ہے امام عالی مقام نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ عباس تم جلد جاؤ اور اُس کو راستے میں روکو میں بھی عقب میں آتا ہوں حضرت عباس نے کیا کہ کر سرکار کو کیا ضرورت ہے جو وہاں تشریف لائیں میں ہی کافی ہوں اگر اُس نے ذرا سی بھی گستاخی کی تو اُس کا سر قلم کر کے بھی سرکار کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں یہ کہ کر حضرت عباس نے اپنے گھوڑے کو بڑھایا اور ایک آن واحد میں وہاں پہنچے اور ابن سعد کا راستہ روک اشار فرمایا خیر تو ہے بے وقت آنے کا کیا مطلب ہے چہرے پر اداسی کیوں چھا رہی ہے عمر بن سعد نے آہستہ سے عرض کیا عباس گھوڑے سے اتر کر مرے پاس آؤ یہ بات حضرت عباس سن کر گھوڑے سے اترے اور ابن سعد کے قریب گئے ابن سعد نے ایک خط حضرت عباس کو دیا جو کہ عامل کوفہ کا حکم ناما ابن سعد کو بھیجا تھا خط دیکھ کر ابن سعد نے کہا خط پڑھ کر اس کا تمام مضمون امام پاک کو سنا دو اور جو بھی امام عالی مقام اس خط کے جواب میں ارشاد فرمائیں مجھے آن کر کہہ دو جاؤ جلدی حضرت عباس نے اس خط کو پڑھا قیامت کا منظر آیا صلح کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں حضرت عباس نے چشم پر نم ہو کر وہ خط امام عالی مقام کو پڑھ کر سنایا خط کے مضمون کو سن کر امام عالی مقام کی آنکھوں میں آنسو اُٹھ آئے اور سرکار نے ارشاد فرمایا کہ ابن سعد سے جا کر کہہ دو کہ ہمیں رات کی محلت دے تاکہ ہم اپنے پروردگار سے استغفار کر لیں عباس علمبردار نے یہ پیغام امام عالی مقام کا ابن سعد کو پہنچا دیا ابن سعد لوٹ پر اپنے لشکر میں گیا اور شمر سے کہا کہ حسین ابن علی ایک رات کی محلت طلب کرتے ہیں شمر نے جواب دیا کہ سالار کو اختیار ہے اس پر بہت سے فوجی افسروں نے کہا کہ ولیم کے باغی اگر رات کی مہلت مانگتے ہیں تو اسے کوئی بھی ناروانہ کہتا قیس بن اشعث نے کہا کہ محلت ایک بہانہ ہے صبح کو بطل جنگ بجانا ہے ادھر امام حق نے اہل بیت کے تمام افراد کو مغرب سے پہلے جمع کیا اور اس طرح ارشاد فرمایا۔ (طبری جلد ۱۰ صفحہ ۶۶۲ ابن ایثر جلد ۲ صفحہ ۳۰)

باب نمبر 16

خطبہ امام عالی مقام

فضا میں خونِ ناحق کی جھلک معلوم ہوتی ہے
 زمیں سے نا اُمید تا فلک معلوم ہوتی ہے
 زمین کربلا پر دوسرا یہ پنچشنبہ تھا
 ہر اک غازی تھا حیراں ہر عابد کو اچنبا تھا
 محرم کی تھی نو تاریخ سورج چھپنے والا تھا
 ابھی پھیلا ہوا ہلکا سا ہر جانب اُجالا تھا
 منادی نے ندا دی خیمہ ہائے پاک کے باہر
 چلو اے سرفروشان وفا خطبہ سنو چل کر
 ابھی مغرب سے پہلے حکم ہے سرکارِ ولا کا
 سنایا جائے گا پیغام تم کو حق تعالیٰ کا
 سنی آواز یہ جس دم ہوئے فردو کلاں حاضر
 خدا کی باتیں سننے کو ہوئے پیرو جواں حاضر
 ردا بردوش کملی پوش فرزند رسول اللہ
 ہوئے جلوہ نما خیمے سے باہر پڑھ کے بسم اللہ
 ادب سے جھک گئے سر سرفروشانِ محبت کے
 چلے جھونکے اُس کے بعد یہ زہرا کے دلبر نے
 کہا اے مرے ہمراہ آنے والو اے خدا والو
 مری باتیں سنو دل سے اے مرے مصطفیٰ (ﷺ) والو
 تمہیں معلوم ہے کل صبح صبح روزِ محشر ہے
 تمہارا دشمن جاں شام کا یہ سارا لشکر ہے

یزیدی فوج کل ہم کو بلا شک ذبح کر دے گی
ہماری بے کفن لاشوں سے اس میدان کو بھر دے گی

یزید روسیہ تنہا مرے خون کا پیاسا ہے
اُسے غم ہے حسینؑ کیوں محمد کا نواسا ہے
تمنا ہے رہ حق میں مریٰ یہ جاں نکل جائے
مصیبت آنے والی سب تمہارے سر سے نکل جائے

نہیں میں چاہتا مرے سبب تم پر پڑے آفت
ابھی موقعہ ہے تم سب کو ابھی شب بھر کی مہلت
اجازت باخوشی دیتا ہوں تم کو لوٹ جانے کی
نہ جانے رنگ کیا بدلے ہوا کل اس زمانے کی

بہت جلدی کرو تم اپنے اپنے گھر چلے جاؤ
مصائب آنے والے ہیں جو ہیں اُن سے مخلص پاؤ

خلاصہ نظم

الغرض امام عالی مقام نے تمام رفیقوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا کہ یزید ناخلف صرف
مرے خون کا پیاسا ہے فقط مجھ سے ہی اپنی بیعت کا طالب ہے اور اُس کی نظر میں سب سے
بڑا میں ہی اُس کا دشمن ہوں تم لوگوں سے اُس کو کوئی دشمنی نہیں میں تم سب کو باخوشی اجازت
دیتا ہوں کہ تم سب اپنے اپنے گھر چلے جاؤ مریٰ وجہ سے مصیبت کا بار نہ اٹھاؤ مریٰ دلی تمنا
ہے کہ مریٰ جانِ راہِ حق میں صرف ہو جائے تم سب اس آنے والی آفت سے بچ جاؤ خدائے
دو جہاں تم کو خوش و خرم رکھے اور ساتھ ایمان کے تم کو دنیا میں زندہ رکھے۔ آمین!

امام عالی مقام کی تقریر سن کر رفیقانِ امام نے کی گزارش خدمت امام میں۔

ادھر سرکار والا جاہ کی تھی گفتگو جاری

ادھر آنکھوں سے تھا ہر سننے والے کی لہو جاری

بھتیجے بھائی بیٹے اقربا احباب بے گانے
ہوئے جاتے تھے روتے روتے فرطِ غم سے دیوانے

کہا سرکار والا جاہ نے اولادِ مسلم سے
شہید عشق حق تعالیٰ ارم آبادِ مسلم سے

خدا راہ جاؤ تم جیتے رہو تم رہتی دینا تک
ہو تم مرے جگر کا چین مری آنکھ کی ٹھنڈک

کہا اولادِ مسلم نے ادب سے اے شہید والا
ہوئی دنیا ہماری بعد مسلم کے تہہ و بالا

دکھائے دن نہ وہم کو خدا ہم بعد حضرت کے
رہیں زندہ جہاں میں اور دن دیکھیں مسرت کے

کہے گی کیا عقیل پاک کی اولاد کو دینا
کہاں جا کر رہیں گے چھوڑ کر ہم آپ کو تنہا

خدا کو کیا ہم اپنا منہ دیکھائیں گے سرِ محشر
چلے جائیں سرِ میداں جو تم کو چھوڑ کر سرور

کہا سرکار یہ شیدا نہیں باوقاؤں کا
کہ ہٹ پیچھے جائیں دیکھ کر طوقاں جفاؤں کا

سرِ میدان بدلائیں گے ہم مسلم کے دشمن سے
ہم اُس کے بدلے کر دیں گے ہزاروں جداتن سے

کہا ہر فرد نے بڑھ کر ہم ہرگز نہ جائیں گے
ملائیں گے عدو کو خاک میں یا سر کٹائیں گے

خطیب کوفہ مسلم بن عوسجہ کی تقریر

امام عالی مقام اور سر فرودشان اسلام میں ۹ محرم پنجشنبہ کی رات جو کہ جوانان اہل بیت
مصطفیٰ ﷺ کی دنیا کی آخری رات تھی جس رات میں نونہالانِ مرتضیٰ بازار امتحان سے دائمی

زندگی کے گوہروں کی خریداری کے لئے قیمت کا اندازہ کر رہے تھے امام حق نے فرزند مسلم اور اُن کے بھائی سے ہر چند کہا کہ تم مرے بھائی مسلم کی نشانی ہو مرے دل کا شادمانی ہو اپنے اپنے گھر واپس چلے جاؤ لیکن ہر اک نے یہی کہا کہ ہم بازار امتحان سے اپنی جان نقد کو دیکھ کر دائمی زندگی کے گوہر خریدینگے ہر فرد اپنے جذبہ جہاد عشق کا اظہار کر رہا تھا کہ خطیب کوفہ مسلم بن عویسہ اٹھے اور اس طرح خطاب کیا۔

خطیب کوفہ اٹھے لے کے دل میں جوش ایمانی
پڑھیں آغاز میں پہلے تو کچھ آیات قرآنی

نہایت جوش میں تقریر کی محفل کو گرمایا
شہادت کا مکمل فلسفہ لوگوں کو سمجھایا

کہا تخلیق انساں خود دلیل مرگ جانی ہے
مدار زندگی یہ ہے جو پیدا ہے وہ فانی ہے

مٹانا چاہتا ہے حق کو باطل زور طاقت سے
ہمیں حق کی مدد کرنا ہے امکانی شجاعت سے

ہمارے ہاتھ میں جب تک سنان و تیغ و خنجر ہے
ہمارے سامنے جب تک یہ بطل کا لشکر ہے

جہاں تک دست و بزو کام دینگے کام ہم لیں گے
نہ ہرگز اک قدم ہٹنے کا پیچھے نام لیں گے

کہا آقا ابھی ہم سرفروشنوں میں وہ ہمت ہے
ہمارے جوش پر موقوف دشمن کی ہزیمت ہے

عجب تیور سے ابن عویسہ تقریر کرتے تھے
نک کر منہ سے فقرے قلب کو تسخیر کرتے تھے

ہوا اک جوش تازہ آپ کی تقریر سے پیدا
صدائے مرجبا تھی خنجر و شمشیر سے پیدا

اٹھے غازی مجاہد تیغ بر کف یا علی کہہ کر
 کہا مرنے کو ہم حاضر ہیں اے لخت دل حیدر
 چمک کر خود بخود تلوار جھومی ہر مجاہد کی
 شجاعت کی زباں نے تیغ چومی ہر مجاہد کی

شب عاشورہ

شب عاشورہ دشت کربلا کا تھا عجب منظر
 کہ تھے دو خیمہ زن میدان میں دو مختلف لشکر
 بہتر ہے ادھر تعداد دیکھو حق پرستوں کی
 ادھر ہے فوج کچھ اک لاکھ سے کم چیرہ دستوں کی
 ادھر خیموں پہ رحمت عرش اعظم سے برستی تھی
 ادھر دوزخ میں جانے والوں کی آباد بستی تھی
 ادھر ہر لفظ ارمان شہادت میں ترقی تھی
 ادھر ساعت بہ ساعت خواب غفلت میں ترقی تھی
 ادھر کیف شہادت کی تھی سرمستی و سر جوشی
 ادھر تھی کوفیوں کی فوج میں ہر سمت سے نوشی
 ادھر مسروق نے بڑھ کر ازاں دی نور کے تڑکے
 ادھر شعلے نفاق و دشمنی کی آگے کے بھڑکے
 ادھر کر کے تیم خیمے سے غازی نکل آئے
 ادھر میدان میں شامی لے کے خود اپنی اجل آئے
 ادھر فرض خداوندی ادا ہوتا ہے میدان میں
 ادھر ہیں گشت و خون کے مشورے فون لعیناں میں
 ستارے چھتے جاتے تھے فلک کے جیب و داماں میں
 طلوع صبح کے آثار ظاہر تھے بیاباں میں

ہوئے فارغ نماز با جماعت سے شبِ والا
 گلیم شب کو سورج نے کل کر چاک کر ڈالا
 بجا نقارہ طبلِ جنگ کی ہر جا صدا گونجی
 ہوئے جنگ نے امن و اماں کی لوٹ لی پونجی
 وہ طبلِ جنگ کی آواز پیہم کان میں آئی
 سواری عمر ابنِ سعد کی میدان میں آئی
 سپاہ عمر بن حجاج و فوج شمر ذی الجوشن
 ہوئی ذہنی طرف بائیں طرف آکر قیام اقلن
 سواروں کے رسالے پاپیادے فوج کے دستے
 ہراک جانب سے وہ روکے ہوئے تھے امن کے رستے
 بڑھے میدان کی جانب قیس و عروہ کی قیادت میں
 جنوں جنگ ظاہر قیس سے تھا جوش و وحشت میں
 صفیں آراستہ جب ہو گئیں افواج شاہی کی
 ہوئیں تلوار میں عریاں سرفروشانِ گرامی کی
 رواں ہونے گلیں نہریں نئی خونِ شہیداں میں
 ہوئی برپا قیامت کربلا کے ہر بیاباں میں

بریر ابنِ خضیر کی ابنِ سعد سے ملاقات

دس محرم بروز جمعہ جب یزید ناخلف کی فوجیں کربلا کے میدان میں آ کر صف
 آرا ہو گئیں اور جوانانِ اہل بیت بھی اپنی چھوٹی سے جماعت کے ساتھ شامی فوج کے
 مقابل صف آرا ہو گئے اور دونوں طرف تلوار میں بجلی کی طرح چمک رہیں تھیں زرہ بکتر
 سورج کی کرنوں سے جسموں کے اُپر دمک رہے تھے نیزے فضا میں بلند ہو رہے تھے تیر
 ترکشوں میں کروٹ بدل رہے تھے بہادرانِ فوج شام کے دل ہاشمی شیروں کی ہیبت
 سے دہل رہے تھے اچانک زہیر ابنِ خضیر سرفروشانِ دین کی صف سے نکلتے ہیں جو

کوفے کے رہنے والے تھے اور اپنی جان مصطفیٰ کے لعل پر نثار کرنے کو امام عالی مقام کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے اپنا گھوڑا بڑھا کر ابن سعد کی طرف جاتے ہیں اور اس کے قریب پہنچ کر بریر ابن حضیر نے عمرو بن سعد کو سلام وغیرہ کچھ بھی نہ کیا کیونکہ آپ نے اہل بیت کے دشمن کو مسلمان ہی نہیں سمجھا تھا اس لیے سلام نہیں کیا ابن سعد نے آپ کو فعل رسول کے خلاف پایا تو ترکِ سنت کا سبب پوچھا اور کہا کہ ایک مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ جب وہ کسی دوسرے مسلمان سے ملے تو سلام کے ساتھ ملے لیکن تم اس کے خلاف مجھے ملے ہو۔

بریر ابن حضیر کا ابن سعد کو جواب دینا

تجھے اسلام سے کیا کام سنت سے علاقہ کیا
کہ تو دشمن ہے جبکہ بے حیا سبطِ پیمبر کا

فرات اک عام یہ بہتے ہوئے پانی کا دریا ہے
ہر ایک ذی روح پانی بے تکلف اُس کا پیتا ہے

مگر تو نے خلافِ ملتِ حق آلِ اطہر پر
کیا ہے تین دن سے بند پانی اے جنا پرور

محمد مصطفیٰ (ﷺ) زہرا کے لعلو عس سے اُلجھتا ہے
مسلمان پھر بھی اے بد بخت تو خود کو سمجھتا ہے

مسلمان خود کو تو کس منہ کہتا ہے بتا ظالم
مسلمانی کی ترے پاس ہے بُرہان کیا ظالم

کہا شرما کے ابن سعد نے عابد و زاہد
مجھے رے کی حکومت کا یہ سودا ہے خدا شاہد

خلاف حکمِ عاملِ کچھ میں اصلا کر نہیں سکتا
انہیں آب و غزا پہنچاؤں ایسا کر نہیں سکتا

امام عالی مقام کا تمام حجت کے لئے شامی فوج سے خطاب

عمامہ صاحب معراج کا باندھے ہوئے سر پر
دلسرانہ ہوئے خیمہ سے باہر سبط پیغمبر

زرہ حمزہ کی پہنی جسم اطہر میں سر میداں
کیا گھوڑے کو افواجِ عدو کے سامنے جولاں

قریب فوج آ کر فوج سے ارشاد فرمایا

مسلمانوں کہو ہے کون تم میں مرا ہم پایا

کہ جو میں کہتا ہوں اس کو کان لگا کر سنو کہ تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو کہ میں زہرا کا
دلبر ہوں فرزند فاتحِ خبیر ہوں محبوبِ کبریا ہوں ابو طالب کو پوتا ہوں محمد ﷺ کا نواسا ہوں
مرے نانا شافعِ محشر ہیں مرے بابا ساقی کوثر ہیں مرے چچا عقیل و جعفر ہیں میں رسولِ
اکرم ﷺ کی لاڈلی بیٹی فاطمہ کا چراغ ہوں گلشنِ مصطفیٰ ﷺ کا پھول ہوں جگر گوشہ بتول
ہوں میں نے کیا تمہارے ملک کے کسی حصے پر قبضہ کیا یا کسی کو قتل کیا ہے اے عزیزوں میں
یہاں چھوڑ کر نہیں آیا۔ اے قیس اے حجاج اے اشعث اے شیعان علی کیا تم نے مجھے خطوں
پر خط بھیج کر نہیں بلایا خدا را مرے قتل سے باز آؤ اپنی عقبہ برباد مت کرو کل قیامت کے دن
مرے نانا کو کیا منہ دکھاؤ گئے مرے ناحق خون کا خدا کو کیا جواب دو گے امام عالی مقام نے۔

بلند آواز سے اس روز کی تقریر فرمائی

سپاہِ شام پر ہیبتِ شہِ ذی جاہ کی چھائی

کہا بے غیرتی سے قیس بن اشعث نے شرما کر

اطاعت کیوں نہیں کرتے عبید اللہ کی سرور

یہ فقرہ سن کے چہرہ پر شہیدوں کے جلال آیا

کینے کی بد اخلاقی کا رہ رہ کے خیال آیا

نگاہِ غنیضِ ڈالی قیس پر غصے سے فرمایا

کروں میں نے دین کی اطاعت اس سے فرمایا

گوار فاسق و فاجر کی اطاعت کی نہیں جاتی
 اہانت ملتِ اسلام کی دیکھنی نہیں جاتی
 مکمل و عظمیٰ اک عنوان تھا رشد و ہدایت کا
 کیا حق آپ نے پورا ادا اتمامِ حجت کا

تقریر زہیر ابن قیس

امام عالی مقام کی فوج شام سے گفتگو جاری تھی جب گفتگو کا سلسلہ ختم ہونے کو آیا تو زہیر کوفی فوجوں کی طرف بڑھے اور لکار شامی افواج سے کہا کہ اے مسلمانوں یہ کیا اندھیر ہے کہ مسلمان ہو کر مسلمانوں کے سردار سے جنگ آزمائی ہے تم لوگوں کی اپنی مسلمانی کا ذرہ برابر بھی پاس نہ رہا ابھی موقعہ ہے اپنے بد کردار سے توبہ کر لو تا کہ محشر کے دن دوزخ کی طرف نہ جانا پڑے حسین ابن علی تم سے صلح و امن کے طالب ہیں خدا را مرے کہنے کو مانو تمہیں جلا دین زیاد نے دوزخ کے کنارے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے عبید اللہ بے دین پر لعنت کرو اس سے دور ہو کر امام عالی مقام کی خدمت کا شرف حاصل کرو اور اپنی دنیا و عقبہ کو سنوار لو خدا اور رسول کو راضی کر لو دونوں جہان کی رسوائی سے بچو اللہ کے غضب سے ڈرو زہیر شیر دل کی یہ باتیں سن کر کوفیوں کو حسد کی آگ نے جلا دیا اور انہوں نے زبان سے خوب بکواس کی شمر ذی الجوشن نے جھلا کر کمان سے تیر چھوڑا اور کہا اوقیس ان کے منہ بند کر مسلمانوں کو بے دین کہتا ہے دین کی پابندی کرنے والوں کو مغضوب بتاتا ہے شمر ذی الجوشن کی یہ بات سن کر زہیر شیر دل رُخ شمر کی جانب کیا۔

زہیر آگے بڑھے او شمر سے غصے میں فرمایا
 کہ اے گستاخ تو ہے اک سگِ مغرور چوپایا
 تجھے کیا دین دے مطلب ترا دوزخ ٹھکانا ہے
 تیرے کردار بد سے باخبر سارا زمانہ ہے

بڑھی جب بات دونوں سمت سے خنجر نکل آئے
 صفوں میں برہمی پیدا ہوئی لشکر نکل آئے

زہیر پاک کو آواز دی شاہ شہیداں نے
 بلایا پاس اُن کو اپنے ابن شاہ مرداں نے
 عمر بن سعد نے بھی شمر کو آواز دی فوراً
 ہوا میداں سے وہ بے دین واپس شمر ذی الجوشن

مقابل فوج کے جب فوجِ خونِ آشام آتی ہے
 زبانی گفتگو اُس دم نہ کوئی کام آتی ہے

آغاز جنگ

جب کربلا کی جنگ کی خبر قریب و جوار کے دیہاتوں میں پھیلی تو جو عاشقان اہل بیت
 تھے امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہونے لگے تاکہ اپنی اپنی جانیں امام عالی مقام کے
 قدموں میں قربان کر دیں ادھر ابن سعد نے کمان سے پہلے تیر اہل بیت کے جوانوں پر چھوڑا
 اور کہا کہ سب گواہ رہو کہ امیر شام کے مخالفوں پر پہلے میں نے وار کیا ہے اور میں اس میدان
 کا سالار اعظم ہوں جب ابن سعد نے تیر کمان سے چھوڑ کر جنگ کی ابتدا کر دی تو شامی لشکر
 سے مسلم بن محرہ جو کہ نامی گرامی پہلوان تھا صف شکن تھا میدان میں آیا اور مبارز طلب کیا
 امام عالی مقام کی خدمت جو قریب کے گاؤں والے آ کر اپنی جانیں امام حق پر نچھاور
 کر رہے انہیں ایک وہب ابن عبداللہ کلبی کا واقعہ نقل کیا جاتا ہے جن کی عمر شریف ۱۸ سال
 ابھی شادی کو ۷ دن ہوئے آپ کی والدہ بیوہ ہیں جب وہب بن عبداللہ باہر کے کام سے
 فارغ ہو کر گھر پہنچتے ہیں تو اُن کی والدہ زار و قطار رو کر بیٹے کے گلے میں باہیں ڈال دیتی ہیں۔

نظم دربان

تجھے خونِ جگر اپنا پلا کر میں نے پالا ہے
 مرے نورِ تو ہی مرے گھر کا اُجالا ہے
 سلا یا ہے تجھے سوکھے میں میں گیلے میں سوئی ہوں
 یتیمی پر تری میں عمر بھر برجستہ روئی ہوں

تیر خاطر اٹھائیں میں نے تکلیفیں زمانے کی
 کر لی کوششیں ہمیشہ تجھ کو ہر غم سے بچانے کی
 جہاں میں خود کو کھو کر بیٹا میں نے تجھ کو پایا ہے
 بڑی مشکل سے یہ وقت جوانی تیرا آیا ہے

ترے والد تو تجھ کو چھوڑ کر کسمن ہوئے رخصت
 مگر میں نے نہ آنے دی تری جانب کوئی کلفت
 کیا قربان تجھے میں نے اپنے عیش و عشرت کو
 رکھا مد نظر ہر دم ترے آرام و راحت کو

وہب کی والدہ رو رو کے یہ اظہار کرتی تھیں
 ہر اک ہچکلی پہ بیٹے سے یہی اصرار کرتی تھیں
 سکون جان ہے تو ہی میری آنکھوں کا تارا
 جہان زندگی میں تو مرے دل کا سہارا ہے

فرمانبردار بیٹے کا بے چین ہو کر والدہ سے بے قراری کا سبب پوچھنا

اے مادر مشفق مہربان تمہارے پاک قدموں پر مری جاں قربان مری پیاری والدہ
 میں نے جب سے میدان عقل میں قدم رکھا ہے آج تک آپ کی نافرمانی نہیں کی اے مری
 مہربان ماں اپنی بے قراری اس گریہ زاری کا کچھ تو سبب بیان کرو اگر آپ کی بے قراری
 دور کرنے میں مری جان بھی صرف ہوگی تو میں دریغ نہیں کروں گا۔ وہب کی والدہ نے
 وہب کی زبان سے جب یہ کلمے سنے تو اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں اور روتے روتے
 فرمانبردار بیٹے سے کہا تجھے معلوم ہے مصطفیٰ ﷺ کے جگر پارے فاطمہ زہرا کی آنکھوں کے
 تارے بے سہاروں کے سہارے فاتح خیبر کے دلارے جگر گوشہ رسول فرزند بطول گلشن
 حیدر کے شگفتہ پھول تمام امت کے سردار اولیا کے تاجدار جنت کے مال و مختار کربلا کے تپتے
 ہوئے میدان میں خیمہ زن ہیں اور یزید ناخلف نے تین دن سے آل مصطفیٰ ﷺ کے لیے
 آپ ودانہ بند کر رکھا ہے ۸۲ بیاسی ہزار فوج خوں آشام کو ان کے خون میں نہانے کو میدان

کربلا میں جمع کر دیا ہے اے مرے پیارے بیٹے کیا تو اپنی ناچیز جان کو مصطفیٰ ﷺ کے لعلوں پر زہرا کے پالوں پر قربان کر دے گا فرما بردار بیٹے نے فوراً کہا ہمارے ایسے نصیب کہ ہم اپنی ناچیز جان کو اُن کے قدموں کروں یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ہم کو یہ موقعہ عطا فرمایا ہے مری پیاری والدہ اتنی مجھے اجازت دے دو کہ میں اپنی شریک حیات سے اجازت لے لوں کیونکہ ابھی اُس نے جی بھر کے مری جوانی کی بہار بھی نہیں دیکھی ہے والدہ نے کہا کہ بیٹا عورت نا فہم اور عیار ہوتی ہے ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں فریب دے کر عیاری کے جال میں گرفتار کر لے اور تم اس سعادت سے محروم رہ جاؤ وہب نے والدہ کی یہ بات سن کر عرض کیا کہ مادر مہربان اب تو دل میں عشق اہل بیت کا ایسا چراغ روشن ہو گیا ہے جسے دنیا کی کوئی بھی تیز تند آندھی نہیں بجھا سکتی وہب کی والدہ نے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیوی کے دام فریب میں نہ آجانا وہب نے جواب دیا کہ اگر اس راہ میں اُس نے کچھ رکاوٹ کی تو میں اسے آزاد کر دوں گا آپ بالکل مطمئن رہیں میں کسی فریب میں آنے والا نہیں یہ کہہ کر وہب اپنی دلہن کے پاس گئے اور اُس کے سامنے کربلا کا نقشہ کھینچ کر بتایا وہب کی دلہن نے خوش ہو کر کہا۔

وہب میدان جنگ میں

جب یزیدی فوج سالم میدان آ کر مبارز طلب کرتا ہے وہب بن عبد اللہ کلبی امام عالی مقام سے اجازت لے کر بے دین سالم کے مقابل میدان میں دلیرانہ شان سے سینہ سپر ہو جاتے ہیں جوانی کا شباب دشمن سے لڑنے کے لیے بے تاب کر رہا ہے۔

سوال و جواب

اجازت لے کے عبد اللہ کلبی آئے میدان میں

فضائے آسمان سے بجلیاں کوندیں بیاباں میں

کہا سالم نے کیا نام و نشان ہے خاندان کیا ہے

نہیں کیا تم میں کوئی باوجاہت نوجوان کیا ہے

یہ بہتر تھا کہ مرنے کے لیے وہ بد نصیب آتے
سر میدان زہیر آتے بریر آتے حبیب آتے
کہا سالم سے عبداللہ نے خاموش بے غیرت
غلاموں پر اٹھانا ہاتھ ہے اشرف کی ذلت
یہ سن کے فقرے عبداللہ کے جل بھن گیا سالم
بڑھا شمشیر لے کر ان میں غازی طرف ظالم
لگا تلوار پر تلوار برسائے مجاہد پر
مگر رو کیا غازی نے ہر اک وار بد اختر
مثال شیر پھر میدان میں اک بار غازی نے
عدو کے سر پہ ماری کھینچ کر تلوار غازی نے
پڑی تلوار خود پر اور خود کو کاٹ کر نکلی
کیے سر کے بھی دو خون جگر کو چاٹ کر نکلی
صفائی وہ دکھائی تیغ عبداللہ نے ان میں
کہ ہل چل مچ گئی ہیبت سے ہر جافوج دشمن میں
سپاہ شام نے حکم عمرو بن سعد سے بڑھ کر
کیا چاروں طرف سے حملہ عبداللہ کلبی پر
یہ دیکھا جنگ کا نقشہ تو عبداللہ کو بی بی
سر میدان چلی آئیں مدد کو اپنے شوہر کی
کہا شوہر نے واپس جاؤ اے بانوئے با عزت
ہو مرے سامنے جنگ آزما تم مری ہے ذلت
شہہ دیں بھی عبداللہ کی بی بی کو سمجھایا
سنایا حکم قرآن جنگ کے میدان سے لوٹایا
عجب جوش جہاد حق عجب شوق شہادت تھا
کہ مستورات کو بھی عرصہ پیکار جنت تھا

عبداللہ کلبی اور میدان جنگ

بڑھا جوش شجاعت قلب عبداللہ غازی میں

رہا مصروف یہ جانباز ہم ترک نازی میں

بہت سے کوفیوں کو شامیوں کو جان سے مارا

پھرے منہ دشمنوں کے جنگ سے اس شان سے مارا

رضائے حق میں کھا کر زخم رہ کر صابر و شاکر

شہید فی سبیل اللہ عبداللہ ہوئے آخر

وہب بن عبداللہ کا دشمنوں نے سر قلم کر کے خیمے کی حدود میں پھینک دیا آپ کی والدہ

نے سر کو دوڑ کر اٹھایا اور اپنے سینے سے لگایا شہید حق کی پیشانی کو چوما اور خیمے کے اندر لے کر

آئیں وہب کی بی بی سر کے قریب آ کر پروانہ وار اپنے بہادر شوہر کے سر پر قربان ہو جاتی

ہے اور روح جسم نازنین سے پرواز کر کے خُلد میں اپنے شوہر کے پاس پہنچ جاتی ہے وہب

بن عبداللہ کلبی کی شہادت کے بعد ایک بار پھر امام عالی مقام نے شامی فوج سے خطاب کیا

اور پھر ایک صلح و امن کی کوشش کی تاکہ تاریخ عالم شاہد رہے کہ شہد دین نے آخری دم تک صلح و

امن کی کوشش کی اور ہر چند یہ چاہا کہ شامی کوئی دوزخ سے بچ جائیں لیکن دوزخ ان کی

قسمت مقدر ہو چکا تھا ان کے قلوب پر رب کائنات نے مہر لگا دی تھی اُن کی آنکھوں پر

شیطان نے غفلت کے پردے ڈال دیئے تھے اور اُن کے کان حق سننے کے لیے بند تھے ان

کا ہدایت پر آنا غیر ممکن ہو گیا تھا ادھر قرب و جوار کے دہاتوں میں جو نونہالان مصطفیٰ کے

فدائی تھے یک بعد دیگر امام عالی مقام اور شامیوں میں حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اپنی جانبازی

کے خوب جوہر دکھاتے ہیں بہت سے کوفیوں اور شامیوں کو دار و فہ دوزخ کے سپرد کر کے خود

بھی شہادت کا جام نوش فرما کر ہمیشہ کے لیے زندہ حاصل کرتے ہیں ایسی زندگی جسے کے

لیئے پھر موت نہیں ایسی زندگی کہ جس زندگی میں ہر وقت اللہ جل شانہ کا دیدار حاصل ہو اور

طاقت پرواز فرشتوں سے کہیں بڑھ کر ہو ایسی زندگی کہ جس زندگی کی خود زندگی دینے والا

تعریف کے اب کوئی قرب و جوار کا شیدائی باقی نہیں۔

دعائے زمین کربلا

زمین کربلا نے ذات باری سے دعا مانگی
کہ حق سے دائم عزت و عظمت بر ملا مانگی

بعد آہ و فغاں کی التجا اے حضرت باری
جہاں میں ہو چکی مری بہت ہی ذلت و خواری

یہ مانا ہے جہنم کو بھی نفرت نام سے مرے
ٹپکتا ہے کہو ذرات خون آشام سے مرے

یہ مانا ہے جہنم ذرہ ذرہ مری وادی کا
یہ مانا میں ہوں مرکز دو جہاں کی نامرادی کا

یہ مانا باعث تنگِ زمانہ مری ہستی سے
یہ مانا مجھ پہ ذلت اوج گردوں سے برستی ہے

یہ مانا میں ہوں مجموعہ جہاں بھر کی بُرائی کا
بجا ہے مجھ پہ طعنہ اے خدا تری خدائی کا

مگر یہ ذلتیں آخر الہ العالمیں کب تک
رہے گی خوار و رسوا کربلا کی سرزمین کب تک

ازل سے آج تک ساری خطاؤں کی سزا دے دے
مجھے تعزیر جو مرضی ہو تری اے خدا دے دے

مجھے منظور ہر پاداش ہے اے خالق اکبر
مگر رحمت سے اپنی مرے مستقبل کو روشن کر

مرے تاریک ماضی کا مجھے نعم البدل دے دے
مجھے عشق شہید پیغمبراں اے عزوجل دے دے

نبی کا عشق اہل بیت کی سچی محبت دے
کرم سے اپنے حق آلِ عبا کی مجھ کو الفت دے

زیارت گر نہیں ہے رحمت عالم کی قسمت میں
مجھے رکھ آل پیغمبر کی ارمان زیارت میں

نثار آل اطہر کربلا کا ذرہ ذرہ ہو
قدم بوسی حسینؑ ابن علیؑ کی روز مرہ ہو

بنے ہر ذرہ مری خاک کا فردوس نظارا
شہیدان محبت کا بنا دے مجھ کو گہوارا

رہے ہر لعل زہرا کا ابد تک مرے داماں میں
مرا چہرہ ہو رنگیں سرخی خون شہیداں میں

مجھے دے دے خداوند شہیدان رسالت کو
سمٹ کر آئے دنیا ہر طرف سے مری زیارت کو

الہی اب یہ مری التجا مقبول فرمالمے
دعائے کربلا کو اے خدا مقبول فرمالمے



باب نمبر 17

کربلا میں امام عالی مقام کی کرامات

چنانچہ ابھی گفتگو جاری تھی کہ ابن اشعث نے کہا کہ اس وقت یہ مسئلہ درپیش نہیں آپ جنگ کے لیے کسی کو میدان میں بھیجئے اور گفتگو ختم فرمائے امام حق نے فرمایا میں حجیت ختم کرنا چاہتا ہوں کہ مری طرف سے اس جنگ کو ختم کرنے کوئی تدبیر باقی نہ رہ جائے یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ مالک ابن جوزہ اپنے گھوڑے کو بڑھا کر صف اسلام کی طرف اور خندق میں جو حفاظت کے لیے آگ جلائی گئی تھی اُس کو دیکھ کر اس گستاخ بد باطن نے کہا کہ اے حسینؑ تم نے تو دوزخ کی آگ پہلے ہی اپنے گرد آگ لگالی اُس کے جواب میں امام عالی مقام نے فرمایا کذبت عدو اللہ اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے مالک ابن جوزہ کی کمینہ حرکت مسلم بن عوسجہ خطیب کوفہ کو جوش آیا اور چاہتے تھے کہ ملعون کو تیر کا نشانہ بنائیں لیکن سرکار نے منع فرمایا تیری جرات قلب کا مرہم بھی مرے پاس ہے یہ کہہ دعا کے لیے دست عالی اٹھائے اور رب سے کہا کہ اے رب کائنات اس مردک کو عذاب نار سے پہلے دنیا میں ہی عذاب آتش میں مبتلا کر امام دوسرا کی زبان پاک سے یہ کلمے نکلے ہی تھے اُس ناری کا گھوڑا چکا اور اس کو جلتی ہوئی خندق کی آگ میں ڈال دیا اور نار جہنم سے پہلے نار دنیا میں جل کر نار دوزخ میں پہنچا اس اثنا میں ایک ناری اور آیا اس نے بھی گستاخی کی اور کہا کہ حسینؑ تمہیں (دوسری کرامت) پیغمبر خدا سے کیا ثابت یہ کلمہ امام حق کو تکلیف دہ تھا آپ نے اس کے لیے بھی بددعا کی اور کہا یا رب اُسکو عذاب کی ذلت میں گرفتار کر ابھی دعا نہ ہوئی تھی کہ اس کو قضائے حاجت ہوئی اور وہ گھوڑے سے اتر کر قضائے حاجت کے لئے بیٹھا تو ایک زہریے سیاہ بچھونے اُس مردود کے ڈنک مارا جس کے سبب وہ نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا اور نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ تمام لشکر کے سامنے اسی حالت میں داروغہ دوزخ کو جان دے اس پر بھی فوج یزید سیاہ بخت کو عبرت نہ ہوئی۔ (تیسری کرامت) ایک اور بے دین نے میدان میں آن کر کہا کہ نہر فرات کیسے موجیں مار رہا ہے اور تمہیں اس کا ایک قطرہ بھی نہ ملے گا امام عالی

مقام نے اُس کے حق میں فرمایا اللہم متہ عطشاً۔ اے رب اس کو پیاسا مارا اچانک مزنی کا گہوڑا چمکا اور اس کو لے کر بھاگا یہ اسکو پکڑنے کو پیچھے دوڑا یہاں تک کہ اُس پر پیاس غالب ہو گئی اور العطش العطش کی چیخیں مار مار کر تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو گیا امام عالی مقام نے یہ بات ظاہر کر دی کہ اللہ کی بارگاہ میں ان کی مقبولیت کا یہ عالم ہے۔

بریر ابن خضیر کی شہادت میدان کربلا میں

اسی اثنا میں جنوں کا سردار جعفر شہہ دین کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے شامی فوج سے لڑنے کی اجازت طلب کرتا ہے امام عالی مقام اُس کو اپنا تصرف اور اختیار دکھا کر واپس کر دیتے ہیں یگانہ ایک لشکر یزید سے یزید ابن معقل لکارتا ہوا میدان میں آتا ہے اور مقابلے کے لیے بریر ابن خضیر کو بلاتا ہے بریر ابن خضیر امام دین سے اجازت لے کر فوراً اُس کے مقابل جاتے ہیں تین دن کے بھوکے پیاسے تھے یزید ابن معقل نے یہ سمجھا کہ بھوک و پیاس کی وجہ سے یہ پریشان ہوں گے تو بریر ابن خضیر نے پوچھا کیا حال ہے مردِ غازی نے اُس کے جواب میں کہا کہ اللہ کا لشکر ہے اُس کا لاکھ احسان ہے مرے پاس دولت ایمان ہے میں بہت شاد ہوں اس پر ناری نے کہا کہ بریر تو جھوٹا ہے اور ہمیں بے ایمان دار بتاتا ہے بریر نے کہا تیری بے ایمانی تو خود ظاہر ہے یہ سن کر وہ جھلا گیا اور کہا کہ اے نہر فرات کے پانی کے محتاج۔

یہ کہ کر کھینچ لی تلوار غازی کی طرف جھپٹا

مگر اُس کو بھی نماز نے بہت ڈانٹا بہت ڈپٹا

بجائے تیغ کے نیزہ لیا ابن معقل نے

بریر پاک بھی خنجر بکف آگے گلے چلنے

کہا اللہ اکبر تیغ چھوڑی سر پر موزی کے

کیئے اک وار میں سر اور خود سر کے بھی دو ٹکڑے

رضی فرزند منافذ نے کہا پہلو کا چیر دیں سینہ

مگر غازی نے دے مارا زمیں پر اُس کو ٹھکرا کر

ارادہ تھا کہ خنجر سے رضی کا چیر دیں سینہ
 کہ آکر لعب بن جابر نے پیچھے سے بھد کینہ
 کیا پشت بریر پاک سے دل پر وار نیزے کا
 غضب تھا جاں ستاں زخم جگر افگا نیزے کا
 بریر اٹھنے نہ پائے کہ فوراً کعب نے بڑھ کر
 چلایا تیز دستی سے گلوئے ناز پر خنجر
 رہی قائم نہ یہ زور آزمائی چند ساعت بھی
 ہوئے واصل بہ حق آخر بریر پاک طینت بھی
 ملامت کعب پر کی کعب کی بی بی نے جھلا کر
 کہا میں عمر بھر تجھ سے نہ اب بولوں گی غارت گر
 کیا دھوکے سے تو نے قتل اک غازی مجاہد کو
 کہاں اب پائیں گے ہم ایسے زاہد ایسے عابد کو

شہادت عمر بن قرظہ

حضرت بریر بن خضیر کی شہادے کے بعد عمر بن قرظہ انصاری امام عالی مقام سے
 اجازت لے کر میدان میں آتے ہیں اور اپنی قوت ایمانی کے خوب جوہر دکھتے ہیں جو بے
 دین آپ کے مقابل آتا ہے وہ دوزن کو چلا جاتا ہے لشکر اعدا پر آپ کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے
 اور آپ اپنے گھوڑے برق رفتار کو چمکا کر بجلی کی طرح فوج شام پر حملہ آور ہوتے ہیں کشتوں
 کے پشے لگا دیتے ہیں اعدا میں ابتری پھیل جاتی ہے چاروں طرف سے آپ نیزے اور
 تیروں کا مینہ برس رہا ہے اور آپ ذوق جہاد عشق حق میں جسم پاک پر تیروں اور نیزوں کے
 سینکڑوں زخم کھاتے ہیں اور ہمت سے بے دینوں کو جہنم کا راستہ دکھلا کر خود شہادت کا ساغر پی
 کر جاں بحق ہو گئے شہید عشق کا برادر جو لشکر اشرار میں شاکل تھا اہل بیت سے لڑنے کو
 میدان آتا ہے ابھی اچھی طرح میدان آ کر کھڑا بھی نہ ہوا تھا کہ نافع مرادی نے اس پر تلوار
 کا دار کیا اور زخم کاری لگا کر گھوڑے سے نیچے گرا لیکن اُس کے ہمراہی اُس کو اٹھا کر لشکر میں

عذاب زندگی باقی تھی۔

مکالمہ خُر اور ابن سعد

حضرت خُر بن یزید رباحی کا یہ عالم ہے کہ چہرہ زرد ہے آنکھوں میں آنسوؤں بھرے ہوئے ہیں بدن بار بار کانپتا ہے بے قراری کے عالم میں کبھی لشکر مینہ کی طرف جاتے ہیں کبھی میرے کی طرف نہایت بے چین پریشان خاطر ہیں کہیں بھی چین نہیں آتا جب آپ کو اس عالم میں دیکھا تو آپ کے بھائی مصعب بن یزید جو عمرو بن سعد کے قریب کھڑے ہیں پوچھتے ہیں کہ اے بردار آپ مشہور جنگ آزما ہیں مرد میدان تنہا ہزاروں تلوار چلانے والے ہیں آپ کی بہادری کے تمام عرب میں چرچے ہیں لیکن آج آپ اتنے کبیدہ خاطر کیوں ہیں اور آپ پر اس قدر خوف و ہراس کیوں غالب ہے خُر نے کہا کہ برادر مصطفیٰ کے فرزند سے جنگ ہے اپنی عاقبت سے لڑنی ہے میں بہشت و دوزخ کے درمیان کھڑا ہوں دنیا پوری قوت کے ساتھ مجھ کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور دوزخ میں ڈالنا چاہتی ہے مراد دل اس ہیبت سے کانپ رہا ہے یہ بات سن کر ابن سعد بولا خُر تمہیں یہ باتیں زیبا نہیں دیتیں تم ایسی باتیں کرتے ہو کہ جن کو سن کر ہمارے لشکر کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور ہمیں شکست کا منہ دیکھنا پڑے گا خُر نے عمر سے یہ بات سنی تو نہایت طیش میں آ کر کہا۔

ابن سعد کو خُر کا جواب دینا

کہا خُر نے کہ ابن سعد دنیا تجھ پہ غالب ہے
تجھے رے حکومت چاہیے تو رے کا طالب ہے
مسلمان ہو کے تو بہ ہم لڑیں سبط پیغمبر سے
یہ بہتر ہے کہ خود ہی کاٹ لیں سر اپنا خنجر سے
لڑیں ہم اپنے سلطان جہاں افروز سے پہلے
ہمارے ہاتھ ہو جائیں کاش اُس روز سے پہلے

امامِ حق سے لڑنا ہے شہد لولاک سے لڑنا
تمام احکامِ قرآنِ خدائے پاک سے لڑنا

حسین ابنِ علی کی کون سی درخواست بجا ہے
امان دینے میں اُن کو سلطنت کا کیا بگڑتا ہے

بیانِ حُر پہ ابنِ سعد بولا آہ کیا کہیئے
کس سے قصہ جو عبید اللہ کیا کہیئے

وہ ظالم فیصلے کی بات سنا ہی نہیں کوئی
نہیں نزدیک اُس کے وقت احکام میں کوئی

حُر خدمت امام میں

قرب و جوار کے جانثار اپنی جانیں قربان کر چکے ہیں امامِ عالی مقام میدان میں جلوہ
فرما ہیں ادھر حُر کی بے قراری دیکھنے والوں کو بھی بے قرار کیے دیتی ہے حضرت حُر ابنِ سعد
سے مصروف گفتگو ہیں اسی اثنا میں امامِ عالی مقام کی آواز آتی ہے کہ کوئی ہے جو اہل بیت پر
اپنی جان قربان کرے اور شہنشاہ رسالت کی بارگاہ میں سرخ روئی حاصل کرے یہ وہ صدا
تھی کہ جس نے حُر کے پاؤں میں جو ناامیدی کی بیڑیاں پڑیں تھیں ان کو کاٹ ڈالا دام
کشکش سے حُر کو نکالا دل کو قرار بخشا روح کو اطمینان ہوا کہ شہزادہ کونین امامِ حسینؑ میری
پہلی جرات سے چشم پوشی فرمائیں تو عجب نہیں کریم نے کرم سے بشارت دی ہے۔ جان فدا
کرنے کے ارادے سے چل پڑوں یہ تصور باندھ کر گھوڑے کو دوڑایا اور امامِ عالی مقام کی
خدمت میں حاضر ہوئے اور گھوڑے سے اتر کر نیا مندوں کی طریقہ پر رکاب کو بوسہ دیا اور
نہایت ادب سے عرض کی اے فرزند رسول گھر گوشہ بتول میں وہی حُر ہوں جو پہلے آپ کے
مقابلے کو آیا تھا اور آپ کو۔

حضرت حُر کی جانبازی

اس میدان میں بیابان میں روکا اپنی اس جسارت و مبارزت پر نادمِ خجالت سے نظر نہیں

اٹھتی آپ رحمت اللعلمین کے فرزند ہیں آپ فاتح خیبر کے دلہند ہیں جو دشمنوں کو معاف کرنے والے ہیں آپ کی کریمانہ صدا سن کر ناامیدی گھٹا چھٹ گی حاضر خدمت ہوا ہوں آپ کے کرم سے کیا بعید ہے کہ عفو جرم فرما کر اپنے قدموں پر جان قربان کرنے کی اجازت دیں امام عالی مقام کے یہ عقیدت مندانہ خُر کے فقرے سنے تو نہایت شفقت سے خُر کے سر پر دست کرم رکھا اور فرمایا کہ بارگاہ خداوندی میں اخلاص مندوں کی توبہ قبول ہے میں نے تیری تقصیر معاف کی اور حصول سعادت کی اجازت دی خُر اجازت لے کر میدان کی طرف بڑھے ہی تھے کہ خُر کے بھائی مصعب بن یزید رباحی دور خُر کے فرزند علی و عثمان بھائی نے کہا کہ ارے برادر تم تو اکیلے ہی سعادت کی دولت لوٹنا چاہتے ہو ہم کو چھوڑ کر چلے آئے اب ہم کو بھی اس سعادت کی دولت میں شریک کر لو خُر اپنے بھائی اور فرزندوں کو لے کر پھر امام عالی مقام کی خدمت میں آتے ہیں اور ان تینوں کا نام بھی جانثارانِ اہل بیت میں رقم ہو جاتا ہے۔ خُر پھر میدان میں آتے ہیں یہ حال ابن سعد کو بڑی حیرانی ہوئی اور اس کے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور گھبرا اٹھا صفوان کو بلایا اور کہا کہ مجھے تری علقل مندی پر فخر ہے جا اور خُر کو جس طرح ہو واپس لا اگر وہ واپس نہ آئے تو کسی ہیلے سے اس کو قتل کر دے تجھے منہ مانگا انعام دوں گا صفوان چلا اور میدان میں جا کر خُر سے ملا اور کہنے لگا کہ اے تری دانائی پر ہم کو ناز تھا مگر آج تو یہ کیا دانائی کی کہ چند بھوکے پیاسے مسافروں میں لشکر جرار کو چھوڑ کر یزید کے انعام سے منہ موڑ کر شامل ہو گیا سمجھ سے کام لے اور واپس چل اور امیر شام کو خوش کر خُر نے کہا کہ اب واپس نہیں جاسکتا صفوان نے پوچھا کیوں خُر نے کہا۔

کیوں چھوڑ کے دیں فوج میں گمراہ کی آؤں
حاکم کو ہنساؤں میں محمد (ﷺ) کو زلاؤں

کیا حاکم دنیا کا احساس کروں میں
اور زہرا کے رونے کا نہ کچھ پاس کروں میں

حضرت خُر عرصہ گاہ جنگ میں

حضرت خُر نے کہا کہ اے صفوان یزید ناپاک ہے حسینؑ ابن علی پاک ہے ریحان شہہ

لولاک ہے صفوان یہ بات سن کر جل گیا اور باتوں ہی باتوں میں خُر کے سینے پر نیز مارا خُر نے اُس کا نیز چھین کر اُس پر وار کیا اور نیزے کو اُس کے سینے کے پار کیا صفوان کے دو بھائی ایک ساتھ خُر پر حملہ آور ہوئے خُر نے اُن کو مار ڈالا پھر وہاں سے پھر کر امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ سرکار اب مجھ سے راضی ہیں امام حق نے فرمایا میں تجھ پر راضی ہوا تو آزاد ہے کہ جیسا کہ تیری ماں نے ترانام خُر رکھا ہے۔

یہ مژدہ سن کے خُر میدان میں شیرانا وار آیا
سپاہ کوفہ سے لڑنے کو فی شہسوار آیا

شجاعت خُر کی پہچانی ہوئی تھی دیکھی بھالی تھی
پیام مرگ اُس کے ہاتھ تیغ ہلا لی تھی

کوئی سردار تنہا خُر سے لڑنے کو نہ تھا مائل
سپہ سالار نے یلغار پر سب کو کیا مائل

علم تلوار کی خُر نے لیا ایک ہاتھ نیزہ
جو آیا زد پہ پس کر بارِ خنجر سے ہو ریزہ

کبھی تلوار بجلی سی کسی جانب چمکتی تھی
کبھی برچھی مخالف کو اجل کی طرح تکتی تھی

صفوں میں ابتری پھیلی سراسمہ سب ہوا لشکر
بہادری دیکھ کر خُر کی شجاعت کھا گئے چکر

ہوئی ناکام یورش یہ سپاہ سے سروپا کی
نہ آئی کام دشمن کی سبکدستی و چالاکی

یزید ابن علی سفیان بڑھا اعدا کے لشکر سے
ہوا فی النار لے کر تیغ خُر گرتی تھی گردن پر

ہٹی پیچھے ہزیمت کھا کے فوجِ شام میدان سے
ہوئے واپس بہادر ہو کے سب ناکام میدان سے

بڑھے شمر و عمر غیرت دلائی سارے لشکر کو
 کہا نرغہ لے لو بزدلو تم دلاور کو
 ہزاروں تم ہو میذاں میں وہ تھا ہے اکیلا ہے
 تمہاری فوج دریا موج میلا ہے جھیلا ہے

جو تم چاہو تو دم بھر میں مجاہد کو فنا کر دو
 اڑاؤ خاک گر مل کر تو جنگل خاک سے بھر دو

حضرت خُر کی شہادت

دوبارہ ہو گیا یہ باتیں سن کر مشتعل لشکر
 اٹھے ہاتھوں میں لے کر ایک دم پھر نیز و خنجر
 اکیلے پر ہزاروں وار ہر جانب سے ہوتے تھے
 مگر خُر شیر کے نعرے حواس و ہوش کھوتے تھے
 غرض تاب و توانائی نے جب تک رہنمائی کی
 چمکتی رہی تلوار میڈیاں میں فدائی کی
 اکیلی جان پر حملہ تھا مہم ہر سپاہی کا
 تھا چکنا چور تن زخموں سے خُر ابنِ رُبا کا
 قصور ابنِ کنا منہ نے کیا حملہ برابر سے
 صدائے یا علی نکلی لبِ خُر دلاور سے

امام دوسرا لبیک کہ کر بے قرار آئے
 پیئے تلقین صبر و ضبط سوئے جانثار آئے

امام عالی مقام خُر کو اٹھا کر خیمے میں لائے اور اُس کے سر کو اپنے زانوں پر رکھا اپنے
 دامن سے چہرے کا گرد و غبار دور فرمانے لگے ابھی رتق جان باقی تھی ابنِ زہرا کے مہکتے
 ہوئے پھول کی دامن کی خوشبو خُر کے دماغ میں پہنچی ہے مشام جاں معطر ہو گیا آنکھیں کھول
 دیں دیکھا کہ ابنِ رسول کی گود میں سر ہے اپنے مقدر پر ناز کرتا ہوا فردوس کو روانہ ہوا حضرت

خُر کے بھائی فرزندوں نے جامِ شہادت نوش کیا اور فردوسِ بریں میں جا کر ملیں ہو گئے ادھر افواجِ شامی کے خُر کی شجاعت نے میدانِ جنگ پیر اکھاڑ دیئے تھے عمر بن حجاج نے فوج کو غیرت دلائی اور کہا کہ

تمہیں اے کوفیو اے شامیو کس بات کا ڈر ہے
مقابل میں تمہارے کیا کوئی شیروں کا لشکر ہے

ہو تم بھی آدمی ہاں آدمی ہیں یہ مسلمان بھی

وہ ہیں بے ساز و ساماں ہے تمہارے پاس ساماں بھی

وہ ہیں تعداد میں اس درجہ کم گردل سے چاہو تم

تو اک اک کنکری سے خاک میں اُن کو چھپا دو تم

مخالف جو خلافت کا ہے اُس کا قتل واجب ہے

تساہل کیوں ہے دشمن کا مٹا دینا مناسب ہے

نہیں خطرہ کوئی اصلا عدو کے فتنہ و شر کا

مٹا دو خلق سے نام و نشاں اولادِ حیدرؐ کا

عمر بن حجاج کی بکو اس کا جواب

کہا حضرت نے سُن کر عمر بن حجاج کا خطبہ

کہ اے بے گانہ دیں نا مسلمان مرد کم رتہ

مجھے کہتا ہے تو باغی مجھے بیدیں بتاتا ہے

خدا نا آشنا ایماں کو مرے آزماتا ہے

امیرِ شام تو کہتا ہے جس کو اے جفا پیشہ

آمارت سے ہے اُس کی ملتِ برحق کو اندیشہ

وہ ہے بیدین ناواقف ہے احکامِ شریعت سے

نہیں اُس کو غرضِ مطلق و قارِ دین و ملت سے

وہ فاسق ہے وہ فاجر ہے وہ ظالم ہے وہ جابر ہے
ہر اک کردار اُس مغرور کا دیتا میں ظاہر ہے

پہلا حملہ عمر بن حجاج کا خیمہ پر..... خیمہ اہل بیت پر یورش

عمر بن حجاج جب امام عالی مقام سے یزید ناخلف کے کردار کا خلاصہ سنا تو امام حق نظر کے سامنے ہٹ گیا اور لشکر کو خیمہ پاک پر حملہ کرنے کو کہا حکم پاتے ہی شامی فوج خیمہ کی طرف بڑھی سواروں گھوڑوں کو دوڑا دیا جب لشکر اعدا کو خیمہ کی طرف بڑھتے دیکھا تو مسلم بن عوسجہ خطیب کوفہ کو تاب نہ رہی اور فوراً تیغ آبدار کو ہاتھ میں سنبھالا یا علی کہ کربلی کی طرح افواج اعدا پر ٹوٹ پڑے جدھر رخ کیا لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے لشکرِ شام کے جو بہارتھے اُن کے چھلکے چھڑا دیئے سو رماؤں کا میدان سے منہ پھیر دیا خطیب کوفہ کبھی دشمن کو تلوار سے دوزخ کی راہ دکھاتے کبھی نیزے کی نوک پر دشمن کو اٹھا کر ستر میں پہنچا عزازیل کی خوب چاندی ہو رہی تھی فوج شام بدحواسی کے عالم میں لڑنا بھول گئی اور ہر اک کوئی اپنی اپنی جان بچانے کی فکر میں لگا ہوا تھا جب یہ عالم عمر بن حجاج نے دیکھا تو تیر اندازوں کو حکم دیا کہ مسلم پر چاروں طرف سے تیروں کی بارش کر دو پکا ایک پانچ سو تیر اندازوں نے مسلم بن عوسجہ پر تیروں کا مینہ برسانا شروع کر دیا خطیب کوفہ زخموں سے چور چور ہیں لیکن میدان میں آپ کی بہادری کی شان میں کوئی فرق نہیں آیا۔

مسلم بن عوسجہ کی شہادت

عیاں شہ زوری مسلم کے میدان میں ہوئے جوہر
کہ سارا عمر بن حجاج کا پسا ہوا لشکر
ادھر چھا گئے ہزیمت خوری غارت گرنے ڈھب سے
ادھر مسلم گرے کمزور ہو کر پشت مرکب سے
حبیب ابن مظاہر دوڑ کر فوراً وہیں پہنچے
زیارت کو شہید ملتِ حق کے قرین پہنچے

امام حق بھی تھے جلوہ نما مسلم کی بائیں پر
تھے مسلم جاں بلب باب شہادت پر کیئے خم سر

کہا حضرت نے رہنا اے حبیب باصفا شاہد
جناں کی اُن کو دیتا ہے خبر یہ بندہ واحد

رکھا ابن مظاہر نے سر مسلم کو زانوں پر
بشارت خلد کی دی آپ کو منجاب سرور

سنا جنت کا مژدہ آنکھ کھولی ہنس کے مسلم نے
اشاروں میں کہا از خود حبیب ابن مظاہر سے

امام دوسرا کا حق جہاں تک ہو ادا کرنا
سپاہ شام سے لڑ کر خدا کی راہ میں مرنا

یہ کہ کر ہو گئے تشنہ دہن واصل بحق مسلم
غرض صبر و سکون کا دے گئے سب کو سبق مسلم

شہادت پائی آخر سر فروش دین و ملت نے
نوید مغفرت مسلم کو دی حواری جنت نے

دوسرا حملہ خیمہ پاک پر عرزہ بن قیس کا

سپہ سالار سے عرزہ بن قیس نے کہا کہ فوج کا نقشہ بدل گیا ہے ہزاروں قتل ہو گئے ہیں
اور ہزاروں زخمی ہیں تیر اندازوں کو حکم دیجئے کہ آگے بڑھ کر خیمہ اہل بیت پر حملہ آور ہوں
ابن سعد نے فوراً تازہ تیر اندازوں کی فوج کو آگے بڑھایا اور خیمہ پر حملے کا حکم دیا اہل بیت
کے مجاہد اس وقت صرف ۳۲ بتیس تھے انہوں نے افواج شامی پر یکبارگی بھوکے شیروں کی
طرح حملہ کیا اور اعدا کے کوشکت کھا کر پیچھے ہٹنا پڑا اس کدو کاوش میں۔

تیسرا حملہ خیمے پر شمر کرتا ہے

اور پسپا ہو کر میدان سے ہٹ جاتا ہے سرفروشان حق کی بہادری دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتا ہے۔

چوتھا حملہ ابن سعد کا خیمہ اطہر پر

جب تیر اندازی بھی بے کار ثابت ہوئی تو ابن ایک اور بد تدبیر نکالی اور فوج سے مخاطب ہوا کہ تم اگر لڑنے سے عاجز ہو تو خیمے شعلہ باری کرو اور دشمنوں کو جلا کر خاک کر دو افواج شامی فوراً شعلہ باری آماد ہو گئی یہ باتیں یہ حالات صاف ظاہر کرتے ہیں کہ امام عالی مقام کو میدان کربلا میں بہت سی بار فتح و نصرت حاصل ہوئی جب شکست خوردہ فوج شام شعلہ باری پر اتر آئی تو امام دین نے ابن سعد سے کہا کہ تم اسی بل بوتے میدان میں لڑنے کو آئے ہو کہ مردوں کے سامنے نہیں آتے اور مستورات پر حملہ کرتے ہو توف ہے تمہاری بہادری پر اے بز دلی تجھے کس نے سپہ سالار بنایا تم ہزاروں مل کر چند مردوں سے نہیں لڑ سکتے ابن سعد یہ سن کر شرمندہ ہوا اور وہ خاموش ہو کر پیچھے ہٹ گیا کوئی جواب نہ دیا۔

مگر شمر لعین ہر گز شرارت سے نہ باز آیا

شر لے کر قریب خیمہ شاہ مجاز آیا

قسم کھائی کہا ظالم نے خیمے کو جلا دوں گا

نشان اہل بیت پاک دنیا سے مٹا دوں گا

امام پاک نے اس کی طرف پھیرا رخ روشن

رہا قائم مگر اپنی ہی ضد پر شمر ذی الجوشن

حمید و شیث سرداران، کوفہ نے بھی سمجھایا

مگر شمر لعین آتش فشانے سے نہ باز آیا

زہیر پاک لے کے ساتھ اپنے دس جوانوں کو

بڑھے تلوار لے کر روکنے ان سخت جانوں کو

گر یہ دس مجاہد مثل بجلی فوج اعدا پر

رکھا تیروں کی زد پر دشمنوں کو جوش میں آ کر

کیا حملہ سیاہ شمر پر اس تیز دستی سے

مٹایا بے شمار اشرار کو دم بھر میں ہستی سے

ہوئے دوزخ کی جانب سینکڑوں شامی رواں دم میں
بہت سوں کے زمانے سے مٹے نام و نشان دم میں

ابو عرزہ ضیابی شمر کی افواج کا افسر
ہوا فی النار ابن قیس کی زد کا مزہ چکھ کر

ہزیمت خوردہ شمر بے حیا میدان سے بھاگا
یہ شیطان مجسم سایہ رحمان سے بھاگا

ابتدائے جنگ مغلوبہ نماز جمعہ کا اہتمام

میدان کربلا میں سحر سے لڑائی جاری ہے شامی افواج کے ہزاروں سپاہی کے ہزاروں سپاہی ہلاک ہوتے ہیں لیکن انہیں کمی محسوس نہیں ہوتی اور جانثاران اہل بیت میں دس افراد کی شہادت سے ہی قلت ظاہر ہو رہی ہے دن ڈھل چکا ہے امام عالی مقام کو نماز جمعہ ادا کرنے کا خیال آتا ہے شامہ اور صامدی نے ادب سے گزارش کی کہ نماز جمعہ باجماعت ادا کیجئے اللہ اللہ یہ ذوق نماز شوق عبادت حق جو انان اہل بیت کی اُس نماز پر ہماری ساری نمازیں قربان شامہ نے کہا کہ سرکار یہ نماز جماعت ہماری آخری نماز جماعت ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اُس نے عبادت و شہادت کی دونوں نعمتیں ایک ساتھ ہی عطا فرمادیں الغرض نماز نہایت خوشوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں بعد نماز کے امام عالی مقام رب سموات سے دعا کرتے ہیں کہ اے رب جہاں تیری بارگاہ ان مرے جانثاروں اور مری قربانی پیش ہے مولا قبول فرمانا اور اس قربانی کے بدلے مری نانا جان کی گہنگار امت کو بخش دینا۔

شہادت حبیب ابن مظاہر

ادھر شامی بھی نماز جمعہ ادا کرتے تھے حصین ابن نمیر بے دین تقریر کرتا ہے کہ جو امیر شام کے مخالف ہیں اُن کی بارگاہ الہی میں قبول نہیں کیونکہ ملت اسلام کے باغی کی نماز نہیں اور حسین ابن علی ان کے ہمراہی سب امیر شام ملت اسلام کے باغی ہیں حبیب ابن مظاہر نے یہ فقرے سن کر کہا او بے دین دشمنانِ مصطفیٰ ﷺ کی نماز مقبول ہو اور جانان

مصطفیٰ ﷺ کی نماز غیر مقبول یہ سن کر حصین بھی جل گیا اور لشکر کو اشارا کیا کہ حبیب پر چاروں طرف سے حملہ آور ہوں فوج شام ایک بار حبیب ابن مظاہر پر ٹوٹ پڑتی ہے حبیب ابن مظاہر بھی شیرازہ وار بیدین حصین پر تلوار کھنچ کر جھپٹے اور وار کیا حصین ملعون پیچھے ہٹا اور تلوار گھوڑے کی ٹانگوں پر پڑی اور اگلی دونوں ٹانگوں کو کاٹ ڈالا حصین بے حیا زمین اوندھے منہ گرا اچانک بدیل ابن مزیم نے حبیب پر وار کیا حبیب نے اُس کا وار رد کر کے ایک ایسی تلوار ماری کہ بدلیل ابن مریم کے دو ٹکڑے ہو کر زمین پر ٹپنے لگا یکا یکا ایک تسمی نے عقب سے آ کر حبیب پر وار کیا زخم کاری لگا زخم کھا کر حبیب ابن مظاہر نہایت جوش میں تسمی کی طرف پلٹتے ہیں۔

امام عالی مقام حبیب کے باتیں پر

حبیب با وفا کا رخ پلٹنے بھی نہ پایا تھا
ابھی جنبش میں خنجر تھا ابھی نیزہ اٹھایا تھا

کہ حصین بے حیا نے چھوڑ دی تلوار غازی پر
گا یہ سرفروش عشق پشت زمیں سے غش کھا کر

قلم سر کر دیا ایک دوسرے ناری تسمی نے
دیا بوسہ شہید عشق کا شانِ کریمی نے

شہادت ہو گئی حاصل حبیب بن مظاہر کو
ہوا صدمہ امامِ دوسرا کی روح طاہر کو

لپک کر شاہ دیں ابن مظاہر کے قریں آئے
انہیں آغوش میں لے کر سوئے خیمے بریں آئے

حبیب ایامِ محب خاص جب میداں میں کام آیا
حسین ابن علی کے دل میں جوش انتقال آیا

اٹھائی ذوالفقار حیدر کرار ہاتھوں میں
بنی برق غضب و تیغ قضا تلوار ہاتھوں میں

زرہ حمزہ کی پہنی نیزہ عباس چمکایا
اٹھائی ڈھال خلاڑ کی لیا جرار کا بھالہ

یاد الہی تجمل نے قبائے ناز کو چوما
شجاعت نے رکاب مرکب جانباز کو چوما

فرشتوں نے کہا نصر من اللہ عرش اعظم پر
ہوئیں فتح مبیں کی ضوفشاں آیات پرچم پر

شہادت زہیر ابن قیس

جب امام عالی مقام کو میدان جنگ میں جانے کو تیار پایا تو جانثارانِ امام نے دامن پر عمل کر نہایت ادب سے پائے ناز کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ ہمارے ہوتے ہوئے سرکار میدان میں جائیں یہ ناممکن ہے زہیر ابن قیس و شامہ اور نافعہ بن ہلالی نے میدان میں جانے کی اجازت طلب کی سرکار نے اُن کے سر پر دستِ رحمت رکھا اور خدا حافظ کہہ کر میدان کی اجازت دی یہ تینوں بہادر صرف شکن میدان آئے ہیں جن کے رعب و جلال کو دیکھ کر افواج شامی کے دل سینے میں لرز کر رہ گئے لشکر اعدا کو تلواروں کی باڑ پر رکھ لیا بہادروں کے میدان سے منہ پھیر دیئے لشکر کی۔

جنگ گھمسان

صفیں درہم برہم ہو گئیں اجل کو فیوں اور شامیوں کو اپنے آغوشِ غضب لے کر دوزخ میں دھکیل رہی ہے تلواروں کی جھنکار زخمیوں کی چیخ و پکار نے دشتِ کربلا کو میدانِ محشر کا آئینہ بنا دیا دشمنوں میں خوف و ہراس پھیل یا ابنِ سعد بجر حُجار کو بلایا اور کہا کہ تجھے جس قدر مال کی ضرورت ہوگی میں وہی تجھے دوں گا میدان جا اور زہیر ابن قیس کا سر کاٹ کر مجھے لا دے بجر حُجار نے کہا کہ مجھ میں یہ ہمت نہیں جو میں اُس شیر کے سامنے جاؤں ہاں عیاری سے کام لیا جائے تو البتہ شمل کشائی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ میدان تین کمین گا ہیں بنائی جائیں اور ہر گمسن گاہ میں سو سو جوان تیغ آبدار لے کر تیار ہیں اور خود کو مخفی رکھیں جب مرے عقب میں آئے تو

یکبارگی حملہ آور ہوں میدان میں یہ عیاری کا جال بچھا کر بجر حُجّار نے زہیر ابن قیس کے روبرو آتا ہے نہایت تعظیم کے کہتا ہے کہ اے بہادر میں تجھ سے لڑنے کو آیا آپ کو کچھ باتیں کام کی ہیں انہیں بتانے آیا ہوں کہ تجھ سا بہادر کمزروں کے ساتھ مل کر کیوں بے عزت حسین ابن علی نادار ہیں بھوکے پیاسے ہیں یزید شام کا دنیا میں طوطی بولتا ہے دنیا کی نعمتیں اُس کے قدموں میں ہیں اور عبید اللہ ابن زیاد کو تری شجاعت پر بڑا ناز ہے اُس کی خوشنودی حاصل کر عیش و نشرت کے مزے اُڑا۔

جلال غازی

زہیر پاک نے تلوار کھنچی سُن کے یہ فقرے
 کہا او بے حیا مکار ناپاک منصوبے
 مجھے میدان میں دھوکہ دے رہا ہے لے سنبھل ناری
 جہم میں پہنچنے کے لیے کر اپنی تیار
 بچا کر جان اپنی لے گیا حُجّار آگے سے
 سر میدان چھپا کر بھاگا منہ مکار آگے سے
 زہیر تیغ زن ہر مورچے کو کر کے سر نکلا
 لیئے سینے کے اندر شیر پتھر کا جگر نکلا
 ہزاروں نیزہ و تلوار پڑتے تھے مجاہد پر
 تھا نرغہ سکڑوں اشرار کا اک جان واحد پر
 بدن زخمی سارا خون کے چشمے اُبلتے تھے
 شان و تیغ غازی پر کفِ افسوس ملتے تھے

ایک دم دو تلوار

زہیر مرد میدان زخموں سے چور چور ہیں لیکن آپ کی تلوار کی کاٹ میں کوئی فرق نہیں آیا جاں فروشی عشق میں محو ہو کر آگے بڑھ کر شامیوں و اصل جہنم کر رہے ہیں اچانک کثیر

ابن عبید اللہ شعی تیرہ باطن نے عقب آ کر تلوار ماری اور ایک طرف سے مہاجر ابن اوس روسیہ نے بھی تلوار کا وار کیا دونوں کا روار پرے مجاہد گھوڑے سے ڈھلک کر زمین پر رخ قبلہ کی طرف کیا اور اللہ اکبر کی صدا زبان پر آئی اور امام عالی مقام کو پکارا کہ خبر لو

امام عالی مقام آواز سن کر

جگر تھامے ہوئے سرکار مغموم و حز میں آئے
 سر بائیں زہیر پاک کے سلطان دیں آئے
 اٹھایا نیم مردہ نعش کو خیمے میں لے آئے
 پیام مغفرت جانباز کو افلاک سے آئے
 ہوئے دامن شاہ شہیداں جب ذرا پائی
 تن بے جان میں روح تازہ گویا عود کر آئی
 سکوں سانس آئی آنکھ کولی سر کو جنبش دی
 قریب پالے نار شاہ والا آکے کروٹ لی
 تمنا تھی دم آخر ہو سر آقا کے قدموں پر
 شہادت کے بنیں شاہد حضور شامخ محشر
 کہا سرکار نے اے مرنے والے آرزو کیا ہے
 کہا پیاسا ہوں کوثر کے سواب جستجو کیا ہے
 کہا الحمد للہ جان دے دی مرنے والے نے
 جتاں کی راہ لی ہر معرکہ سر کرنے والے نے

شہادت نافع بن ہلالی مرادی

نافع بن ہلالی میدان میں افواج شام کے لیے ملک الموت بنے ہوئے تھے اور آپ نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر بارہ فوجی افسروں کو دوزخ میں پہنچایا یہاں تک کہ آپ کا ایک بازو لڑائی میں ٹوٹ گیا کمندازوں نے آپ کو پھانس لیا شمر لعین آپ کو لے کر ابن سعد کے پاس پہنچا وہ

مغرور آپ کو دیکھ کر ہنسا آپ نے کہا کہ اے ابن سعد ہنستا کیا ہے اگر مرے بازو نہ ٹوٹتے تو مجھے لعینو تم گرفتار نہیں کر سکتے تھے میں نے تمہارے بارہ سرداروں کو مارا ہے میں نہایت خوش ہوں۔

ابن سعد کا غضبناک ہو کر قتل کا حکم دینا

کہ مرا قاتل کوئی مسلمان نہیں خدا کا شکر مرا قاتل شمر ہے جو ازل سے ہی جہنمی ہے ابن سعد نے جھلا کر کہا کہ اے شمر اسکو بہت جلدی قتل کر یہ بڑا بے ادب بڑا بے باک ہے یہ شمر ملعون نے حضرت نافع کو سرتن سے جدا کیا اُن کے بعد عبدالرحمن اور عبداللہ ابن غفاری سر بھی خاندان کے یہ دونوں بھائی بڑے مجاہد تھے میدان میں اپنے اپنے جوہر دکھا کر شہید ہوئے۔ اُن کے بعد حنظلہ کے دو بیٹے اسعد اور علی میدان میں اپنی جانیں قربان کرتے ہیں۔

عمر و ابن خالد عبدالرحمن ابن خالد عبداللہ ابن خالد

یحییٰ بن سلیم نازلی غازی۔

جناوہ ابن حارث مہاجر جہنی ابن سرعق قرۃ ابن قرۃ غفاری

ابو شعشہ ابن انس

بہادر عابس ابن بوشیب شاکری

یزید ابن زیاد

یزید ابن زیاد شامی فوج کے افسر تھے لیکن ابن سعد کی بے رحمی دیکھ کر امام عالی مقام

کے جھنڈے کے تلے آگئے۔

شہزادگان اہل بیت میدان کارزار میں

قریشی ہاشمی ہر نوجوان ہر مرد تیغ اقلن

کے باد دیگر لڑنے کو نکلا جانپ دشمن

ہوا جنگ آزما ہر سو سے بے ساز و بے ساماں

ہر اک شہ زور نے داد شجاعت دی سر میداں

حرم کا ہر مجاہد مرد میدان شجاعت تھا
 ہر اک لب تشنہ گویا تشنہ جام شہادت تھا
 گلِ باغ جناح لخت دل شیر علی اکبر
 جواں ہمت حسین صورت قمر طلعت منہ انور

حسین ابن علی کا لاڈلا بیٹا یہی مہ پارا
 یقیناً تھا عروسانِ جنان کی آنکھ کا تارا
 بعد آداب والد سے اجازت چاہی میداں کی
 توجہ اپنی جانب منعطف کی لطف یزداں کی
 نہاں اس جذبہ اخلاص میں تھا جوشِ ملت بھی
 تھا اس ارماں جانبازی میں انداز سیاست بھی

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی قربانی کی تکمیل

خلیل اللہ کو لاریب تھا یہ حکم ربانی
 کہ خود فرمائیں اپنے ہاتھ سے بیٹے کی قربانی
 رضائے حق پہ ابرہیم فوراً ہو گئے راضی
 کیا مطلق نہ کچھ اندیشہ مستقبل و ماضی
 لٹایا خاک پر لختِ جگر کو اپنے ہاتھوں سے
 کیا ذبح پدر خود پسر کو اپنے ہاتھوں سے
 تھی اب تک سرخی افسانہ خلت پہ قربانی
 مگر دنیا نے دیکھا کربلا میں منظر ثانی

جہاں مدتوں کے بعد پھر اک انقلاب آیا
 اُلٹ کر پھر وہی دورِ خلیلی بے حجاب آیا
 ہوا نسلِ خلیل اللہ میں ابنِ علی پیدا
 ہوئی گلزارِ ابراہیم میں تازہ کلی پیدا

حضرت علی اکبر کی میدان جنگ کے لیے اجازت طلبی

نشانِ شانِ خلتِ کربلا میں پھر نظر آیا
پدر کے سامنے پھر ذبح ہونے کو پسر آیا

علی اکبر نے شہ سے التجا کی یہ بعدِ منت
خدارا مجھ کو بابا جان اب کر دیجئے رخصت

رضائے وہاں موجود تھی بیٹے کی مرضی پر
وہاں تھی مثبت مہرِ لختِ دل والد کی عرضی پر

یہاں بیٹا مگر ہے باپ سے اس بات کا خواہاں
پدر کر دے خدا کی راہ بیٹے کو خود قرباں

وہاں بیٹے کے باندھے دست و پا والد نے رسی سے
لٹایا خاک پر تنہا الگ لے جا کے بستی سے

یہاں اللہ اکبر اندرونِ خیمہِ اطہر
جناب شہر بانوِ موحِ رنج و یاس بیٹھی تھی

شہادت کا پسر کو باپ خود جوڑا پہناتا ہے
لباسِ جنگ سے جسمِ منور کو سجاتا ہے

عبائے رحمتِ عالم پہنائی جسمِ اطہر پر
شہہِ خیبر کے پٹکے سے کمر باندھی گئی کس کر

سجائے دونوں نیزہ و شمشیر و خنجر سے
دعا مانگی اٹھا کر دستِ رحمتِ رب اکبر سے

دعائے امامِ عالی مقام

الہی یہ مرا لختِ جگر ہے راحتِ جاں ہے
یہ تری راہ میں سو جان سے ہونے کو قرباں ہے

خدائے دو جہاں مقبول ہو یہ مری قربانی
 عطا ہو صبر اس کو جب ہو اس پر تیر بارانی
 الہی صبر و ضبط و جوش استقلال دے اس کو
 ہے لب تشنہ کئی دن سے سکوں فی الحال دے اس کو
 دعائیں دیں کہا نورِ نظر جاؤ خدا حافظ
 رہِ حق میں عدو سے جنگ فرماؤ خدا حافظ
 اجازت لے کے جب میدان میں شیر ہاشمی آیا
 عدوئے دین کی فوجوں پہ بادل خوف کا چھایا

حضرت علی اکبر میدانِ جنگ میں

میدانِ کربلا میں فاطمی نوجوان پشتِ سند پر سوار ہو کر جلوہ آرا ہوا چہرے کی تابش ماہِ تاباں کو شرمایا تھی۔ سر و قامت نے اپنے جاں سے ریگستان کو بُستانِ حسن بنا دیا۔ جوانی کی بہاریں قدموں پہ نثار ہو رہی تھیں۔ سُنبل کا کل سے خجل برگِ گل اس کی نزاکت سے منفعیل حسن کی تصویرِ مصطفیٰ کی تنویرِ حبیبِ خدائے دو جہاں کے جمال کا خطبہ پڑھ رہی تھی۔ چہرہ تاباں محبوبِ حق کے رُخِ درخشاں کی یاد دلا رہا تھا۔ یہ اسدِ اللہی شیرِ میدان میں آیا۔ ذوالفقارِ حیدری کو چمکایا اور اپنی مبارک زبان سے رجز شروع کی۔ اَنَا حُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ نَحْنُ اَهْلِ الْبَيْتِ اَوْلَىٰ لِنَبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ جس وقت شاہِ زادے عالی وقار نے یہ رجز پڑھی ہوگی کربلا کا چپہ اور ریکسان کا ذرہ ذرہ لرز گیا ہوگا۔ لیکن دشمنانِ دین کے دل پتھر سے بدرجہا بدتر تھے۔ جنہوں نے اس حسین کے فرزندِ فاطمہ کے دل بند کی زبان شیریں سے یہ کلمے سنے پھر بھی ان کی آتشِ عناد سرد نہ ہوئی اور کمینہ سینہ سے کینہ دور نہ ہوا۔ افواجِ شام نے ابنِ سعد سے پوچھا یہ سوار کون ہے جس کی تجلی نگاہوں کو خیرہ کرے دیتی ہے اور جس کی ہیبت سے بہادر لرزاں و ہراساں ہیں۔ شانِ شجاعت اس کی اک اک ادا سے ظاہر ہے۔ ابنِ سعد نے کہا کہ حسین کے فرزند ہیں۔ صورت و سیرت اپنے جدِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ سن کر افواج کو پریشانی ہوئی اور ان کے دلوں نے ان پر ملامت کی۔

لشکر کی پشیمانی اور یزیدی انعام

اور کہا کہ نہایت ہی کمینہ پن ہے۔ اس آقا زادے کے مقابل جانا لیکن ابن سعد کے وعدے دنیا کے مال متاع کی حرص نے انہیں عاقبت کے انجام سے بے خبر کر دیا تھا۔ ادھر علی اکبر نے نعرہ مارا کہ ظالمین جفاکیش بنی فاطمہ کے خون کی پیاس ہے تو مرے سامنے آؤ۔ اگر فاتح خیبر کے بازو کا زور دیکھنا ہے تو مجھ سے مقابلہ کرو لیکن کسی کو اس ہاشمی شیر کے سامنے آنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ آخر علی اکبر لشکر اعدا پر حملہ کرتے ہیں۔ علی اکبر کا یہ حملہ نہ تھا۔ غضب الہی کا نمونہ تھا۔ جوان کوفیوں اور شامیوں پر نازل ہوا۔ لاشوں سے جنگل پٹ گیا۔ افواجِ شام ہر اک محاصرہ کٹ گیا۔ میدانِ جنگ سے یزیدی لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور سب کو اپنی اپنی جان بچانے کی فکر ہوئی۔ شہزادے کا پیاس سے بے قرار ہو کر خمیے میں آنا اور پانی طلب کرنا۔

گزارش کی اگر تھوڑا سا پانی بھی میسر ہو

خدا چاہے تو دم بھر میں فنا اعدا کا لشکر ہو

تسلی دی لگایا باپ نے بیٹے کو سینے سے

کہا نورِ نظر محروم ہیں ہم کھانے پینے سے

بہت نزدیک ہے اے لختِ دل وہ وقت آنے کو

کہ آئیں خلد سے حوریں تمہیں پانی پلانے کو

یہ کہہ کر سرورِ کونین نے انگشتی اپنی

پئے تسکین منہ میں لاڈلے فرزند کے رکھ دی

سر میداں چلے پھر شیرِ غراں کی طرح اکبر

جلالِ ہاشمی جلوہ نما تھا روئے انور پر

لشکرِ شام ہیبتِ علی اکبر سے لرزاں تھا۔ ہر اک بہادر اپنی بزدلی پر پشیمان تھا۔ عمر بن

سعد نے طارق کو موصل کی حکومت دینے کا وعدہ کیا۔ طارق میدان میں بعد ہنر آزمائی کے فی

النار ہوا۔ پھر اس کا بیٹا عمرو بن طارق آیا وہ جہنم پہنچا۔ پھر دوسرا بیٹا طلحہ طارق آیا وہ بھی فی

النار ہوا۔ پھر مصراع جو کہ نامی گرامی پہلوان تھا آیا وہ بھی فی النار ہوا پھر کسی کو تاب نہ رہی۔

جو میدان میں آتا علی اکبر پھر لشکر حملہ کیا۔ پھر تشنگی غالب آئی۔ پھر خیمہ میں آئے، شفیق باپ نے نختِ جگر کو سینے سے لگایا۔ چہرہ گل گوں سے گرد و غبار صاف کیا۔ علی اکبر پھر میدان میں عمرو بن سعد نے تیر انداز کو حکم دیا کہ دور سے تیر اندازی کرو۔ مختصر یہ ہے کہ زخمی ہو کر گھوڑے سے ڈھلکنے لگے۔ امام عالی مقام علیہ السلام کو آواز دی۔ امام عالی مقام علیہ السلام فوراً پہنچے اور بیٹے کی زخمی لاش کو آغوش میں لے کر کہنے لگے۔

بیٹے کو لے کے گود میں ابنِ بتول اب
دیکھا کہ مٹ رہی ہے شبیبہ رسول اب
آنسو بہا کے رکھ دیئے بیٹے کے لب پہ لب
فرمایا بیٹا چھوڑ کے جاتے ہو مجھ کو اب

دل سے گلے لپٹنے کی حسرت نکال لو
ہا نہیں اٹھا کے باپ کی گردن میں ڈال دو

اکبر نے آنکھ کھول کے دیکھا رُخِ پدر
عارض پہ اشک آنکھوں سے ٹپکے ادھر ادھر
فرمایا شہ نے زانو پہ رکھ کر پسر کا سر
روتے ہو کس لیے بھلا اے غیرتِ قمر

آؤ تمہیں میں آلِ محمد میں لے چلوں
غم ماں کا ہے تو آؤ تمہیں گھر میں لے چلوں

عثمان ابن علی کی شہادت

علی اکبر کی شہادت کے بعد فاطمی شیروں میں غنیض و غضب کی لہر دوڑ گئی۔ جلالِ ہاشمی جوش پر آیا۔ انتقام کے جذبہ نے دلوں کو گرما دیا۔ بھوکے شیروں کی طرح نگاہِ قہر سے لشکرِ یزید کی طرف دیکھا ہر اک کو زندگی بار نظر آنے لگی۔ عثمان ابن علی شیر خدا امام عالی مقام علیہ السلام کی خدمت میں آتے ہیں۔ نہایت ادب سے رکاب کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ آقا مجھے بھی اکبر کی طرح راہِ حق میں قربان ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے

لاڈلے بھائی کو سینے سے لگایا اور اپنے ہاتھ سے فرزندِ فاتحِ خیبر کی کمر سے تیغ ابدارِ جمائل کی ہاتھ میں نیزہ دیا۔ کاندھے پر ڈھال باندھی، بغل میں تیر و کمال کا ترکش لٹکایا اور صبر و رضا کی تلقین فرمائی۔ سر پر شفقت سے دستِ رحمت رکھا۔ میدان میں جانے کی اجازت دی اور زبانِ پاک سے فرمایا: جاؤ خدا حافظ!

عثمان ابن علیؓ میدانِ جنگ میں

رضا لے کر امامِ حق سے پھر عثمان بن حیدر
یزیدی فوج کی جانب بڑھے کھینچے ہوئے خنجر

کہا نعرہ خدا کا لے کر مردِ میدان نے

کہا یہ فوج سے غصے میں ابنِ شیر یزداں نے

جسے خواہش ہو مرنے کی وہ مرے سامنے آئے

جواں مردی کے جو ہر آنکھ میدان میں دکھلائے

مگر جب سامنے لڑنے کو کوئی بھی نہیں آیا

تو پھر عثمان نے گھوڑے کو اپنے اڑا فرمایا

مثالِ شیرِ حملہ کر دیا اعدا کے لشکر پر

گرے سر بد نہادوں کے مثلاً گیند کٹ کٹ کر

قدم میدان سے افواجِ شامی کے لگے ہٹنے

جو افسر فوج کے تھے ابنِ حیدر سے لگے کٹنے

کیا یہ حکم ابنِ سعد نے پھر سارے لشکر کو

کہ گھیرو ہر طرف سے بڑھ کے آگے ابنِ حیدر کو

تھا خولی بن یزیدِ خنجرِ عثمان کی زد پر

نکل بھاگا مگر یہ روسیہ تلوار سے بچ کر

تن و تنہا پہ بادل ہر طرف سے فوج کے چھائے

علی کے لعل پر چاروں طرف سے تیر برسائے

ہوا جب چور زخموں سے بدن عثمان کا سارا
 تھا جاری خون کا ہر زخم سے مقتل میں فوارا
 الغرض حضرت عثمان بن علیؓ میدان کربلا میں جذبہ شجاعت سے سرشار مہ شہادت سے
 مخمور ہیں۔ تیرو سنان کے زخموں سے چور ہیں لیکن آپ کی تلوار کے وہی دم خم ہیں۔ لاشوں
 کے انبار لگا دیئے ہیں۔ دشمنوں کے چھلکے چھڑا دیئے ہیں۔ بہادران کے سامنے آنے سے جی
 چراتے ہیں۔ عمرو بن سعد کو اپنی فوج کی شکست کے آثار نظر آتے ہیں۔ تیر اندازوں کو حکم دیتا
 ہے کہ عثمان کے کوئی قریب نہ جاؤ دور سے ہی تیر برسائو۔ سنگ باری کرو۔ پتھروں اور تیروں
 نے بدن کو چھلنی کر دیا۔ بنی اہان کے ایک ظالم نے عقب سے آ کر عثمان ابن حیدر پر تلوار کا
 وار کیا۔ ضرب کاری پڑی تھی۔ غازی پشت زین سے زمین پر آیا۔ امام عالی مقام علیؓ کو آواز
 دی۔ امام برحق فوراً اپنے برادر کے پاس پہنچے اور اپنے بھائی کی زخمی لاش کو میدان سے اٹھا کر
 لائے۔ خیمہ میں کہرام مچ گیا۔

عبدالرحمن بن عقیل کی شہادت

عبدالرحمن بن عقیل امام دوسرا سے میدان کی اجازت لے کر جاتے اور بہت سے
 شامیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر شہید ہو جاتے ہیں۔

شہادت جعفر بن عقیل

پھر جعفر بن عقیل میدان میں جاتے اور خوب ہاشمی جوہر دکھا کر بہت سے کوفیوں کو جہنم
 میں پہنچا کر جام شہادت نوش کرتے ہیں۔

شہادت محمد ابن علی

پھر امام عالی مقام علیؓ سے اجازت لے کر میدان میں محمد ابن جعفر لاشکر شام کے
 ہوش گم کر دیتے اور شہید ہو جاتے ہیں۔ بنی اہان نے شہید کیا۔

شہادت ابو بکر ابن علی

آپ بھی امام دوسرا سے میدان کی رضالے کر افواج شام کے سینکڑوں سپاہیوں کو قتل کر کے شہید ہو جاتے ہیں۔

شہادت عبداللہ ابن مسلم

جب عقیل ابن ابوطالب کے چار لخت جگر راہِ حق میں اپنی جانیں قربان کر چکے تو حضرت عبداللہ ابن مسلمؓ امام عالی مقام علیؑ کی خدمت میں آتے ہیں۔ دل میں اپنے چچاؤں کے انتقام کا جوش ہے۔ امام دین کی خدمت میں عرض کیا کہ سرکار مجھے بھی شہادت کا جام نوش کرنے کی اجازت دیجیے۔ سرکار نے اجازت دی اور خدا حافظ فرما کر رخصت کیا۔ آپ دلیرانہ شان دکھاتے ہوئے میدان میں آئے۔ افواج شام عبداللہ کو دیکھ کر گھبرائی۔ آپ نے مبارز طلب کیا مگر کوئی مقابلے کے لیے نہ آیا۔ ابن سعد نے قدامہ پہلوان کو انعام کا لالچ دے کر میدان میں بھیجا۔

قدامہ ابن اسد شہزور۔ یکتا پہلوان نامی

بہادر جنگجو شمشیر زن تھا یہ گبر شامی

مقابلے کے آیا سامنے اس مردِ غازی کے

دکھائے خوب جوہر جنگجویی نیزہ بازی کے

کیے حملے پے در پے مردِ دلاور پر

مگر خالی گیا رہ وار کام آیا نہ کچھ جوہر

کہا غازی نے ہاں ہشیار ہو جا اے قدامہ اب

کہ ہے خنجر مرا تیغ قضا برقِ جلالِ رب

یہ کہہ کر تیغ چھوڑی دفعتاً فرقِ قدامہ پر

مگر میاں سے یہ نامرد بھاگا پیٹھ دکھلا کر

دشمن کا تعاقب میدان جنگ میں

تعاقب ابنِ مسلم کیا مرکب کو دوڑایا
 مگر گھوڑے کو کچھ رفتار میں کمزور سا پایا
 اتر کر اس سے پیدل چلے مغرور کے پیچھے
 گریزاں تھی قضائے ناگہاں مغرور کے پیچھے
 قدامہ نے کیا گھوڑے سے پھر کر وار نیزے کا
 بچایا پڑ گیا لیکن جگر پر وار نیزے کا
 ہوئے مجروح عبداللہ پر اسوار گھوڑے پر
 لگا گلہ ناپاک پر تیغ دو دم بڑھ کر
 ہوا کلہ جڑا اڑ گیا ناری سیہ رو کا
 بھیانک ہو گیا چہرہ سر میدان بدخو کا
 کمر ہاتھ ڈالا پھر اٹھایا پشتِ مرکب سے
 زمیں پر کر کے اونچا سر سے دے مارائے ڈھب سے
 قدامہ کا لیا فی الفور عبداللہ نے گھوڑا
 غنیمت کا ملا جو مال اس کو بھی نہیں چھوڑا
 سلام ابنِ قدامہ سے کہا سالار لشکر نے
 کہ مرد دلاور باپ کا قاتل سے بدلا لے
 سلام آہستہ بولا میں ہمت کر نہیں سکتا
 جواں ہوں دیدہ و دانستہ لیکن مر نہیں سکتا
 بہادر میں نے ایسا کوئی دنیا میں نہیں دیکھا
 نہ اس جاہ و جلالت کا کوئی انساں کہیں دیکھا
 پکڑ کر تیغ عبداللہ نے پھر دونوں ہاتھوں میں
 کیا اُن بزدلوں پہ حملہ جو بیٹھے تھے گھاتوں میں

سپاہِ شام نے چاروں طرف سے آپ کو گھیرا
 لگا بزدلوں نے موت کے اطراف میں ڈیرا
 قلم گھوڑے کے ساق و پائے افواجِ دشمن نے
 کیا مجروح عبداللہ کو اعدائے پُرخن نے
 عقب سے آیا عمر ابنِ اصحٰی مردودِ صیدانی
 پیپے فرقِ پشت و دوش پر کی تیغ افشانی
 شہادت پائی آخر اس جوانِ خلدِ ساماں نے
 بلایا گلشنِ جنت میں عبداللہ کو رضواں نے
 ہوا برباد سارا مسلمِ مرحوم کا گلشن
 ہوئے مرغانِ صحرا صرفِ آہ و نالہ و شیون
 سرہانے آئے عبداللہ کے باچشمِ غم حضرت
 جزاک اللہ کہہ کر ہو گئے مائل بہ غم حضرت

شہادت حضرت عونؓ و محمدؓ

حضرت عبداللہ ابنِ مسلم کی شہادت کے بعد امام عالی مقام ﷺ کے بھانجے عون و محمد اپنی والدہ حضرت زینب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور والدہ سے میدان میں جانے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ حضرت زینبؓ نے فرمایا کہ ماموں جان سے جا کر اجازت لو۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو جاؤ۔ راہِ حق میں قربان ہو جاؤ۔ یہ سن کر دونوں شہزادے امام عالی مقام ﷺ کی خدمت میں آتے ہیں اور میدان میں جانے کی رضا طلب کرتے ہیں۔ امامِ حق دونوں کی صورت دیکھ کر آبِ دیدہ ہوئے اور جگر کو تھام کر دونوں کو میں میدانِ جنگ میں جانے کی رضادی۔

گھوڑوں کو سرِ جنگ اڑاتے ہوئے آئے
 شانِ اپنی سواری کی دکھاتے ہوئے آئے

نیزوں کو دلیرانہ ہلاتے ہوئے آئے
 ایساں سوئے اشرار بناتے ہوئے آئے
 لرزہ تھا شجاعوں دلیروں کی نظر سے
 تکتے تھے صفِ فوج کو شیروں کی نظر سے

لشکر میں یہ نعل تھا وہ جانبار پکارے
 لڑنا ہو جسے سامنے آ جائے ہمارے
 ہم وہ ہیں کہ جاتے جب میدان میں اتارے
 رستم کو بھگا دیتے ہیں تلوار کے مارے
 ہے قبرِ خدائے دو جہاں حرب ہماری
 رکتی نہیں دشمن سے کبھی ضرب ہماری

عون و محمد میدانِ جنگ میں

یہ دونوں شیر بجلی کی طرح میدان میں آئے
 صداقل میں مبارز کی زبانِ پاک پر لائے
 نہ آیا اُن سے لڑنے کو پہلوواں کوئی بھی نامی
 بہادر اُن سے سارے خوف زن تھے کو فیو و شامی
 بڑھے خود رکھ لیا فوجِ عدو کو باڑ کے آگے
 سپاہی سامنے سے ہر طرف بے ساختہ بھاگے
 بڑھے خود رکھ لیا فوجِ عدو کو باڑ کے آگے
 سپاہی سامنے سے ہر طرف بے ساختہ بھاگے
 اشارا دور سے فوجوں کو ابنِ سعد کرتا تھا
 مگر خود سامنے آتے ہوئے میدان میں ڈرتا تھا
 یہ غالب تھے سرِ میدان سب فوجی رسالوں پر
 تصدق تھی شجاعتِ حضرتِ زینب کے لعلوں پر

قدم پیچھے ہٹے میدان سے افواج شامی کے
نظر آثار آئے سب عمر کو بدنظامی کے

بڑھے شہر و عمر غیرت دلائی سارے لشکر کو
کہا نرغہ میں ان کو لو چلاؤ تیغ و خنجر کو

لگی ہونے ہر اک سو سے جوان پر تیر بارانی
ہوئے زخموں سے ان کے چور سارے جسم نورانی

بالآخر ہو گئے عون و محمد جاں بحق دونوں
شجاعت کا گئے دے کر مسلمان کو سبق دونوں

شہادت ابو بکر عبداللہ ابن حسن

حضرت عون و محمد کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر عبداللہ ابن حسن چچا کے سامنے آتے ہیں۔ اور آدابِ امامت بجالاتے ہیں۔ نہایت ادب سے گزارش کرتے ہیں کہ چچا جان مجھے بھی میدان میں جانے کی اجازت دیجیے۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے حسن کے نورِ نظر کو سینے سے لگایا اور خدا حافظ کہہ کر میدان میں جانے کی اجازت دی۔ حضرت عبداللہ ابن حسن گھوڑے پر سوار ہو کر میدانِ کارزار میں آئے۔ یہ فرزندِ حسنِ جمالِ حسن کا آئینہ تھے۔ شباب کا عالم تھا۔ شجاعت آپ کی ہر ادا سے ظاہر تھی۔ بہادری آپ کے قدم چوم رہی تھی۔ نہایت شان و شوکت کے ساتھ گھوڑے کو میدان میں جولاں کیا اور گرجدار آواز میں کہا کہ شامیوں اے کو فیو! تم میں جو بہادر ہو مرے مقابلے کے لیے بھیجو۔ لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی جو اس فاطمی شیر کے سامنے آتا۔ کچھ دیر تو آپ نے انتظار کیا۔

حضرت ابو بکر عبداللہ کا فوجِ شام پر حملہ

جب آپ نے دیکھا کہ کسی بہادر میں سامنے آنے کی ہمت نہیں۔ تو ناچار گھوڑے کو برق طرح اٹھا کر لشکرِ اعدا پر حملہ آور ہوئے اور نہایت تیزی سے سپاہِ شام کے سر قلم کرتے ہوئے وہاں پہنچے جہاں ابن سعد ایستادہ تھا اور آپ نے عزمِ محکم کر لیا کہ پہلے ابن سعد کو ہی

جہنم میں پہنچائے۔ ابن سعد نے جب سامنے شمشیر عبداللہ کو دیکھا گھوڑے سے کود کر پیدل رسالے میں جا چھپا اور اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ چہرے پر اداسی چھائی ہوئی تھی، اچانک بختری ابن عمر نے کہا کہ کہاں گئی وہ تری سپہ سالاری۔ کیا اسی بہادری پر فوج کا سپہ سالار بنا ہے تو کیا بہادر ہے جو مرنے سے ڈرتا ہے اور ابن حسن کو اپنے لیے موت خیال کرتا ہے۔ ابن سعد نے شرمندہ ہو کر کہا بے شک میں اس دم موت کے پنجے سے چھوٹ کر آیا ہوں۔ اگر اے بختری تو فوج کی افسری چاہتا ہے تو پانچ سو جوان اپنے ساتھ لے جا اور عبداللہ عبداللہ کا سر قلم کر لے لا۔ بختری نے کہا کہ مری بہادری کی تاریخ لکھی گئی ہے تو مری تو ہین کرتا۔ مجھے تھکے ماندے سے لڑنے کو بھیجتا ہے۔ ابن سعد نے کہا اس کو تھکا ماندانہ سمجھ جلد تر جا بختری اپنے ساتھ پانچ سو فوجی لے کر۔ عبداللہ کے چاروں طرف دائرہ بنایا جب عبداللہ نے خود کو نرغہ میں دیکھا تو اپنے دونوں غلاموں کو آواز دی۔ فروزان اور اسدا اپنے آقا کی آواز سن کر ہوا کی طرح گھوڑے دوڑا کر میدان میں آئے۔ ان کے پیچھے ہی محمد ابن انس بھی میدان میں پہنچ گئے۔ فروزان جو خاص عبداللہ کا غلام تھا، بڑا بہادر مرد میدان تھا۔

فروزان اور بختری کی جنگ

مقابل بن کے عبداللہ کا خود بختری آیا
مگر فی الفور فروزان نے گھوڑے کو چمکایا
لیا نیزے کی زد پر بختری کو ڈانٹ بتلائی
قیامت آتے آتے سامنے ناپاک کے آئی
سواروں پر گرے تینوں دلاور برق کی صورت
کیا ہر ایک اشرار پر حملہ بصد شدت
کمال فن سے فروزان کے تھا بختری تیراں
بچا کر جان بھاگا سارنہ سے بے سر ساماں
بہت گھمسان کا تھا معرکہ میدان میں جاری
بہت تیزی سے تھے قصر جہنم کو رواں ناری

شہادت اسد فروزان کی

فروزان و اسد دونوں افواجِ سام کے دریا میں ڈوب گئے۔ چاروں طرف سے تیروں اور نیزوں کی بوچھاڑ ہے۔ لڑتے لڑتے ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ فروزان زخموں سے چور چور ہیں، بازو ٹٹل ہو چکے ہیں۔ تمام جسم کا خون زخموں کے راستے سے بہ گیا ہے۔ آپ اپنے آقا عبداللہ کو آواز دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ فوراً وفادار غلام کے قریب پہنچے اور اس کو اپنے گھوڑے پر اپنے پاس بٹھالیا لیکن گھوڑا دوسوار کے بار اٹھانے کی قوت نہ رکھتا تھا۔ آپ پیدل ہو گئے اور فروزان جاں بحق ہو گئے۔ ادھر آپ فروزان کی نعش کو خیمہ میں چھوڑنے کے لیے آئے ادھر ظالموں نے اسد کو چاروں طرف سے گھیر کر شہید کر دیا۔ آپ مروزان کو چھوڑ کر پھر میدان میں گئے اور اسد کے قاتل کو فی النار کیا اور فوج اعدا پر اس زور کا حملہ کیا کہ میدان سے فوج فرار ہونے لگی۔ ابن سعد نے فوج کو ڈانٹا اور غیرت دلائی کہ تم ہزاروں ہو وہ تنہا ہے۔ ادھر عبداللہ پر تشنگی کا غلبہ ہوتا ہے۔ آپ خیمے میں جاتے ہیں اور چچا جان سے پانی طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے چچا جان اگر تھوڑا سا پانی مجھے پلا دو تو تھوڑی دیر میں تمام لشکر کو فنا کر دوں۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے فرزندِ حسن کو سینے سے لگایا اور کہا کہ نورِ نظر بہت دیر سے فاتحِ خیبر حوضِ کوثر پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ حورانِ جنت آپ کی پیشوائی کے لیے درجنت پر حاضر ہیں اور کہا۔

عبداللہ کا عزمِ میدان

حرام اے لختِ دل ہم پر یہاں دنیا کا پانی ہے
کہ آبِ تیغ و خنجر سے ہمیں تسکین پانی ہے
غرض صبر و سکون و ضبط کی تلقین فرمائی
کلیجے سے لگا کر ہر طرح کی ہمت افزائی
بڑھے میدان کو عبداللہ پھر صبر و سکون پا کر
کہا مل میں مبارز پھر عدو کے سامنے جا کر

مگر لڑنا عدو جاتے ہوئے تھے اس دلاور کا
 کوئی افسر نہ آیا سامنے لڑنے کو لشکر کا
 قریب آ آ کے ناری دور سے نیزے چلاتے تھے
 یہ سب جنگ آزما میدان میں قسمت آزماتے تھے

ہوا زخموں چکنا چور جب مجروح شہزادہ
 تو عبداللہ بن عقبہ سپاہِ شام کا پیادہ

حضرت عبداللہ در جنت پر

ہوئے واصل بحق بوبکر عبداللہ میدان میں
 ہوا گم آسمان معرفت کا ماہ میدان میں
 جنان کا رخ کیا بزمِ جہاں سے ابنِ حیدر نے
 شہادت پائی فرزندِ حسن سبطِ پیمبر نے
 کلیجہ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر رہ گئے حضرت
 کہا تم بھی گئے بیٹا ہمیں دے کر غمِ فرقت

حضرت قاسم معروضات و اجازت طلبی

شہیدِ ابرخ معظم ہوئے قاسم کے جب رن میں
 خیالِ انتقام آیا یکا یک قلبِ روشن میں
 حضورِ شاہ میں آئے بصد منت گذارش کی
 کمالِ عجز سے میدان جانے کی خواہش کی
 امامِ دوسرا نے فرطِ غم سے منع فرمایا
 کہا اے راحتِ جاں زندگی کا تم ہو سرمایا
 ہو تم نورِ نظرِ تصویر ہو تم مرے بھائی کی
 نظر تم میں جھلک آتی ہے شانِ مرتضائی کی

میں تم کو سر کٹانے کے لیے کیونکر اجازت دوں
طبیعت مضطرب ہے کس طرح اذن شہادت دوں

اعزا و اقربا سب دے چکے جانیں رہِ حق میں
مٹے امہاب سارے الفتِ خلاقِ مطلق میں

نہ اکبر ہیں، نہ جعفر ہیں، نہ عبداللہ باقی ہیں
نہ اب عون و محمد بھی جہاں میں آہ باقی ہیں

فقط اب تم ہو یا بیمار اک سجاد باقی ہے
تمہیں دونوں سے اورِ عالمِ ایجاد باقی ہے

نہیں دل گوارا تم بھی ہو داخل شہیدوں میں
تمہیں روح، رواں ہو لختِ جگر مری امیدوں میں

حضرت علی ماضغر کی شہادت

ابھی جاری تھیں یہ باتیں چچا کی اور بھتیجے کی
ابھی مستور تھی صورت نگاہوں میں نتیجے کی

علی اصغر کے رونے اور سکنے کی صدا آئی
سکینہ ننھے بھائی کو اٹھا کر گود میں لائی

کہا دیکھو تو ابا جان ان کو ہو گیا کیا ہے
یہ کیوں روتے ہیں بچگی کیوں بندھی ہے ماجرا کیا ہے

حضرت علی اصغر میدانِ جنگ میں

امام عالی مقام علیہ السلام نے فرزند کو گود میں لیا وہ ننھی سی جان اپنی سوکھی زبان بار بار شفیق
باپ کو دکھاتا ہے۔ حلق میں خشکی کی وجہ سے کانٹے پڑ گئے ہیں یہ نور کی تصویر تین دن سے پانی
کو ترس رہا ہے۔ شہر بانو نے کہا کہ اصغر کے لیے پانی ان جفاکشوں سے مانگو۔ شاید اس
معصوم و بے خطا پر اشقیاء کو رحم آجائے اور وہ اس کو تھوڑا سا پانی دے دیں۔ امامِ حق اپنے نور

نظر، لختِ جگر، شیرِ خوار کو لے کر میدان میں جاتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ کو انجام کی خبر نہ تھی۔ بلکہ اس لیے کہ کل محشر روز جب اصغر کی پیاس کی بابت سوال ہو کہ اے دشمنانِ حسین تم نے اس معصوم کو بھی پانی نہ دیا تو یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں اصغر کی پیاس کا علم نہیں تھا ورنہ ہم ان کو تو ضرور پانی دے دیتے۔ اس عذر کو ختم کرنے کے لیے امام عالی مقام اصغر کو لے کر میدان میں جاتے ہیں اور کوفیوں سے فرماتے ہیں کہ تمہاری نظر میں اگر مجرم ہوں تو میں ہوں اس معصوم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ اے قوم آج جو مرے اس ننھے مسافر کو پانی پلائے گا میں وعدہ کرتا ہوں کہ محشر کے روز میں حوضِ کوثر پر سیراب کروں گا۔ حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کی یہ دردناک تقریر سن کر بھی ان ظالموں کو رحم نہ آیا۔ بلکہ ظالمِ حرمہ نے ایک ایسا تانک کر تیر مارا جو علی اصغر کے حلق سے پار ہو کر امام حق کی بغل سے نکل گیا۔ آپ دل کو تھامے ہوئے خیمہ میں آئے اور کہا کہ علی اصغر بھی کوثر کے جامِ پینے جنت کو روانہ ہو گئے۔ ہائے اس وقت شہر بانو کے دل پر کیا گذری ہوگی۔

حضرت قاسم کی دوبارہ اجازت طلبی

امام عالی مقام علیہ السلام مستورات کو صبر و رضا کی تلقین فرما رہے ہیں۔ ادھر حضرت قاسم کو خیال آیا کہ بچپن میں ابا جان نے ایک نقش مرے بازو پر باندھا تھا اور وصیت کی تھی کہ جب تم کو ایسی مشکل پیش آئے جو کسی صورت سے حل ہوتی ہوئی نظر نہ آئے تو اس وقت تم کسی گوشے میں جا کر اس نقش کو پڑھنا اور اس میں لکھا ہو اس پر سختی سے عمل کرنا۔ جس وقت حضرت قاسم کو یہ خیال آیا آپ فوراً تنہائی میں تشریف لے گئے اور نقشِ معظم کو بازو پر سے کھول کر پڑھنے لگے۔ تمام کر بلا کے ظلم و ستم کا حال خط میں تحریر تھا اور آپ کے والد حضرت امام حسن نے بالکل کھول کر یہ صاف تحریر فرمایا تھا۔

مضمونِ خط اور قاسم

حسن نے صاف اپنے لختِ دل قاسم کو لکھا تھا
کہ اے جانِ تمنا عنقریب اک وقت آئے گا

ہمارے بعد محشر کربلا میں اک پپا ہوگا
ہمارا خاندان کا خاندان جس میں فنا ہوگا

یزید روسیہ ہوگا حسینؑ پاک کا دشمن
وہ کاٹے گا بہاروں سے بھرا زہرا کا سب گلشن

تباہی آئے گی بیٹا نبی کے خانوادے پر
چلیں گے تیغ و خنجر دشت میں ہر شاہزادے پر

مرے لختِ جگر ہاں مرے نورِ نظر قاسم
مرے آنکھوں کی ٹھنڈک اے مرے پیارے پسر قاسم

چچا پر جب تمہارے دشت میں یہ وقت بد آئے
تمہیں جب قتل کرنے لشکرِ اہلِ حسد آئے

چچا پر تم بھی اپنی جان کو قرباں کر دینا
خدا کی راہ میں جانِ حزیں کو جان کر دینا

پڑھی جس وقت یہ تحریر شاداں ہو گئے قاسم
پدر کے وسعتِ علمی پہ حیراں ہو گئے قاسم

یہ تھا وہ علم جو اللہ نے بخشا تھا حیدر کو
یہی وہ علم تھا حاصل تھا جو شبیر و شہر کو

یہ تھا وہ علم جس کے شہرِ اعظم خود پیہر تھے
یہ تھا وہ علم جس کے حضرتِ مولا علی در تھے

حضرتِ قاسم کا تیسری بار میدانِ جنگ میں جانے کی امام عالی

مقام سے اجازت طلب کرنا، امامِ حق کا انکار کرنا قاسم کا خط دینا

سرکار نے جب خط کھول کر بغور ملاحظہ فرمایا۔ آنکھوں سے اشکوں کی لڑیاں جاری

ہیں۔ دل ہے کہ بھر آتا ہے، پھر صبر و ضبط سے کام لے کر حضرت قاسم سے فرمایا۔ اے جان

برادر، بھائی معظم کی یہ تحریر ایک غیبی اشارہ ہے۔ حکم خالق میں کس کا چارا ہے، اے آئینہ جمال شیر خدا، اے مظہر اخلاقِ مصطفیٰ، خدا حافظ! جاؤ اور راہِ حق پر اپنی جان قربان کرو۔ میدان میں جا کر ہاشمی جوہر دکھاؤ۔ شہیدوں کے دفتر میں نام لکھاؤ۔ حضرت قاسم تمام جنگ کے ہتھیار اپنے جسمِ نورانی پر سجاتے ہیں۔ شجاعت قدم بوس ہو رہی ہے۔ گھوڑے پر سوار ہو کر میدانِ جنگ میں آتے ہیں۔

حضرت قاسم کی میدان داری اور افواجِ شام کی خواری

یہ شیرِ ہاشمی شہزادہ یوسف تھا قاسم
یہ شمشیرِ یدِ اللہی یہ خنجرِ آزما قاسم

تمام آلاتِ حرب و ضرب سے آراستہ ہو کر
اجل اور دشمنوں کے درمیاں اک واسطہ ہو کر

نہایت ٹھاٹھ سے میداں میں آیا تیغِ چمکائی
چمکتی دھوپ میں بجلی سی اک ہر سمت لہرائی

مبارز خواہ شہزادہ رہا کچھ دیر میداں میں
مگر تھا مردِ مدیاں کون فوجِ فتنہ ساماں میں

اشارے پر اشارا کر رہا تھا شمرزی الجوشن
تھا ابنِ سعد کا دل بھی ہراس و خوف کا مسکن

نہ آئیں اشتعال انگیزیاں کچھ کام میداں میں
پریشانی ہزیمت تھی نمایاں عام میداں میں

کیا اس زورِ قاسم نے فوجِ شام پر حملہ
سر میداں بہادر چھوڑ بھاگے کلغی و شملہ

ادھر قاسم کی ضربِ تیغ اپنا کام کرتی تھی
ادھر اندیشہ لڑنے سے سپاہِ شام کرتی تھی

بہادر تیغ زن نے جس طرف دوڑا دیا گھوڑا
جو زد پہ آ گیا ہرگز اُسے زندہ نہیں چھوڑا

ارزق شامی اور قاسم کی لڑائی

افواجِ شام میدان میں حضرت قاسم کے مقابلے کی تاب نہ لا کر میدان سے پیچھے ہٹ جاتی ہے۔ قاسم نے آنگے بڑھ کر ابنِ سعد سے کہا کہ اے لاندہب تیرا باپ تو بڑا بہادر مرد میدان تھا۔ ایران کی فتح کا تاج اس کے سر پہ رکھا گیا۔ وہ ہر معرکہ میں شجاع ثابت ہوا۔ اصحابِ رسول کو اس کی بہادری پر ناز تھا تو ایسے دلاور کا بیٹا ہو کر قضا سے ڈرتا ہے۔ مرنے سے جی جراتا ہے۔ کیوں فوج کو کٹواتا ہے۔ اگر کچھ خم ہے تو مرے مقابلے میں آ۔ میں تین دن سے بھوکا پیاسا ہوں۔ پھر مجھ سے ڈرتا ہے۔ اپنے بہادر باپ کی لاج رکھ۔ میدان میں جواں مردی کے جوہر دکھا۔ الغرض حضرت قاسم نے ابنِ سعد کو بہت سے طعنے دیئے۔ بہت ہی ابھارا اور غیرت دلانی لیکن ابنِ سعد کو حضرت قاسم کے پاس اپنی موت نظر آتی تھی اور حضرت قاسم کی اُس پر ایسی ہیبت طاری ہو گئی تھی کہ اس پر کسی بات نے اثر نہ کیا۔

ابنِ سعد کا ارزق کی خوشامد کرنا

ابنِ سعد حضرت قاسم کے سامنے سے ہٹ کر لشکر کے میمنہ میں پہنچا۔ جہاں ارزق پہلوان موجود تھا۔ شام والے ارزق کو ایک ہزار جوان کی طاقت کا مالک سمجھتے تھے اور مصر والوں کا بھی یہی خیال تھا کہ ارزق ایک ہزار جوانوں کی طاقت کا مالک ہے۔ ارزق یزید سے دو ہزار روپے تنخواہ پاتا تھا۔ عمرو بن سعد نے ارزاق سے کہا کہ اے تجھ جیسے بہادر ہوتے ہوئے ابھی تک قاسم زندہ ہے۔ مجھے اس نو جوان کے سامنے شرمندہ نہ کر۔ میدان میں جا اور قاسم کا سر کاٹ کر لا۔ ارزق یہ سن کر غضب ناک ہو گیا اور اس نے ابنِ سعد سے کہا کہ تم مری تمام لشکر کے سامنے توہین کرتے ہو کہ مجھے ایک لڑکے سے لڑنے کو بھیجتے ہو جو کہ زخموں سے چور ہے، بھوکا پیاسا ہے، تھکا ماندہ ہے۔ ابنِ سعد نے یہ بات سن کر کہا کہ اے ارزق اسے لڑکانہ سمجھ، تھکا ماندانہ کہہ۔ وہ لاکھ تین دن کا بھوکا پیاسا ہے تجھے معلوم نہیں قاسم فاتح

خیبر، شیر خدا کا پوتا ہے۔ اسے دیکھ کر حیدر کرار کا گمان ہوتا ہے۔ علی کی طاقت کا مظہر ہے۔
 ارزق نے کہا کہ میں تو اپنی اس کے آگے جاتے ہوئے تو ہین محسوس کرتا ہوں خیر میں اپنے
 بڑے بیٹے کو میدان میں بھیجتا ہوں جو ابھی قاسم کا سر قلم کر کے لاتا ہے۔ یہ کہہ کر اپنے بڑے
 بیٹے کو میدان میں بھیجا۔ ارزق کا بیٹا اکڑتا ہوا میدان میں آیا۔ بڑا قوی ہیکل ڈیل ڈول گھوڑا
 کودتا ہوا قاسم کے مقابل ہوا اور تلوار اٹھانی چاہتا تھا کہ قاسم نے فوراً نیزہ سینے پر مارا۔ ارزق
 کا بیٹا فنون جنگ سے واقف تھا۔ ڈھال پر نیزے کو روکا اور نیزے کی انی توڑ دی۔

شکتہ پا کے نیزے کو اٹھائی تیغ قاسم نے

بدل کر پینترہ چھوڑی ادھر تلوار ظالم نے

سپر پر شہزادے نے مگر تلوار کو روکا

بعجلت رخس کو پیچھے ہٹایا وار کو روکا

ہوئے تیغ عدوئے ہیلتن سے ڈھال کے ٹکڑے

بڑھے قاسم اڑانے دشمن بد حال کے ٹکڑے

عقل سے ڈھال لا کر دوسری ابن انس نے دی

مگر دیکھا کہ پشت دست شہزادے کی ہے زخمی

عمامہ پھاڑ کر ابن انس نے زخم کو باندھا

ادھر ارزق کے بیٹے نے دوبارہ کر دیا حملہ

بدل کر پینترہ قاسم نے اُس کے وار کو روکا

بڑھا دی ڈھال آگے ڈھال پر تلوار کو روکا

بچایا وار غازی نے نہایت تیز دستی سے

گرا دشمن زمیں پر جھونک کھا کر جوش و مستی سے

گرا خود سر سے اُس کے چوٹ بھی کچھ آگئی سر میں

لٹیں بالوں کی لیکن آگئیں دستِ دلاور میں

جگائیں کھینچ کر رپٹا دیا گھوڑے کو غازی نے

دیا دشمن کو چکر ہر طرف مردِ حجازی نے

زمیں پر دھڑ سے دے مارا گھسا کر ابنِ اِزق کو
کیا دوزخ میں داخل اُس عدوئے دینِ برحق کو

ارزق کا دوسرا بیٹا میدان میں

بڑھا قاسم سے لڑنے کے لیے مقتول کا بھائی
سر میدان اسے بھی کھینچ کر اُس کی قضا لائی

کیا آتے ہی اُس نے وار نیزے کا مجاہد پر
پکڑ نیزہ لیا غازی نے اُس کا یا علی کہہ کر

کمر میں ہاتھ ڈالا اور اٹھایا اسپ سے پر
زمیں پر اس کو پٹکا پھر اسے دے کر کئی چکر

بھڑک کر تیسرا بھائی بہ جوشِ انتقام آیا
اجل کے ہاتھ میں ناکام بھی میدان میں کام آیا

ارادہ کر دیا ارزق نے خود میدان واری کا
تماشا کر رہی تھی فوج اُس کی آہ زاری کا

مگر چوتھا پسر میدان کی جانب باپ سے پہلے
پدر سے کہہ گیا میں جان دوں گا آپ سے پہلے

کیا شہزادہ ذی جاہ پر حملہ مقابل سے
پڑی تلوار جب تلوار چھوٹی دستِ قاتل سے

کٹا شانہ سے داہنا ہاتھ گھوڑے سے گرا ناری
جہنم آشنا پہنچا جہنم تک بصدِ خواری

فضائے نور میں گونجیں صدائیں فتح و نصرت کی
نگاہیں جھک گئیں سجدے کو مشتاقِ شہادت کی

الغرض ارزق کے چاروں بیٹے ارزق کے سامنے حضرت قاسم کے ہاتھ سے دوزخ کا پروانہ
لے کر نہایت ذلت کے ساتھ دوزخ کے راستے کو طے کر کے دوزخ میں پہنچ جاتے ہیں۔

ارزق میدان جنگ میں

ارزق روتا ہوا میدان میں آتا ہے۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ غصہ میں دیوانہ ہو کر خود میدان میں آتا ہے۔ حضرت قاسم کے مقابلے میں ارزق کو دیکھ کر امام عالی مقام نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور رو کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ اے رب کائنات مرے قاسم کی لاج رکھنا۔ افواجِ شام کی اور اہلبیت کی نگاہیں میدان میں جم جاتی ہیں اور قاسم و ارزق کی لڑائی کا منظر دیکھنے لگے۔ ارزق نے میدان میں آ کر پے در پے حضرت قاسم پر نیزے سے بارودار کیے۔ مگر قاسم نے اس کے سب وار رد کر دیئے۔ ارزق نے جھلا کر قاسم کے گھوڑے کی پشت پر نیزہ مارا جس کی زد کھا کر گھوڑا مر گیا۔ حضرت قاسم پیدل ہو گئے۔ امام عالی مقام نے فوراً دوسرا گھوڑا قاسم کے لیے بھیجا۔ قاسم اس پر سوار ہو گئے اور آپ نے ارزق پر نیزے کے تین وار کیے۔ ارزق نے رد کر دیئے اور تلوار نکالی۔ حضرت قاسم نے بھی فوراً تلوار ہاتھ میں لی۔ ارزق نے کہا یہ تلوار ترے پاس کہاں سے آئی۔ یہ تلوار تو میں نے ایک ہزار دینار دے کر زہر میں بھجوائی تھی۔ حضرت قاسم نے فرمایا کہ ترے بیٹے سے چھینی ہے تاکہ تمہیں اس کا مزہ چکھاؤں اور فرمایا کہ تم ایک مشہور جنگجو ہو کر اس قدر بے احتیاطی سے کام لیتے ہو کہ میدان میں لڑنے کے لیے آگے اور گھوڑے کا تنگ ڈھیلا رکھتے ہو۔ اسے کسا بھی نہیں وہ زمین دیکھو پشتِ مرکب سے پھسلا جا رہا ہے۔ یہ سن کر ارزق گھوڑے کا تنگ دیکھنے کے لیے جھکا ہی تھا کہ قاسم نے اللہ اکبر کہہ کر تیغ اٹھالی اور ارزق پر چھوڑی۔

ارزق کا قتل

کمر پر تیغ ماری کہہ کے الا اللہ غازی نے
دکھائی صولتِ شیرِ خدا کیا واہ غازی نے

دوبارا ہو کے لاش ارزق کی فرشِ خاک پر آئی

ندامت کی گھٹا ہر جا یزیدی فوج پر چھائی

امام دوسرا نے بڑھ کے قاسم کی جبیں چومی
مبارک باد اوج آسماں نے دی زمیں جھومی

کہا قاسم نے عم محترم مل جائے گر پانی
بادن اللہ ہو فوجِ عدویکا زور سب قانی

طہورِ خلد کی شہہ نے بھتیجے کو بشارت دی
نویدِ حاضرہی بزمِ سلطانِ رسالت دی

حضرت قاسم کی شہادت

امام عالی مقام نے بہادر بھتیجے کو سینے سے لگایا اور صبر و رضا کی تلقین فرمائی۔ حضرت قاسم امام پاک کا دستِ کرم کو چوم کر پھر یزید کی لشکر پر حملہ کرتے ہیں۔ افواجِ شام قاسم کے سامنے آنے سے کتراتی تھیں۔ عمرو بن سعد تازہ دم فوج کو آگے بڑھاتا تھا۔ حضرت قاسم فوراً اُس کو حملہ کر کے پیچھے دھکیل دیتے تھے۔ ادھر اکیلا ہاشمی شہزادہ ہے۔ ادھر بارہ ہزار فوج آمادہ ہے۔ قاسم کی جب تلوار چلتی ہے اجل تیزی کے ساتھ شامی اور کوفیوں کی گردن دبوچتی ہے۔ میدانِ کربلا محشر کا نمونہ بنا ہوا ہے۔ فوجِ یزید کے بہادر قاسم کی ہیبت سے لرزاں ہیں۔ سامنے آ کر لڑنے کی کسی کو ہمت نہیں۔ آخر کار ابنِ سعد نے حکم دیا کہ قاسم کے قریب کوئی نہ آئے اور اس کے چاروں طرف حلقہ باندھ کر تیروں کی بارش کی جائے۔ القصد ہمیشگی مرضی پر چاروں طرف سے تیروں کا مینہ برستا ہے۔ جسمِ نورانی زخموں سے چھلنی ہو جاتا ہے۔ قوتِ بازو دست پڑ جاتی ہے۔ لیکن جلالِ ہاشمی روئے منور پہ جلوہ افشاں ہے۔ آپ بے حس و حرکت کھڑے ہیں۔

ابنِ سعد کی عیاری

یکایک عمرو ابنِ سعد نکلا تول کر خنجر
چلا دی بے حیا نے تیغ فوراً پشتِ قاسم پر

یہ عمرو سعد ازدی خاندان کا اک سپاہی تھا
سیکار و قوی ہیکل مجسم رو سیاہی تھا

لٹا وہ زخم کاری تیغ کا پشتِ مبارک پر
گرا شہزادہ پشتِ زین سے یا عتہا کہہ کر
لپک شاہِ دیں نے تیغ ماری عمر کے سر پر
مگر رو کا سیہ باطن نے فوراً ہاتھ پر خنجر

کٹا کہنی سے دہنا ہاتھ چیخا زور سے ناری
گرا دھڑ سے زمیں پر خون کا چشمہ ہو جاری
کچل ڈالا خود اُس کی فوج کے گھوڑوں نے ظالم کو
کیا پائے اجل نے ریزہ ریزہ جسمِ سالم کو
سرِ بائیں ادھر قاسم کی شہ کے اشک جاری تھے
ادھر قاسم ہم آغوشِ وصالِ ذاتِ باری تھے
ہوئے قاسم بھی شاملِ اہلِ حق میں حق رسیدوں میں
انہیں بھی لا کے رکھا شاہِ والا نے شہیدوں میں

امام عالی مقام کا عزمِ جہاد اور حضرت عباس کی میدانِ داری

خدا کی شان ہے کہ اہلبیت کا جو شہزادہ میدان میں جاتا وہ شہادت کا مقام حاصل کرتا ہے کوئی بھی واپس دنیوی زندگی کے ساتھ نہیں آتا اور نہ ہی کوئی اپنی جان بچا کر دشمن کی پناہ لیتا ہے۔ مصیبت کے وقت بھی کسی نے ہمت نہ ہاری اور برضا و رغبت میدان جا کر راہِ حق میں جانیں نثار کیں۔ اہلبیت کے جوانوں نے خاکِ کربلا کے صفحات پر اپنے خون سے شجاعت و جواں مردی کے وہ بے مثال نقوش کھینچے ہیں جن کو تدریس کرنا غیر ممکن ہے۔ جب یہ فاطمی چاند یعنی حضرت قاسم بھی کربلا میں ظلم و استبداد کے بادلوں میں چھپ گیا تو شہزادہ کونین نے میدان کا عزم کیا۔ خونِ حیدر نے رگوں میں جوش مارا۔ جلالِ ہاشمی نے رُخِ انور کو نکھارا۔ خیمہ سے باہر آئے۔ گھوڑے پر سوار ہوئے تو حضرت عباس نے بڑھ کر ادب سے رکاب تھامی۔ دستِ اقدس کو بوسہ دیا اور عرض کی کہ سرکار مرتے ہوتے ہوئے آپ میدان کو نہ جائیں۔ حضرت عباس اسلامی پرچم ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں۔ خیمہ کے محافظ ہیں۔ اگرچہ

آپ ہر جنگِ مغلوبہ میں شریک رہے ہیں لیکن جوشِ شجاعت میں کوئی کمی نہیں ہے۔ امامِ حق سے میدان میں جانے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ شہہ دیں نے فرمایا کہ ہاں اک تم رہے ہو۔ اب تم مجھے تنہا چھوڑنے کو تیار ہو گئے۔ آخر کار شہہ دیں نے خدا حافظ کہہ کر حضرت عباس کو رخصت کیا۔ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آئے۔ ایک شمشیر ہے ایک ہاتھ میں بجائے نیزے کے اسلام کا جھنڈا ہے۔ لشکرِ شام پر حملہ آور ہوئے۔ میمنہ اور میسرے کی تمام ناقہ بندیاں توڑ ڈالیں۔ لاشوں کے میدان میں انبار لگا دیئے۔ سو رماؤں کے دل دہلا دیئے۔ جدھر آپ رخ کرتے تھے یزیدی فوج میں بھگدڑ مچ جاتی تھی۔ یکا یک آپ کی نظر خیمہ کی طرف پھرتی ہے۔ خیمہ پر خالی مشکیزہ نظر آتا ہے۔ آپ فوراً گھوڑے کی باک موڑ کر خیمہ کی طرف آتے ہیں اور آن کر دیکھتے ہیں سیکینہ اور فاطمہ العطش پکار رہی ہیں۔ جب حضرت عباس کو سیکینہ نے اپنی سوکھی زبان دکھلائی اور دامن پکڑ کر چل گئیں کہ مجھے پانی لے کے پلا دو۔ حضرت عباس نے جب معصوم سیکینہ کی یہ حالت دیکھی آپکا دل بھر آیا۔ تمام خواتین خیمہ میں پانی کے لیے بیتاب ہیں۔ سب کی زبانیں خشک ہیں جس کی وجہ سے بولا بھی نہیں جاتا۔ گرمی کا موسم بے سایا جنگل اور تین دن سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ ملنا پھر بھی صبر و ضبط کا یہ عالم ہے کہ ہر وقت شکرِ خدا۔ کوئی ایسا لفظ زبان پر نہیں آتا جس سے بے صبری ظاہر ہو۔

حضرت عباس نہرِ فرات پر

اٹھا کر مشکیزہ پشتِ زین پر خود رکھ لی دلاور نے
 وہیں ششت دریا کی طرف باندھی دلاور نے
 سوارانِ محافظ کی طرف گھوڑے کو دوڑایا
 علم کو راہ میں دابا لبِ خنجر کو چکایا
 کیا اک نعرہ شیرانہ اور سوئے فرات آئے
 قطع کرتے ہوئے اشرار کا دورِ حیات آئے
 مخالف فوج دستے جو غازی سے الجھتے تھے
 وہ تیغ تیز کے ہاتھوں جہنم میں پہنچتے تھے

بہت روکا بہت خنجر زنی کی فوج دشمن نے
مگر ٹکڑے اڑائے ناریوں کے تیغِ افکن نے
کٹے کائی کی صورت سامنے سے بز دلے دشمن
ہوئے فی النار خنجر سے گلے جتنے ملے دشمن

سپاہِ شام پر غالب امیر کائنات آیا
دلاور تیغِ زن عباسِ غازی تابِ فرات آیا
بڑھا کر دو قدم الٹا دیا گھوڑے کو دریا میں
ہراک سفاک تھا غرقِ ندامت فوجِ اعدا میں

اشارا اسپ تازی کو کیا پانی کے پینے کا
پیا سا اگرچہ تھا رہوار لیکن تھا قرینے کا

لگا جب منہ سے آبِ نہر ہٹوں میں تری آئی
ہٹائی خود ہی سطحِ آب سے گردن بے رعنائی
بھری عباس نے فی الفور اپنی مشکِ پانی سے
کیا سیراب چشمِ تر کو دریا کی روانی سے

لیا چلو میں پانی اور پینے پر ہوئے مائل
مگر جب یاد آئے تشنہ لبِ دل ہو گیا گھائل
پڑھی لاحول پھینکا آپ نے اپنی کو چلو سے
اٹھائی مشکِ کاندھے پر ہوا رخصت لبِ جو سے

غیور ایسے نہ جوئیں تشنگی میں بھی پیا پانی
رہے لب تشنہ آخر وقت تک گویا کیا پانی
رضا و صبر اس کا نام ہے اے نوعِ انسانی
کھڑے دریا میں ہیں لیکن پیا پھر بھی نہیں پانی

یہ فرزندِ علی شیرِ خدا تو خیر انساں تھے
فضائلِ آلِ ہاشم کے تمام ان میں نمایاں تھے

نہ پینا پانی اُن کا داخلِ شانِ قناعت تھا
مگر گھوڑے کو کہیے کیوں وہ اس درجہ باہمت تھا

فرق مراتب انسانی و حیوانی

اثر تھا سب یہ صحبت کا یہ سب فیضانِ صحبت تھا
خدا کی شانِ حیوانِ خو شناسِ آدمیت تھا

اسی میدان میں تھے جانور بھی اور انساں بھی
اسی وادی میں تھے فرعون بھی عاجز مسلمان بھی

مگر تھا فرق اتنا آدمی میں اور حیواں میں
تفاوت صاف تھا ظاہر مسلمان تا مسلمان میں

وہ حیواں تھے جنہوں نے تشنہ لب انسان کو پا کر
نہ رکھا آب و دانہ تین دن تک بے گماں منہ پر

وہ انسان تھے جفا و جور جو کرتے تھے انساں پر
وہ انساں تھے جنہیں غرہ تھا اپنے ساز و ساماں پر

وہ انساں تھے جو تھے صرف بغاوتِ قدرتِ حق سے
وہ انساں تھے جو تھے جنگِ آزما خلاقِ مطلق سے

یہ مسلم تھے مگر تھے عترتِ اطہار کے دشمن
یہ مسلم تھے مگر تھے احمد مختار کے دشمن

یہ وہ غدار تھے جن کو نہ تھا کچھ پاسِ ملت کا
غلط حیلہ تراشا تھا بقائے ملک و دولت کا

یہی وہ تھے بلا کر خود جنہوں نے چند ساعت میں
کیا مظلوم آلِ مرتضیٰ کو قتلِ غربت میں

بلاشک ایسے انسانوں سے وہ حیواں اچھے تھے
وہ گھوڑے ان بھگوروں سے علی الاعلان اچھے تھے

حضرت عباس کی فرات سے واپسی

جب حضرت عباس پانی کی مشک بر کر خیمے کی طرف روانہ ہوئے تو ہر طرف سے فوجی دستوں نے آپ کو روکا۔ آپ نے تلوار کو علم کیا اور جو بھی سامنے آیا۔ اس کو موت کا مزہ چکھایا۔ کبھی آپ کو پیدل رسالے آن کر روکتے تھے۔ کبھی سواروں کی فوج آپ کو گھیرنے کی کوشش کرتی تھی۔ مگر آپ شیرِ خدا فاتحِ خیبر کے نورِ نظر تھے۔ شجاعت آپ کی گرویدہ تھی۔ آپ کی تلوار بجلی کی طرح دشمنوں کے سروں پر چمکتی تھی۔ آپ جس طرف بھی رخ کرتے تھے دشمنوں کی کاتی سی پھٹ جاتی تھی اور کسی بہادر شامی و کوفی میں یہ ہمت نہ تھی جو آپ کے سامنے آتا۔ جب یہ عالم ابنِ سعد نے دیکھا تو تازہ دم فوج کو اشارہ کیا کہ عباس کو زغہ میں لے لیں۔

حضرت عباس پر یورش لشکر

میمنہ سے فوراً تازہ دم فوج بڑھتی ہے اور چاروں طرف سے حضرت عباس کو گھیرے میں لے لیتی ہے۔ ہر طرف سے غازی تلوار و خنجر، تیغ و تبر، تیر و شمشیر کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ یہ فاطمی نوجوان بھوکے شیر کی طرح یزیدی فوج پر حملہ آور ہوتا ہے۔ ہزاروں بے دین دم زدن میں جہنم واصل ہوتے ہیں۔ ہاشمی شیر کو جوشِ شجاعت میں جب مدہوش ہو کر جنگ میں مشغول پایا تو اچانک نوفل نے عقب سے داہنے بازو پر وار کیا۔ بازو قلم ہو گیا۔ غازی نے بائیں ہاتھ میں تلوار سنبھالی اور مشک کو بھی بائیں کاندھے پر لادا اور آپ نے بڑی شدت سے دشمنوں پر حملہ کیا۔ ذوقِ شہادت میں ایسے مدہوش ہیں کہ بازو کے کٹنے کا بھی آپ کو احساس نہ ہوا اور اسی طرح جنگ میں مشغول ہیں۔ ایک شامی دوسرے بازو پر وار کرتا ہے۔ بائیاں بازو بھی قلم ہو جاتا ہے۔ مشک کو دانتوں سے پکڑ لیتے ہیں۔ جب دونوں بازو بے کار ہو گئے تو ایک جفاکش نے سامنے سے تیر مارا۔ جس سے مشک چرگئی۔ یزیدی فوج بے دست و پا پر چاروں طرف سے برچھی بھالے برسارہی ہے۔ ان ظالموں نے بے دست و پا پر بھی رحم نہیں کیا۔ جب آپ زخموں سے چکنا چور ہو گئے تو امامِ حق کو پکارا اور اللہ اکبر کا نعرہ مارا۔

سر میدان یہ عالم جب شہید دیں کو نظر آیا
بڑھایا خمیے سے رہوار کو غصے میں فرمایا

سپہ سالار لشکر تفت ہے تری اس دلیری پر
کیے جاتا ہے حملہ بسکل و بے جاں پہ مل مل کر

صفوں میں برہمی آئی بڑھے سرکار آگے کو
بڑھا دی ذوالفقار حیدر کرار آگے کو

قریب حضرت عباس جب سلطان دیں پہنچے

شہید راہ حق تا سرحدِ خلد بریں پہنچے

علمبردارِ ملت ہو گئے قربانِ ملت پر
خدا کی راہ عباس نے دی جانِ ملت پر

یہ ستائے سپاہِ نورِ عینِ ساقی کوثر

ہوا واصلِ بحق پہنچا حضورِ داوڑِ محشر

شہادتِ عرصہٴ پیکار میں عباس نے پائی

جگہ محبوب کے دربار میں عباس نے پائی

منظرِ یاس و الم

وہ منظر کیسا غم آفریں، کیسا یاس و حسرت کا منظر ہوگا جب امام عالی مقام خود عزمِ میدان کر رہے ہوں گے۔ اب علی اکبر ہیں نہ عون و محمد ہیں۔ نہ عثمان و جعفر ہیں۔ نہ قاسم و عبداللہ ہیں۔ نہ ابوبکر و عمر ہیں نہ حبیب ابن مظاہر ہیں۔ نہ زہیر بن قیس ہیں نہ عباس علمبردار ہیں۔ جو امام عالی مقام کو میدان جانے سے روکیں اور اپنی جانیں امام عالی مقام پر قربان کریں۔ صرف امام زین العابدین وہ بھی بیمار ہیں۔ کربلا میں ہر طرف بربادیاں چھائی ہوئی ہیں۔ ریاضِ دہر کی شاخ و کلی مرجھائی ہوئی ہے۔ فرشتے حیرت سے انگشتِ بندناں ہیں۔ زمین و آسمان سکتے کے عالم میں ہیں۔ وحوش و طیور اشک افشاں ہیں۔ خیمہٴ پاک پر غم کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ ہر طرف قیامت کے آثار نظر آتے ہیں۔ ابھی

سرکار تیاری میں مصروف ہیں کہ سامنے سے سجاد تشریف لاتے ہیں اور میدان میں جانے کی رضا طلب کرتے ہیں۔

شہیدِ والا ابھی تیار ہونے بھی نہیں پائے
کہ دیکھا لڑکھڑاتے سامنے زین العابدین آئے

عمامہ سر پہ ہاتھوں میں عصا پہلو میں خنجر ہے
نظر ہے سوئے فوجِ اشقیاءِ رخِ جانبِ در ہے

قریب شادین آئے جھکایا سر کو قدموں پر
ادب سے عرض کی اے قبلہ کونین کے سرور

خدارا لاج اب رکھ لیجئے بیمار بیٹے کی
فغاں سن لیجئے اپنے ضعیف و زار بیٹے کی

نہ فرمائیں حضور اقدام ابھی مجھ کو اجازت دیں
میں خواہانِ شہادت ہوں مجھے اذنِ شہادت دیں

تمنا ہے مجھے بھی آپ پر قربان ہونے کی
ہم آغوشِ شہیداں چین سے جنت میں سونے کی

مرے ہوتے ہوئے سرکار جائیں رن میں ناممکن
میں یوں سرکار کو دیکھوں صفِ دشمن میں ناممکن

شہیدوں میں مرے بھی نام کو تحریر فرماؤ
عطا مجھ کو بھی اپنے ہاتھ سے شمشیر فرماؤ

شہادت کی سعادت کا مجھے پہنائے جوڑا
عنایت کیجیے اک تیز رو مجھ کو بھی اب گھوڑا

ضعیف و ناتواں ہیں ضعف سے لرزہ بدن میں ہے
مگر ذوقِ جہادِ عشق اتنا قلب و تن میں ہے

امام عالی مقام کا زین العابدین کو ضبط کی تلقین فرمانا

شہدہ دیں نے لگایا پیار سے بیٹے کو سینے سے

تسلی دی کہا بیٹا نہ ہو بیزار جینے سے

ہو تم روح روانِ اہل بیتِ پاک دنیا میں

چلے گا تم سے ہی نامِ شہدہ لولاک دنیا میں

بقائے نسلِ سلطانِ رسالت کا سبب تم ہو

جہاں میں یادگارِ عترتِ محبوبِ رب تم ہو

یقیناً ناخدائے کشتیِ اہلِ عبا ہو تم

یقیناً قلزمِ وحدت کے موجِ آشنا ہو تم

ہو پر کاروانِ قافلہ تم آلِ حیدر کے

ہو تم سالارِ اعظمِ ملتِ محبوبِ داور کے

تمہیں دنیا میں رہ کر رہبری دنیا کی کرنا ہے

تمہیں ہر دورِ نیک و بد سے دنیا کے گذرنا ہے

اسیرانِ حرم ہیں سب تمہاری ہی حفاظت میں

ہو تم محرمِ خواتینِ حرم کے دشتِ غربت میں

یہ فرما کر لگایا آپ نے عابد کو سینے سے

عطا کیں نعمتیں وہ سب جو پائی تھیں مدینے سے

بنایا دمِ زدنِ لختِ دل کے دل کو آئینہ

علومِ معرفت سے بھر دیا سجاد کا سینہ

تسلی دی بنایا جانشین پھر اپنا عابد کو

سرِ کربل کی ہر حالت کے ناظر اور شاہد کو

امام عالی مقام کا عزم میدان

الغرض امام دوسرانے اپنی تمام ذمہ داریوں کو امام زین العابدین کے حوالے کیا اور میدان میں جانے کی تیاری کی۔ قبائے مصری کو زیب تن کیا۔ عمامہ رسول خدا ﷺ سر پر باندھا۔ سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی سپر پشت مبارک پر رکھی۔ فاتح خیبر، حیدر کرار کی ذوالفقار ابدار حائل کی۔ حضرت جعفر کا نیزہ ہاتھ میں لیا۔ اس منظر کو اہل خیمہ کن آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے جن کے سر سے ان کے سردار کا سایا دنیوی زندگی میں ہمیشہ کے لیے جدا ہونے والا ہے۔ نونہالان اہل بیت پر یتیمی منڈلا رہی ہے۔ ناز پروروں کے سر سے شفقتِ پدری کا سایہ اٹھنے والا ہے۔ ازواج سے سہاگ رخصت ہو رہا ہے۔ دکھے ہوئے اور مجروح دل امام کی جدائی کے غم سے کٹ رہے ہیں۔ سکینے کی ترسی ہوئی آنکھیں پدر بزرگوار کا آخری دیدار کر رہی ہیں۔ آن دو آن کے بعد یہ جلوے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو رہے ہیں۔ اہل خیمہ کے چہروں کا رنگ اڑ گیا ہے۔ سب کی نورانی آنکھوں سے موتی ٹپک رہے ہیں۔ حسرت و یاس کا عالم ہے جسموں میں تابِ حرکت نہیں۔ تصویریں ساکت کھڑی ہیں۔ خاندانِ مصطفیٰ ﷺ کی بے وطنی اور بے کسی انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ بیکس قافلہ حسرت کی نگاہوں سے امام عالی مقام کے چہرہ دل افروز پر نظریں جمائے ہوئے ہے۔ شہہ دین گھوڑے پر سوار ہیں۔

معروضاتِ شہربانو خدمتِ امام میں

کیا جب قصد خیمے سے نکلنے کا شہہ دیں نے
تو روکا سامنے سے راستہ بانوئے غمگین نے

امام دوسرانے جب کی اپنی زن کو تیاری
تو رو کر لگیں یہ عرض کرنے بیبیاں ساری

ادب سے شہربانو نے گذارش کی شہہ والا
مری دنیائے راحت آج ہوتی ہے تہہ و بالا

میں صدقے مجھ کو کس پر دشمنوں میں چھوڑے جاتے ہو
کہاں جاتے ہو مجھ سے ہائے کیوں منہ موڑے جاتے ہو

عدو جب پابجولاں ہم کو خیمہ سے نکالے گا
مرے کاندھے پہ بتلاؤ تو چادر کون ڈالے گا

لٹے گا قافلہ جب دوز ہوگا فتنہ کوشی کا
کیسے احساس ہوگا قیدیوں کی پردہ پوشی کا

عدو پردہ داری پہ ہوگا جب مائل اسیروں کی
کرے گا کون شاہا دستگیری ہم فقیروں کی

امام عالی مقام نے جب شہربانو کی یہ باتیں سنیں تو ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں
کہ تم کسریٰ کی شہزادی ہو۔ ناز و نعم کی پالی ہو۔ اے بانو وہ وقت بھی یاد کرو جب تم
ایران سے قید کر کے مدینے لائی گئی تھی۔ اس وقت تمہارا کوئی پرسان حال نہ تھا اور تم کفر
کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھیں اور اب اسلام کا لباس زیب تن کیے ہوئے ہو، اہل بیت
مصطفیٰ ہو، خدا تمہارا نگہبان ہے، خبردار صبر و تحمل کے دامن کو نہ چھوڑنا۔ ورنہ سر محشر نانا
جان کے سامنے شرمندگی ہوگی۔ شہربانو سے سرکار یہ باتیں کر رہے تھے کہ حضرت زینب
آپ کی ہمیشہ نے ادب سے آپ کا دامن پکڑ لیا اور دل دہلا دینے والے لہجہ میں اس
طرح عرض کرنے لگیں۔

حضرت زینب کی فریاد خدمتِ امام میں

جناب حضرت زینب نے یہ رو رو کے فرمایا
مرے بھائی مرے سر پہ تھا اب تک آپ کا سایہ

بتلاؤ تو یہاں اب کیا مصیبت آنے والی ہے
ہمارے سر پہ کل کیسی قیامت آنے والی ہے

مرے ماں جائے بھائی کل بتاؤ تم کہاں ہو گے
میں پہنچوں گی وہاں کس طرح بھائی جہاں ہو گے

مرے ماں باپ کی طرح سے مجھ کو پالنے والے
 مرے سر پہ وفورِ غم میں چادر ڈالنے والے
 پکاروں گی کسے میں بھائی کہہ کر بزمِ عالم میں
 تسلی کون دے گا آن کر مجھ کو سرِ غم میں

مری ماں فاطمہ نے جب بلکتا مجھ کو چھوڑا تھا
 کسی نعمت کا بھی اس وقت مجھ کو نہ توڑا تھا
 مجھے گودوں میں ابا جان خوش ہو کر کھلاتے تھے
 فرشتے خلد سے آ کر مجھے جھولا جھلاتے تھے

مصیبت ہائے اب مجھ پہ یہ کیسی آنے والی ہے
 گھٹارنج و الم کی ہر طرف سے چھانے والی ہے
 امامِ دوسرا نے بہن کو فرطِ محبت سے
 کلیجے سے لگایا اور فرمایا یہ شفقت سے

مری لختِ جگر پیاری بہن یہ کیا ہوا تم کو
 نہیں لَا تَقْنَطُوا مِنَ الرَّحْمَتِ اللّٰهِ يٰدِكِيَا تَمُّ كُو
 ہے اے نورِ صبر و رضا سادات کا جوہر
 مصائب میں نہ ہونا چاہیے قابو سے یوں باہر

رہا ہے کون دنیا میں رہے گا کون دنیا میں
 ہے تاب دم زدن کس کو رضائے حق تعالیٰ میں
 یقین جانو بجز ذاتِ الہی ہے جہاں فانی
 ہے کُلُّ مَنْ عَلَيَّهَا فَاِنْ رُوْشِنْ نَهْ قِرْآنِي

ہو تم چشمِ چراغِ خاندانِ فاطمہ زہرا
 تمہیں دامانِ صبر چھوڑنا دیتا نہیں زیبا
 خدارا قلب کو مضبوط رکھنا صبر سے رہنا
 مصائب جھیلنا صدمے اٹھانا رنج و غم سہنا

نہ ہرگز قتل پر مرے ذرا نوحہ گری کرنا
کبھی اصلاً نہ سینہ کوئی و جامہ دری کرنا

خدارا صبر اے روحِ روانِ خنداں کرنا
وفورِ غم میں شکرِ خالق کون و مکاں کر

امام عالی مقام اور عزمِ جہاد

امامِ پاک سب کو صبر کی تلقین کرتے ہیں
دمِ آخر بھی تعلیمِ اصولِ دین کرتے ہیں

خواتینِ حرم سے ہو رہے ہیں شاہِ دیں رخصت
ملکینِ خلد کی ہے جانبِ خلدِ بریں رخصت

رضاء و صبر کی سرکار نے تلقین فرما کر
بہ عزمِ جنگ اٹھایا ہاتھ پھر نیزہ و خنجر

تسلی دی خدا حافظ کہا سب خستہ حالوں کو
سپرد کر دیا اللہ کے اللہ والوں کو

الغرض حق و صداق کا روشن آفتابِ خیمہِ اہلبیت سے طلوع ہوا۔ باطل کی سیاہ
رات کے پردے آپس کی تجلیوں کی دھار سے چاک چاک ہو گئے۔ آرزوئے زندگی کا
گرد و غبار اُس کے جلوؤں کو نہ چھپا سکا۔ باطل کی تاریکی اُس کی نورانی شعاعوں سے
کافور ہو گئی۔ فضائے کربلا نور سے مامور ہو گئی۔ مصطفیٰ ﷺ کا لختِ جگر، زہرا کا نور
نظر، شیرِ خدا کا دلارا، فاطمہ کی آنکھوں کا تارا، بے سہاروں کا سہارا گھر لٹا کر کتبہ کٹا کر
سربکف راہِ حق میں جان قربان کرنے کو سرِ میداں موجود ہے۔ سامنے بیس ہزار لشکر
جرار ہے۔ لیکن علی کے لعل کی پیشانی مصفا پر شکن بھی نہیں۔ دشمن کی فوجیں پہاڑوں کی
طرح گھیرے ہوئے ہیں۔ ہر طرف تلواروں کی باڑ نظر آتی ہے۔ مگر فرزندِ مصطفیٰ کی نظر
میں پرکاہ کے برابر اس کی حقیقت نہیں۔ سرِ میداں اپنے ایک رجز پڑھی جو آپ کے
ذاتی اور نسبی فضائل پر مشتمل تھی۔

خطبہ امام عالی مقام

اے ظالمانِ قوم تم مجھے خوب اچھی طرح جانتے ہو کہ میں فرزندِ رسول ہوں، جگر گوشہٴ بتول ہوں، ابوطالب کا پوتا ہوں، شیرِ خدا مولا علیؑ کا بیٹا ہوں، مجھ کو ایذا دینا رسول کو ایذا دینا ہے۔ اے ظلم و ستم کے پرستارو! جان لینا جان دینا سب خدا کے اختیار میں ہے۔ اگر تم خداوندِ عالم جل جلالہ پر یقین رکھتے اور مرے جدِ امجد سید کائنات پر ایمان لائے ہو تو ڈرو۔ قیامت کے دن میزانِ عدل قائم ہوگی۔ اعمال کا حساب کیا جائیگا۔ میرے والدین محترمین اپنی آل کے بے گناہ خونوں کا مطالبہ کریں گے۔ مرے نانا مقامِ محمود پر جلوہ فرما ہوں گے جن کی رضا پر نجات کا دار و مدار ہوگا۔ وہ اپنے نواسوں کا زخموں سے چور چور جسم دیکھ کر کیا ناراض نہ ہوں گے کیا ان سے پھر بھی کرم کی امید کی جائے گی۔ کیا وہ مرے اور جانثاروں کے ناحق خون کا بدلہ نہ لیں گے۔ ضرور لیں گے تم مرے اور مرے اطفال کا اب بھی قتل روا سمجھتے ہو اس ارادے سے باز آؤ۔ مجھے اب موقعہ دو کہ میں بلادِ عرب چھوڑ کر دنیا کے کسی اور حصہ میں چلا جاؤں۔ اگر تمہیں یہ منظور نہیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی رضا پر صابر و شاکر ہیں۔ اَلْحُكْمُ لِلّٰہِ وَ رَضِیْنَا بِقَضَائِہِ اللّٰہِ امام عالی مقام زبانِ گوہر فشاں سے یہ کلمات سن کر کوفیوں میں سے بہت لوگ رو پڑے۔ دل سب کے جانتے تھے کہ وہ برسرِ ظلم و جفا ہیں اور باطل کی حمایت کے لیے انہوں نے دارین کی رو سیاہی اختیار کی ہے اور یہ بھی سب کو یقین تھا کہ فرزندِ رسول حق پر ہیں ان کے خلاف ادنیٰ سی حرکت بھی آخرت کی رسوائی و خواری کا موجب ہے۔ ان ظالموں نے ایک لمحہ کے لیے امامِ حق کی تقریر سے اثر نہ لیا۔ بدنوں پر ایک پھریری سی آئی۔ ابن سعد شمر ذی الحوشن نے جب یہ دیکھا فوراً کہا کہ آپ سے ہمیں تعرض نہیں۔ صرف بات اتنی ہے کہ آپ ابن زیاد کے پاس جا کر یزید کی بیعت کر لیں اور جہاں چاہیں چلے جائیں۔

نظم بجوابِ سوال

یہ باتیں سن کے غصہ آ گیا سبِ پیمبر کو
نگاہِ قہر سے دیکھا عدوئے دین کے لشکر کو

جلالِ ہاشمی جلوہ نما رخ پہ نظر آیا
رگ و ریشہ میں خونِ فاتحِ خیر ابھر آیا

اٹھائی ذوالفقارِ خیدرِ کرار ہاتھوں میں
لیا تیر و کمانِ جعفرِ طیار ہاتھوں میں
چمک سے تیغ کی خیرہ ہوئیں آنکھیں حریفوں کی
بنا لیں صورتیں فوجی جوانوں نے ضعیفوں کی

عیاں شیرِ خدا کا دبدبہ تھا روئے روشن سے
ٹپکی تھی یدِ اللہی جلالتِ پاکِ چتون سے
ہوئی رگ رگ جوشِ مرتضیٰ اک جھلک پیدا
نگاہِ قہرِ ساماں میں تھی بجلی کی چمک پیدا
سرِ میداں جو شیرِ ہاشمی کو پر غضب دیکھا
ہراک دشمن نے اپنی موت کا اس کو سبب دیکھا
بڑھایا اسپِ برق آسا کو کاوا دے کے میداں میں
پڑی بھگدڑ مچی ہلچل سپاہِ فتنہ ساماں میں

ابنِ قحطبہ شامی پہلوان کا میدان میں آنا

شیرِ یزداں کا پسرِ فاطمہ کا نورِ نظرِ مصطفیٰ کا لختِ جگرِ جلال کے عالم میں سرِ میداں جلوہ گر
ہے ملائکہ آپ کی دلیری و شجاعت دیکھ کر حیران ہیں۔ سپاہِ شامِ امامِ عالی مقام کی ہیبت سے
لرزاں ہیں۔ ہر طرف یزیدی فوج میں خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے کہ اتنے میں ابنِ قحطبہ شیر
حق کے سامنے آتا ہے اور امامِ دین سے کہنے لگا کہ اے حسین تم نے تمام احباب و اقربا کو قتل
کروا دیا ہے مگر ابھی تمہارے دل میں لڑائی کی ہوس ہے۔ یہ سن کر امامِ عالی مقام نے اس
سے فرمایا کہ لڑنے کو میں آیا ہوں یا لوگ مجھ سے لڑنے کو آئے ہو۔ کیا میں نے تمہارا رستہ بند
کیا ہے یا تم نے مرا رستہ بند کیا ہے اور مرے احباب و اقارب کو قتل کیا ہے۔ اب مجھے
سوائے لڑائی کے کیا چارہ ہے۔ زیادہ باتیں نہ بنا اگر کچھ دم خم ہے تو مرے سامنے آ۔ یہ فرما

کر آپ نے ایک ایسا نعرہ زہرہ شگاف مارا کہ تمام لشکر یزید تھرا گیا اور ابن قحطبہ ظالم بدحواس ہو گیا۔ ہاتھ پیر نہ ہلا سکا۔ امام حق نے ناری کے تلوار سے دو ٹکڑے کر دیئے اور ذوالفقارِ حیدری چمکا کر فوج پر حملہ کیا۔ صفیں الٹ پلٹ کر ڈالیں۔ میدان میں سگی پڑ گئی۔

چلی شاہ کی رن میں جب ذوالفقار
یہاں تک کیا ظالموں کو ہلاک
دیئے رن کو پلٹے کئی دم بدم
لعین خوف سے منہ چھپانے لگے
جدھر فوج دشمن پہ حملہ کیا
کیا دم میں لشکر کو زیر و زبر

نہ پیدل رہا سامنے نہ سوار
ہوئی خون سے سرخ میدان کی خاک
ہزاروں کو پہنچایا ملکِ عدم
جہنم میں بے دین جانے لگے
ادھر ڈھیر لاشوں کا بس کر دیا
لگے بھاگنے سب ادھر ادھر

ہزاروں کے دم میں کیے سر قلم
شجاعت نے خود شہہ کے چوے قدم

آخری دیدارِ حسین

جب لشکرِ شامی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا تو امام عالی مقام نے نہر فرات کی گھوڑے بھاگ موڑی۔ شہر ملعون نے فوج کو لکارا کر کہا کہ دیکھو امام کو نہر فرات تک نہ جانے دینا افواجِ شام نے ہر طرف سے آپ کا راستہ روکا لیکن جو سامنے آیا اُس نے جہنم میں مکان پایا۔ آخر کار آپ نہر فرات پر پہنچ جاتے ہیں اور گھوڑے سے اتر کر پانی کے کنارے کی طرف بڑھتے ہیں۔ شہر پکارتا ہے کہ اے فوجیو! بڑھو اور امام کو پانی نہ پینے دو اگر امام نے پانی پی لیا تو کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ لیکن اتنی کس کو جرأت تھی جو امام حق کے سامنے آئے۔ آپ نے پانی ہاتھ میں لیا اور گھوڑے کو بھی پانی پینے کا اشارہ فرمایا۔ لیکن گھوڑے نے پانی نہ پیا۔ آپ چاہتے تھے کہ شہر نے چیخ کر کہا کہ تم یہاں پانی پیتے ہو اور وہاں خیمہ لوٹا جا رہا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ نے پانی ہاتھ سے ڈال دیا اور گھوڑے کو خیمہ کی طرف بڑھایا اور خیمہ کے پاس جا کر دیکھا تو وہاں کوئی لوٹنے والا نہیں۔ آپ شہر کی عیاری کو سمجھ گئے اور خیمہ کے اندر گئے اور اہلبیت سے فرمایا۔ چادریں اوڑھو، جزع و فزع نہ کرو، مصیبت پر کمر بستہ رہو،

صبر و ضبط کا دامن یقین کے ہاتھوں سے مضبوطی سے تھام لو اور مرے بعد مرے یتیموں کو آرام سے رکھنا۔ مدینے پہنچ کر سب دوست و احباب سے مرا سلام کہنا۔ نانا کے دربار میں جا کر تمام ظلم و ستم کی روداد سنانا جو مجھ پر اور تم پر ہوئے ہیں اور جب تمہیں کسی مصیبت کا سامنا ہو تو مری مصیبت کو یاد کر کے صبر و شکر کرنا۔ رحمتِ عالم ﷺ سے عرض کرنا کہ کو فیوں اور شامیوں نے تمہارے لاڈلے حسین کو تین دن بھوکا پیاسا رکھا کر بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ ننھی سی جان علی اصغر پر بھی رحم نہ کیا اس کو تیر مار کر شہید کر دیا۔ قافلہ اہلبیت کا پانی بند کیا اور ہر طرح کے ظلم و ستم اہلبیت پر ڈھائے۔ یہ سب احوال مرے ناز بردار نانا سے کہنا اور صبر کا دامن نہ چھوڑنا۔ سینہ کو بی نوحہ نہ کرنا۔ جو پیدا ہوا ہے اس کو فنا ہونا ضرور ہے۔ باقی اللہ کی ذات رہے گی۔ تمام بیبیوں کو صبر و سکون کی تلقین کرتے اور فرماتے ہیں کہ یہ مری آخری ملاقات ہے۔ اب میں دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوتا ہوں۔

الوداعِ امامِ عالی مقام

الوداعِ اے آلِ پاکِ مرتضیٰ	الوداعِ اے اہل بیتِ مصطفیٰ
الوداعِ اے آلِ اطہارِ بتول	الوداعِ اے عترتِ ختمِ رسول
الوداعِ اے مرے پیارے گلبدن	الوداعِ اے عابدِ بیمارِ من
کاروانِ دین کے سالار کو	پھر اٹھایا گود میں بیمار کو
اپنے پیارے لاڈلے دلہند سے	گود میں لے کر کہا فرزند سے
صبر کرنا ہر غم و آلام پر	اے لختِ جگر نورِ نظر
اب ہے تم سے بھی برادرِ الوداع	زینب و کلثوم سے پھر یہ کہا
الوداعِ اے مری پیاری نورِ عین	بولے پھر بالی سیکینہ سے حسین
الوداعِ اے شاہِ زادِ عرب	شہر بانو سے بھی کی رخصت طلب
کرنا مرے قتل پر نوحہ نہیں	وقتِ مشکل صبر کرنا ہم نشین

اور خدا حافظ کہا رخصت ہوئے

سوئے میداں پھر رواں حضرت ہوئے

قیامت خیز منظر

حضرت امام عالی مقام علیہ السلام جب خیمے میں اپنا آخری دیدار دے کر اور کاروانِ اہلبیت سے رخصت ہو کر پھر دلیرانہ شیروں کی طرح میدان میں آئے پھر یزیدی فوج خوف و ہراس کے بادل چھائے۔ سب کو اپنی موت نظر آنے لگی۔ ابن سعد اور شمر لعین نے جب فوج کی حالت دگرگوں دیکھی تو للکار کر کہا کہ حسین اُولی الامرِ مِنْهُمْ کا باغی ہے اس کا قتل کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔ بڑھو اور چاروں طرف سے حسین کو گھیر کر قتل کر دو۔ امیر شام تمہیں مالا مال کر دے گا۔

امام عالی مقام کی شہادت

یہ سن کر دنیا کے کتے امام عالی مقام علیہ السلام کی تنہائی دیکھ کر غرانے لگے۔ ابن سعد نے کہا کہ اب اکیلے امام ہیں اور ہم نے نامی نامی پہلوان اسی وقت کے لیے محفوظ رکھے ہیں۔ اک اک جا کر امام سے مقابلہ کرو۔ اب یہ کہاں تک لڑیں گے۔ مشہور و معروف پہلوانوں کو امام عالی مقام علیہ السلام سے لڑنے کے لیے محفوظ رکھنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اعدائے دین یہ جانتے تھے کہ حسین کے بازوؤں میں قوتِ حیدرِ کرار موجود ہے۔ لیکن شبہ دین کو اکیلا سمجھ کر چاروں طرف سے یلغار کرتے ہیں۔ اتنے میں ابن اسحٰط نامی یزیدی پہلوان پکارتا ہے کہ ٹھہروں میں میدان میں جاتا ہوں اور ابھی حسین کا سر قلم کر کے لاتا ہوں یہ کہہ کر تلوار اٹھائی اور بہادری کی ڈینگیں مارتا ہوا امام عالی مقام کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ اے حسین میں ملکِ شام کا نامور پہلوان ہوں تمام اہل شام مری شجاعت کا لوہا مانتے ہیں۔ امام عالی مقام نے فرمایا تو مجھے جانتا نہیں جو مرے سامنے آتا ہے اس دلیری سے آتا ہے وہ ذلت کی موت مرتا ہے۔ اگر مرے مقابل اک اک کر کے آیا تو سب کام تمام کر دیا جائے گا۔ مجھے تمہا دیکھ کر حوصلہ مند یوں کا اظہار کر رہے ہوں نامردو۔ مری نظر میں تمہاری کوئی حقیقت نہیں۔ شامی جوان یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور بجائے جواب کے امام دین پر تلوار کا وار کیا۔ شیریزداں کے فرزند نے اس گھبرو کا وار بچا کر اس

کی کمر پر تلوار ماری۔ کھرے کی طرح کٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ سارا غرور خاک میں مل گیا۔ اہل شام کو یہ اطمینان تھا کہ امام عالی مقام کے سوا اب اور تو کوئی باقی ہی نہیں رہا۔ امام کہاں تک نہ تھکیں گے۔ پیاس کی حالت دھوپ کی تپش، بھائی، بھتیجیوں اور بیٹوں کی جدائی کا غم، اہلبیت کی بیکسی مضمحل کر چکی ہے۔ بہادری کے جوہر دکھانے کا وقت ہے جہاں تک ہو ایک ایک مقابلے کے لیے جاؤ کوئی نہ کوئی تو کامیاب ہوگا۔ اسی طرح نئے نئے دمبدم بہادر ہیل پیکرز، تیغ زن امام حق کے مقابل آتے رہے۔ مگر جو سامنے آیا اُس کا ایک ہی وار میں قصہ تمام فرمایا۔ کسی کے سر پر تلوار ماری تو زین تک کاٹ ڈالا کسی کو نیزے کی نوک اٹھا کر جہنم واصل کیا کسی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر گھوڑے سے اٹھایا اور زمین پر پٹک کر فی النار کیا۔ جتنے پہلوان تھے۔ امام عالی مقام نے سب کو دوزخ کا راستہ دکھایا۔ اب کسی میں یہ ہمت نہیں میدان میں آئے اور امام کا مقابلہ کرے۔

نہ آیا کوئی جب لڑنے کو حضرت سے سر میدان

اٹھائی تیغ سوئے فوج گھوڑے کو کیا جولاں

لگایا آپ نے پھر نعرہ شیرانہ میدان میں

صدائیں ہر طرف تکبیر کی گونجیں بیاباں میں

ذرا گھوڑا بڑھا دیتے تھے جس جانب شہہ والا

نظر آتے تھے دستے فوج دشمن کے تہہ و بالا

بدل ڈالا شہہ گردوں نیش نے جنگ کا نقشہ

ہزیمت آشنا تھا فوج بے آہنگ کا نقشہ

سر میدان بھگدڑ مچ گئی دشمن کی فوجوں میں

کٹے سر غرق تھے اعدا کے بحر خون کی موجوں میں

بچاتی جان سب پھرتی تھی فوج شام گھبرائی

نظر دشمن کو اپنی ہر جگہ آتی تھی پسپائی

بگڑتا شمر کو جب جنگ کا نقشہ نظر آیا

فریب و مکر سے ظالم شرارت پر اتر آیا

کری تدبیر ایسی ظالمانہ کینہ پرور نے
 کیا مظلوم مستورات پر حملہ ستمگر نے
 بڑھا خیمہ کی جانب لے کے دس اشرار کو ظالم
 غرض تھی یہ ستائے عترتِ اطہار کو ظالم

دسوں نے خیمہ اطہر کو چاروں سمت سے گھیرا
 ارادہ تھا کہ مل کر لوٹ لیں اہل جفا ڈیرا

امام دوسرا نے دور سے دیکھا جو یہ عالم
 صفِ اعدا سے باہر آگئے ہوتے ہوئے برہم

کہا اے شمر توف ہے تیری اس بیہودہ حرکت پر
 ترے اعمال بد سے حرف آتا ہے شرافت پر

نہ تجھ میں کوئی غیرت ہے نہ ہے کوئی حیا باقی
 ترے دل میں نہیں اے بے حیا خوفِ خدا باقی

ہے ترے پاس بے تعداد لشکر فوج بے پایاں
 ضرورت سے سوار رکھتا ہے ظالم جنگ کا ساماں

مگر تو اس قدر نامرد بزدل صاحبِ شر ہے
 ہے مردوں سے گریزاں عورتوں پر حملہ آور ہے

اثر جب کچھ نہ دیکھا سرزنش کا بدشعاروں پر
 شبہ والا نے حملہ کر دیا اُن نابکاروں پر

تھی نامردوں میں کب ہمت جو بڑھتے دو قدم آگے
 گرے اک دوسرے پر منہ کے بل آگے سے یوں بھاگے

امام عالی مقام کا پھر فوج پر حملہ

مثالی شیر جھپٹے پھر شبہ دیں لشکرِ بد پر
 نہ چھوڑا اس کو زندہ آگیا جو تیغ کی زد پر

کمالِ جنگ تو انسان کی طاقت سے بالاتر
سرمیڈاں تھا سب ہیبت زدہ وہ شام کا لشکر

عدو پہ حملہ جب ہوتا تھا شیرِ مرتضائی کا
نظر آتا تھا رنگ میڈاں میں حیدر کی لڑائی کا

محاذِ جنگ کا نقشہ دگرگون جب نظر آیا

مچایا شہر نے اک شور ابنِ سعد چلایا

کہا شمر لعین نے اے سپاہِ کوفی و شامی
تمہاری مائیں مرجائیں ہو تم کیوں وقفِ ناکامی

بڑھو ہاں اے دلاور کوفیو خنجر سنبھالو تم
بہادر شامیوں ہمت کرو نیزے اٹھا لو تم

اثر انداز اندازِ بیاں تھا شمر ظالم کا
مطیعِ حکم ہر فوجی جواں تھا شمر ظالم کا

بڑھے کرتے ہوئے پیدل رسالے تیر بارانی
سواروں نے با اندازِ جنوں کی تیغ افشانی

سواروں نے پیادوں نے کیے حملے شہہ دیں پر
مگر آیا نہ بل چینِ جبیں پر شانِ تمکین پر

امام عالی مقام کی شہادت کے واقعات

محرم کی دس تاریخ ہے دن جمعہ کا ہے۔ ظہر کا وقت آچکا ہے۔ میدانِ کربلا میں فاطمہ کے لعل پر چاروں طرف سے تیغ و تبر، برچھی و بھالے، تیرو سناں برس رہے ہیں۔ تین روز کی پیاس، سورج کی تپش، احبابِ اقربا کا غم، جسمِ نورانی زخموں سے چور چورتین نازنین پر بتیس زخم نیزے کے اور چالیس زخم خنجر کے تھے۔ تمام خونِ جسمِ اقدس کا زخموں کی راہ سے بہہ گیا ہے۔ امام عالی مقام کی ذاتِ نورانی پر بہتر زخم ظاہر اور بہتر زخم باطن کے لگے تھے۔ ظاہر کے زخم تو تیر و تلوار کے تھے اور باطنی زخم نونہالانِ اہلبیت کے تھے جو میدانِ کربلا میں بھوکے

پیا سے راہِ مولا میں قربان ہو چکے تھے یہ امام عالی مقام علیہ السلام ہی کا جگر تھا کہ تمام کنبہ نظر کے سامنے فنا ہو گیا لیکن آپ کے صبر و استقلال میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔

امام عالی مقام کی آخری نماز

اسی آن و بان سے میدانِ کارزار میں جلوہ فرما ہیں اور قوتِ رفتار ختم ہو چکی۔ تنویرِ مجسم بنے کھڑے ہیں۔ ایک بد باطن نے پشتِ نورانی پر نیزے کا وار کیا جو سینے کے پار ہو گیا۔ امام عالی مقام زمین کی طرف آئے۔ رُخ قبلے کی طرف ہے۔ جب امام عالی مقام زمیں پر جلوہ فرما ہوئے۔ اتنے میں شمر آیا اور امامِ دین کے سینے پر بیٹھا۔ امام عالی مقام نے اس کا نام معلوم کیا۔ اس نے کہا کہ میں شمر ہوں۔ آپ نے فرمایا تو مرا قاتل نہیں۔ مرے سینے سے اتر جا۔ پھر خول بن یزید آیا آپ نے فرمایا کہ تو بھی مرا قاتل نہیں وہ بھی پیچھے ہٹ گیا۔ سنان ابن انس آیا آپ نے فرمایا ہاں تو مرا قاتل ہے اور مری پشت پر نیزہ تو نے ہی مارا ہے لیکن مرا سرتن سے خولی بن یزید جدا کرے گا۔ اتنے میں خولی آیا آپ نے اس سے کہا کہ اپنا سینہ کھول اس نے اپنا سینہ کھولا آپ نے کہا صَدَّقْتَ يَا جَدِّي شمر بھی قریب ہی کھڑا تھا آپ نے شمر سے پوچھا کہ آج کیا دن ہے؟ اس نے جواب دیا جمعہ کا دن ہے۔ آپ نے پوچھا وقت کیا ہے؟ اس نے کہا جمعہ کا وقت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت خطیب منبروں پر خطبہ پڑھ رہے ہوں گے۔ مرے نانا کی تعریف کرتے ہوں گے۔ ان پر درود پڑھتے ہوں گے اور تو مرے سینے پر بیٹھا ہے۔ مجھے اتنی مہلت دے کہ میں اپنی آخری نماز ادا کر لینے دے لیکن شمر نے آپ کے نورانی گلے پر خنجر چلایا مگر ایک بال بھی نہ کاٹ سکا۔ آپ نے فرمایا اے شمر یہ جگہ وہ جس کو مصطفیٰ نے بارہا چوما ہے یہ مصطفیٰ کی بوسہ گاہ ہے جس کو تو کاٹنا چاہتا ہے۔ یہ نہیں کٹ سکتی ہاں جب میں سجدے میں ہوں تو پیٹ طرف گردن پر وار کرنا کیونکہ مری دلی تمنا ہے کہ میں نماز کی حالت میں شہادت کا جام نوش کروں۔ کیونکہ یہ مرے بابا کی میراث ہے کہ وہ نماز کی حالت میں زخمی ہوئے تھے۔ بس شمر آپ کے سینے سے اترا۔ امام نے اشارے سے تیمم کیا اور قبلہ رو ہو کر نماز میں مشغول ہو گئے۔ کیا ناز کا عشق تھا کیا ذوق عبادت تھا کہ دمِ آخر نماز۔

خدا کی یاد تھی دل میں زباں پر شکرِ باری تھا
 دمِ آخر بھی درسِ ملتِ اسلام جاری تھا
 عدو کو یاد احکامِ الہی کی دلاتے تھے
 عذابِ آخرت سے بھی حریفوں کو ڈراتے تھے
 تہہ خنجر کیا سجدہ ادا فرضِ الہی کا
 بنا داغِ جبینِ ناز شاہد بے گناہی کا

آسمان سے خون کی بارش

ادھر امام عالی مقام میدانِ کربلا میں سر بسجود ہیں ادھر سنان ابن انس بد باطن سگِ
 خصلت نے تلوار کا وار کیا۔ نورانی پیکر خون میں نہا گیا اور آپ شہید ہو گئے۔ صادق جانناز
 نے عہدِ وفا پورا کیا اور دینِ حق پر قائم رہ کر اپنا گھر لٹایا، کنبہ لٹایا اور اپنی جان راہِ خدا میں اس
 اولوالعزم سے نذر کی کہ تاریخِ کائنات میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ بھی روایت ہے کہ امام
 عالی مقام نے دمِ آخر بھی شمر لعین سے پانی طلب کیا اس کی یہ وجہ نہیں کہ آپ زندگی کے
 لیے پانی طلب کرتے تھے بلکہ وجہ یہ تھی کہ کل قیامت کے دن اگر ربِ کائنات شمر سے
 پوچھے کہ قتل کرتے وقت تو قاتل کو بھی کھانا پانی دیتے ہیں مگر تم نے حسین کو دمِ آخر بھی پانی نہ
 دیا۔ آپ نے عذر کو ختم کرنے کے لیے پانی طلب کیا کہ شمر بارگاہِ خداوندی میں یہ نہ کہے کہ
 دمِ آخر امام نے پانی مانگا نہیں ورنہ ضرور پانی دے دیتا۔ بس یہ وجہ تھی جو آپ نے پانی طلب
 کیا تھا جس کے جواب میں شمر لعین نے یہ کہا کہ نہر فرات کیا اگر تمام دنیا کا پانی مرے قبضے
 میں ہو پھر بھی تمہیں پانی کا قطرہ نہ دوں گا۔ امامِ حق نے یہ سن کر زمین پر ایڑی رگڑی فوراً پانی
 کا چشمہ جاری ہو گیا۔ امام عالی مقام نے اپنے اختیار کا عالم شمر کو دکھایا اور کہا کہ اے شمر دنیا
 کا پانی ہمارے لیے حرام ہے۔ اب تو جنت میں جا کر آبِ کوثر پینا ہے کیونکہ روزہٴ عشق دیدارِ
 الہی سے افطارا جاتا ہے اور روزہٴ عبادت پانی سے اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا جو کہ
 خانوادہٴ نبوت کا یہ جہاد حقیقت میں اسلام کی سر بلندی اور حقوقِ انسانی کی بقا کے لیے تھا۔ اگر
 ایسے ماحول میں امام عالی مقام علیہ السلام میدانِ عمل میں نہ نکل کھڑے ہوتے تو اسلام کو دور سے

ہی سلام کرنا پڑتا۔ انسانی حقوق ہمیشہ کے لیے فنا ہو جاتے۔ امام عالی مقام نے اپنی اور اپنے احباب و اقربا کی راہِ حق میں قربانی دے کر تمام بنی نوع انسان پر احسان کیا ہے۔ انسان کو زندہ رہنے کا حسین نے وہ درس دیا ہے جو آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے حسین نے انسان کو باعزت مرنے اور مر کر ہمیشہ زندہ رہنے کا سبق دیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ باطل کے سامنے حق کبھی بھی سرخم نہیں کرتا۔ کیا ہے حق کے مقابلے میں باطل طاقت لاکھوں گنا زیادہ ہو کر کربلا کے میدان میں قیامت برپا ہے۔

شہادتِ عظمیٰ

جدا جب سر ہوا ابنِ علیؑ کا جسمِ انور سے
صدا اللہ اکبر کی نمایاں تھی کٹے سر سے

جہاں میں انقلابِ خون بداماں بر ملا آیا

فلک کا شق ہوا سینہ زمیں پر زلزلہ آیا

چھپا اسلام کا خورشیدِ تاباں روزِ روشن میں

ہوئی ہر سمت تاریکی نمایاں روزِ روشن میں

اندھیرا چھا گیا سورج ہوا پنہاں نگاہوں سے

غبار اٹھا دھواں بن کر زمیں کی سرد آہوں سے

اُجٹہ کربلا میں نوحہ خواں معلوم ہوتے تھے

فرشتے ہر طرف صربِ فغاں معلوم ہوتے تھے

شفیق بن کر فضائے اوجِ گردوں سے لہو برسسا

خدا کا قہر بے دینوں کے اوپر کوبو برسسا

کفِ افسوس رو کر آہواںِ دشت ملتے تھے

زمینِ کربلا سے خون کے چشمے اُبلتے تھے

فلک نے خون کے آنسو بہائے غمزدہ ہو کر

ملائیک نے خدائے دو جہاں سے عرض کی رو کر

الہی حشر کے منظر کی صورت اور کیا ہوگی
قیامت کس کو کہتے ہیں قیامت اور کیا ہوگی

امام احمد نے بیہقی میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں نے امام عالی مقام علیہ السلام کی شہادت دن ظہر کے بعد خواب میں حضور اکرم کی زیارت کی تو دیکھا کہ سرکار کے عنبریں گیسو بکھرے ہوئے ہیں۔ چہرہ پر نور گرد آلودہ ہے اور دستِ اقدس میں خون سے بھرا ہوا ایک شیشہ ہے۔ میں نے سرکار سے عرض کیا کہ سرکار مرے ماں باپ سرکار کے قدموں پہ ہتھکڑیاں لگا کر لے کر آیا ہے؟ سرکار نے فرمایا کہ میں اس وقت کربلا کی سرزمین سے آیا ہوں اور شیشہ میں مرے لاڈلے حسین کا خون ہے۔ جس کو ظالموں نے تین روز بھوکا پیاسا رکھ کر بڑی بے دردی سے قتل کر دیا یہ دیکھ کر میں بیدار ہو گیا اور وہ دن اور وہ وقت یاد رکھا۔

ابو نعیم، بیہقی شریف میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اسی دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے نورانی چہرہ پر گرد جمی ہے اور بال مبارک بکھرے ہوئے ہیں اور سرکار پریشان حال ہیں۔ میں نے بھی وہ وقت یاد رکھا۔

مرثیہ

ڈوبا شفق میں جب مہِ تابانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یعنی حسین ابنِ علی جانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)
بادِ خزاں تھی اور گلستانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)
جب گر پڑا زمیں پہ وہ جانانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

خود مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرشِ زمیں سے اٹھا لیا

اور فاطمہ نے اپنے گلے سے لگا لیا

آیا جو وقتِ ظہر تو سجدہ کیا ادا

تن پر جو دیکھے زخم تو شکرِ خدا کیا

طے آپ نے تمام مقامِ رضا کیا

دشمن نے جب کہ سر کو بدن سے جدا کیا

خود مصطفیٰ (ﷺ) نے فرشِ زمیں سے اٹھا لیا
 اور فاطمہ نے اپنے گلے سے لگا لیا
 خوں سے بھرا ہوا جو بدن کا لباس تھا
 حور و ملک کا دیکھ اُسے دل اداس تھا
 پر شاہِ کربلا کو نہ مطلق ہراس تھا
 جس دم گرے زمیں پہ تو کوئی نہ یاس تھا
 خود مصطفیٰ (ﷺ) نے فرشِ زمیں سے اٹھا لیا
 اور فاطمہ نے اپنے گلے سے لگا لیا

غارت گری

نظرِ غمگین آتی ہے ہر اک شے بزمِ عالم کی
 جدھر دیکھو ادھر چھائی ہے عالم پہ گھٹا غم کی
 درندے اور پرندے فرطِ غم سے اشک افشاں تھے
 زمیں والے ہی اک کیا آسماں والے بھی گریاں تھے
 شہید اللہ کے محبوب کو جب کر چکے تاری
 کیا جور و مظالم کا نیا اک سلسلہ جاری
 سرِ اقدس خولی نے لیا اپنی حفاظت میں
 لیا اسود نے کفشِ پا کو دامانِ عقیدت سے
 بنی دارم کے اک مردک نے تلوار چوری سے
 لیا پیشی کو قیس اشعث نے سینہ زوری سے
 تنِ اطہر پہ تھے اسلحہ جو سب لے گئے ظالم
 اذیت جو بھی تھی میت کو دینی دے گئے ظالم
 خیامِ اہلبیتِ پاک کو اشرار نے لوٹا
 خواتینِ حرم کو لشکرِ خونخوار نے لوٹا

لاشوں کا دفن

جب شامی اور کوفیوں نے خیمہ پاک کو لوٹ لیا تو شمر ملعون تلوار کھینچ کر امام زین العابدین کی طرف لپکنا چاہتا تھا کہ آپ کے اوپر تلوار کا وار کرے۔ یکا یک حمید ابن مسلم نے لکار کر کہا کہ اے شمر بیمار کو بھی قتل کرتا ہے۔ یہ کس مذہب میں روا ہے۔ حمید ابن مسلم نے یہ بات ذرا ترش رو ہو کر کہی تھی۔ شمر لعین عابد کے قتل سے باز آیا اور ان کے دست و پا زنجیر سے باندھ کر حراست میں لے لیا اور ان ظالموں ستم پروروں کو خواتین حرم پر بھی رحم نہیں آیا سب کو پابجولاں کیا گیا۔ 11 محرم کو کوفیوں نے شامی اور کوفیوں کی لاشوں کو دفن کیا اور 12 محرم کو سرہائے شہداء کو لے کر کوفہ کی طرف چلے۔ خواتین حرم پابجولاں ہیں یہ شہزادی ہیں جن کو جنت الفردوس کی شہزادی کہا جاتا ہے۔ تمام مسلمانوں کے سردار جن کی دونوں جہانوں پر حکومت ہے وہ محکوم ہیں جن کا نام نامی امام زین العابدین ہے ان کے ہاتھ بھی لوہے کی زنجیر سے جکڑے ہوئے ہیں اور بیماری کی وجہ سے کمزوری کا یہ عالم ہے کہ کھڑا ہونے میں قدم لڑکھراتے ہیں لیکن ظالموں کو ان کی حالت پر بھی رحم نہیں آتا۔

شہداء کی لاشوں کی تلاش

قریبی گاؤں حاضر یہ کے ابنائے اسد آئے
 امام پاک کی نعشِ مہیں پر روئے چلائے
 مہیا کیں بصد آہ و فغاں لاشیں شہیدوں کی
 عقیدت آفریں صد آفریں ان خوش عقیدوں کے
 جنازے کی نماز اول ادا کی اہل قریہ نے
 نمایاں شان پھر دیکھی خدا کی اہل قریہ نے
 شہیدوں کے بدن پر زخم سب تازہ نظر آئے
 نئے منظر نئے جلوے نظر ہر لاش پر آئے

معطر میتیں معلوم ہوتی تھیں شہیدوں کی
 بہشتِ مغفرت لاشیں تھیں اُن جنت رسیدوں کی
 علی کے چاند کو آلِ اسد نے دفن فرمایا
 تہہ خاکِ لحد سورج مدینے کا اتر آیا
 ہوا مائل بہ دفن کشتگاں ہر مردِ فرزانه
 بنا گنجِ شہیداں کربلا کا دشتِ ویرانه

سر مبارک اور ابنِ زیاد

جب لشکرِ شام اسیرانِ اہلبیتِ مصطفیٰ کو لے کر کوفے کے قریب پہنچے اور جلاد ابنِ زیاد کو
 اس کی خبر پہنچی تو ابنِ زیاد نے تمام شہر میں منادی کرادی کہ کوئی شخص ہتھیار لے کر گھر سے
 باہر نہ نکلے اور ہر گلی کوچہ فوج کا پہرہ لگا دیا۔ یہ قدم ابنِ زیاد نے اس لیے اٹھایا تھا کیونکہ وہ
 جانتا تھا کہ کچھ بھی ہے لیکن مرے ظلم و ستم کو دیکھ کر کہیں لوگ برہم نہ ہو جائیں اور شہر میں
 نقصِ امن کی ہوا چل جائے۔ جب شہیدوں کے سر اور تمام اسیرانِ اہلبیت کوفے میں داخل
 ہوئے تو تمام شہر والے بے قرار ہو کر دیکھنے کو دوڑے اور سرہائے شہیدوں کو دیکھ کر رونے
 لگے۔ سینہ پیٹنے لگے۔ امام زین العابدین نے جب یہ حال ملاحظہ فرمایا تو اُن رونے والوں
 سے کہا کہ تم تو شہداء کے غم میں رونے والے ہو ذرا یہ تو بتاؤ وہ کون لوگ ہیں جن ظالموں
 نے مصطفیٰ کے لعلوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے اور ان پر پانی بند کیا اور تین دن کا بھوکا
 پیاسا بڑی بے دردی کے ساتھ میدانِ کربلا میں شہید کر دیا۔ یہ سن کر سب رونے والے
 ندامت کے دریا میں غوطہ زن ہوئے۔

اظہارِ حقیقت

اس سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ ہر رونے والا سچا نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ایسا بھی
 ہوتا ہے کہ ظالم اپنا ظلم چھپانے کو مظلوموں کا حامی بن جاتا ہے اور بظاہر روتا ہے غم زدہ
 صورت بناتا ہے لیکن سب فریب ہے۔

دربار کی حالت

سردربار پہنچا قافلہ جس دم اسیروں کا
وہاں مجمع تھا کوفے کے غریبوں اور امیروں کا

ہزاروں شہر کے پیرو جواں حاضر وہاں پر تھے
جفاء و ظلم کے بانی شمر سب جہاں پر تھے

عبداللہ بولا شمر اور خولی یہاں آؤ
حسین ابن علی کے سر کو مرے سامنے لاؤ

حمید و شمر و خولی سر کو لائے طشت میں رکھ کر
عبداللہ نے نخوت سے پھیرا ساتھ ڈاڑھی پر

چھڑی چھوٹی تھی اک سب کی دستہ شمر گر میں
چھو کے اس سے دیتا تھا لب دندان سرور میں

سر انور سے تھا مائل بہ گستاخی عبداللہ
نمائش کر رہا تھا ظلم پیہم کی عبداللہ

تھے اہل بزم میں کچھ لوگ خوش کچھ لوگ تھے برہم
اٹھے یکبار مجمع سے جناب زید بن ارقم

نہایت تلخ لہجہ سے کہا اے ابن مرجانا
تجھے اس فعل بد پر چاہیے عزت سے مرجانا

یہ وہ سر ہے کہ جو سردار ہے ہر اہل جنت کا
یہ وہ سر ہے جو ہے محبوب سلطان رسالت کا

تو جن ہونٹوں پہ اے ظالم چھڑی کو اپنی رکھتا ہے
انہیں ہونٹوں کو اے ظالم حبیب حق نے چوما ہے

عذابِ حشر سے قبر خداوندی سے ڈر ناری
لب و دندان حضرت کو نہ یوں مضروب کر ناری

سے فقرے یہ جب ابن زیاد کینہ پرور نے

کہا زید ابن ارقم سے بہ قہر و غنیض خود سرنے

خدا تجھ کو رلائے اے معمر عقل کے دشمن

نہ ہوتا بے خرد گر تو اڑا دیتا تری گردن

نکل جا پیر لا عقل ابھی دربار سے میرے

وگرنہ جسم پر درے لگائے جائیں گے ترے

زید ابن ارقم کی تقریر

نکل کر زید نے فی الفور ہی قصر حکومت سے

وہیں تقریر فرمائی نہایت شان و شوکت سے

کہا اے کوفیوں تُو ف ہے تمہاری بے حیائی پر

اُتر آئے تم اہلبیت سے جنگ آزمائی پر

کرایا تم نے آلِ فاطمہ کو قتلِ غربت میں

جواب اس کا خدا کو دو گے کیا جا کر قیامت میں

کیا ہے ابنِ مرجانا کو حاکم منتخب تم نے

لیا ہے قبرِ حق کو اپنے سر پہ بے سبب تم نے

عبید اللہ قاتل ہے محمد کے نواسوں کا

کرایا قتل اس نے کربلا میں بھوکے پیاسوں کا

اسے درپردہ دینِ مصطفائی سے عداوت ہے

بظاہر تو مسلمان ہے مگر فرعونِ خصلت ہے

کہے گی کیا نہیں اے کوفیوں دنیا قیامت تک

رہو گے بالیقین دنیا میں تم رسوا قیامت تک

حضرت زینب و ابن زیاد

جب اسیرانِ کربلا اور شہدا کے تمام سر جلا دین زیاد کے دربار میں حاضر ہوئے تو حضرت زینب کو بڑے غور سے دیکھا اور معلوم کیا کہ عورت کون ہے؟ اہلِ دربار میں سے کسی نے آہ بھر کر کہا کہ یہ فاطمہ زہرا کی لاڈلی دختر ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کی نورِ نظر ہے۔ مولا علی کی نورِ عین ہے۔ یہ سن کر ابن زیاد نے حضرت زینب سے بڑے سخت لہجہ میں مخاطب ہوا کہ اے زینب آج ہم اس فتح پر کیوں نہ خدا کا شکر کریں اور کیوں نہ خوشیاں منائیں کہ اللہ نے حکومت کے باغیوں کو رسوا کر دیا در بدر پھرایا۔ امیرِ شام کی مخالفت کا مزہ چکھایا۔ حضرت زینب نے فرمایا کہ خداوندِ قدوس کا ہم پر بڑا احسان ہے جس نے ہمیں اولادِ پیغمبر بنایا۔ ہمارے نانا کو تمام خدائی کا ہادی بنایا۔ یہ دنیا چند روزہ ہے اس کی ذلت و رسوائی بھی چند روزہ ہے۔ وہ دن آنے والا ہے کہ خدا کے سامنے تو بھی گرفتار ہو کر پیش ہوگا اور بھرے محشر میں تری رسوائی ہوگی۔ ابن زیاد نے جواب دیا کہ اے زینب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ترے خاندان والے سب رسوا ہوئے اور ان کی زندگی کے لالے پڑے اور سب ذلت کے ساتھ قتل کیے گئے۔

مثنوی

سُن کے یہ طعنہ زنی بے دین کی
چوٹ کاری دل پہ زینب کے لگی
چیخ نکلی منہ سے برجستہ وہیں
ہل گئی جس سے کہ کونے کی زمیں

اشک آنکھوں سے ہوئے اُن کی رواں
بندھ گئیں بس روتے روتے ہچکیاں

پھر کہا رو کر کہ اے ابنِ زیاد
ترے دل میں اب بھی ہے نارِ فساد

اے شکر مرے ماں جائے حسین
ہیں حبیبِ خبریا کے نورِ عین
تو نے اس دنیا کی خاطر بے حیا
قتلِ فرزندِ پیمبر کو کیا
سن کے یہ بے دین کے لبِ سل گئے
دیکھنے والوں کے بھی دل ہل گئے

ابن زیاد اور عابد کی گفتگو

رہا کچھ دیر تو خاموش بے دین ابنِ مرجانا
مگر انجام کو اپنے نہ مطلق اس نے پہچانا
یکایک رخ بدل کر اس نے عابد پر نظر ڈالی
کہا تم کون ہو کیوں آئے ہو باس زبوں حالی
کہا عابد نے ہوں مظلوم وقفِ بیکل ہوں میں
مریضِ غمِ علی ابنِ حسین ابنِ علی ہوں میں
سنا جب نام عابد کا تو بولا طیش سے مردک
تعجب ہے کہ زندہ ہے علی ابنِ حسین اب تک
نہایت غیض میں آ کر کہا عابد سے دوبارہ
خدا نے اے علی تجھ کو ابھی تک کیوں نہیں مارا
رہے خاموش جب عابد تو پھر بولا یہ جھنجلا کر
زباں کھولو جواب اس کا ابھی دو سامنے آ کر
کیا ارشاد عابد نے علی تھے اک مرے بھائی
شہید ان کو کیا لوگوں نے یوں ان کی قضا آئی
کہا ظالم نے ہنس کر مار ڈالا اس کو خالق نے
ہوئے خاموش پھر عابد کہا پھر ہنس کے فاسق نے

سجاد کی خاموشی اور ابن زیاد

تمہیں کیا ہو گیا ہے بولتے تم کیوں نہیں فوراً
مرے احکام پر کرتے نہیں خم کیوں جبیں فوراً

پڑھیں سجاد نے فی الفوز دو آیات قرآنی
ہوا آیات سن کر بے حیا غرقِ پشیمانی

کہا غصے میں ہے واللہ یہ بھی نسلِ حیدر سے
کیا جائے اسے بھی قتل فوراً تیز خنجر سے

مصاحب سے کہا دیکھو یہ بالغ ہے کہ نابالغ
مری نے دیکھ کر فتویٰ دیا یہ ہو گیا بالغ

ستمگر نے کہا جلاد سے ہاں مار دو گردن
ہے یہ دشمن کا بیٹا بھی یزید شام کا دشمن

کلام عابد

جب جلاد ابن زیاد نے امام زین العابدین کو قتل کرنے کا حکم دیا تو زین العابدین نے
ارشاد فرمایا کہ اے ابن زیاد اسیرانِ اہلبیت ^{مصطفیٰ ﷺ} میں صرف میں ہی ایک مرد ہوں اور
خواتین حرم کا محرم ہوں اور تمام شہیدوں کے غم کے داغ مرے سینے میں ہیں۔ بہت غم رسیدہ
ہوں یہ میں تجھ کو آگاہ کیے دیتا ہوں اگر تو نے مجھے بھی قتل کر دیا تو دنیا میں ہی تجھ پر قہر خدا
نازل ہوگا۔ مگر اس ظلم و ستم کے خوگر نے ایک نہ سنی اور اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اتنے میں حضرت
زینب بے قرار ہو کر آگے بڑھتی ہیں اور عابد کو اپنے سینے سے لگایا اور ابن زیاد سے کہا اے
ظالم میں بھی زندگی سے بے زار ہوں مجھے عابد سے پہلے قتل کر۔ تجھے بالکل بھی رحم نہیں آتا
نونہالانِ ^{مصطفیٰ} میں صرف عابد ہی ایک بچے ہیں اور یہ بھی بیمار ہیں۔ تو محمد کا کلمہ پڑھتا ہے
اور ان کی نسل کو ختم کرنے کے درپے ہے اور خداوند کریم تو نمازوں کے اندر حکم دے کہ
مرے حبیب کی آل کی خیر مانگو اور تو خدا کے حبیب کی آل پر ظلم کرتا ہے۔ یہ کلمات حضرت

زیب پر اس درد میں غرق کے تمام سامعین چنچیں مار مار کر رونے لگے۔ ابن زیاد بھی تھرا گیا اور جلاد سے کہا کہ عابد کو چھوڑ دو۔ اتنے میں اذان کی آواز آئی اور تمام درباری کوفے کی جامع مسجد میں جمع ہوئے۔

خطبہ ابن زیاد

ابن زیاد منبر پر بیٹھتا ہے اور خطبہ بیان کرتا ہے۔ بعد حمد کے اس نے یزید امیر شام کی توصیف و ثناء اور اپنی ستائش کی اور سپاہ کوفہ اور سپاہ شام کی بہادری کی تعریف کی اور قیام و اکرام اور بہادری کے خطابات دیئے اور برسر منبر حضرت علی امیر المومنین کی شان میں نہایت گستاخانہ جملے استعمال کیے اور امام عالی مقام کو کذاب نے کذاب کہا۔ یکا یک مسجد کے ایک حصے میں برہمی پیدا ہوئی اور لوگ شور کرنے لگے اسی مجمع میں حضرت عبداللہ ازدی صحابی رسول بھی موجود تھے جن کی تقریباً 90 نوے سال تھی اور آپ نابینا تھے محاذ جنگ صفین میں بھی آپ نے بہادری کے جوہر دکھائے تھے جنگ جمل میں حصہ لیا تھا وہ حسین کے شیدا تھے انہیں ابن زیادہ ملعون کی مولا علی اور امام عالی مقام کی شان میں بدکلامی کرنا کب گوارا ہو سکتا تھا جلال کے ساتھ اٹھے اور نہایت جوش بھر آواز میں کہا۔

انہوں نے اٹھ کے مجمع سے کہا اے ابن مرجانا

غلط ہے اژدھام عام میں یہ تیرا ترانا

خرابات جہاں میں تو وہ کاذب ابن کاذب ہے

کنیزک زادہ وابن سمیہ ابن خاذب ہے

نہیں ہے یہ خبر کذات تو اپنی حقیقت سے

تجھے مطابق کوئی مثبت نہیں نسلی شرافت سے

امیر المومنین کہتا ہے جس کاذب کو تو ظالم

ہے وہ بیدین فاسق بے حیا بے آبرو ظالم

تجھے غیرت نہیں کرتا ہے باتیں عارفوں کی سی

زمانے میں عیاں ہے تیری مکاری و ابلیس

کرایا قتل تو نے مصطفیٰ کے راحت جاں کو
 کیا فتنہ پیا ٹھکرا دیا احکام قرآن کو
 بھرے مجمع میں یہ سنتے ہی ظالم گفتگو ساری
 غضب کی آگ کے شعلوں سے سارا جل گیا ناری
 ستمگر نے دیا فوراً ہی پھر حکم گرفتاری
 کہا خدام سے لاؤ اسے بہ ذلت و خدای
 کہا ازدی نے یا مبرور یا مبرور جلا کر
 مگر خداد نے زہر حراست لے لیا آکر
 عقیدت مند عبداللہ ازدی کے بھی گھبرائے
 چھڑ کر چھین کر ان کو نگہبانوں سے لے آئے

حضرت عبداللہ ابن حنفیہ کی شہادت

جب حضرت عبداللہ کے عقیدت مند حضرت عبداللہ خدام ابن زیاد سے چھین کر گھر کے
 کیئے تو عبید اللہ ابن زیاد کو بہت طیش آیا اور اس نے فوجی دستے کو فوراً ان کی گرفتاری کے لیے
 روانہ کیا اور حضرت عبداللہ کو گرفتار کر کے لے آیا۔

مزائے موت دی ظالم نے اُس شیدائے ملت کو

چھڑایا دار پر ابن حنفیہ پاک طینت کو

مگر ابھی اُس ظالم کی آتش غضب سرد نہ ہوئی اور اُس نے حکم دیا کہ تمام سرہائے شہدا
 کو نیزوں پر بلند کر کے سارے شہر میں پھرایا جائے حکم کے پاتے ہی ظالموں نے تمام شہدا
 کے سر نیزوں پر بلند کیے اور شہر میں گشت کرنے لگے زید بن ارقم جو اصحابی ہیں فرماتے ہیں
 کہ جو کوئی شہدا کے سروں کو گلی کو چوں میں پھر رہے تھے میں اپنے مکان کی کھڑکی میں بیٹھا تھا
 تو میں نے امام عالی مقام کے سر انور کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا امر حسرت ان اصحاب
 الکھف والرقیم کانوا من ایاتنا یعجا یہ سنتے ہی مرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے
 اور مجھ سے نہ رہا گیا بے ساختہ عرض کیا کہ فرزند رسول خدا کی قسم آپ کا قصہ اُس سے بڑھ کر

تعجب خیز ہے اور جب ابن زیاد کے سامنے واپس آ کر سروں کو نیزوں سے اتار گیا تو امام حق کے لب ہل رہے تھے لوگوں نے کان لگا کر سنا تو یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے فلا تحسبن اللہ غافلاً عما يعلمون جس سے ثابت ہوا کہ اللہ کی راہ میں قربان ہونے والے مرتے نہیں بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں اور ان کی زندگی کا قرآن شاہد ہے۔

رہ حق میں جو اپنی جان کو قربان کرتے ہیں

حیات دائمی کا اپنی وہ سامان کرتے ہیں

ہمیشہ زندہ رہتا ہے شہید فی سبیل اللہ

بلا شک آج بھی زندہ ہیں فرزند رسول اللہ

ندائے غیب یہ فرق شہدوں کی کرامت تھی

شہادت زندہ جاوید ہونے کی بشارت تھی

سرہائے شہدا اور اسیران اہلیت کی روانگی

اسران کربلا کو کچھ دن کوفہ میں رکھنے کے بعد ابن زیاد نے ایک فوجی رسالے کی نگرانی میں دمشق روانہ کر دیا زحر ابن قیس اور شمردی الجوشن کوفی رسالے کا سالار مقرر کر دیا یہ ملعون سر منزل بھی آل اطہر پر ظلم تشدد کرتا چلتا تھا امام زین العابدین کے پائے مبارک میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑی پڑی ہیں ان جفاکشوں کو ایک بیمار پر رحم نہیں آتا اور اصول انسانی کے خلاف ہر طرح خاندان مصطفیٰ کو تکلیف پہنچاتے ہیں کیونکہ بیڑیاں اُس کے پیروں میں ڈالی جاتی ہیں جس کے فرار ہونے کا خطرہ ہو۔ امام زین العابدین بیماری کی وجہ سے اس قدر لاغر تھے کہ بھاگنا تو درکنار رہا آپ سے منزل میں پیدل بھی نہیں چلا جاتا تھا۔ العرض خاندان مرتضیٰ کا یہ قافلہ مقام قرآن پر پہنچا وہاں ایک یہودی یحییٰ عبد اللہ قصبہ حران کا سردار تھا اور سلیم اللہ کے عبادت خانے کا سردار تھا قافلے کی طرف آیا اور تمام اسیران کربلا کو دیکھ کر غم نہیں ہوا اور بہت سماں وزر حضرت امام زین العابدین کی نظر فرمایا اور امام دوسرا کے سر انور پر نور کا سایا دیکھا لب سلطان دیں ہلتا دیکھ کر کان لگا کر سنا تو آپ کلام اللہ کی تلاوت فرما رہے تھے یہودی یہ ماجرہ دیکھ کر فوراً مسلمان ہو گیا۔

یہودی کا مسلمان ہونا

یہودی مالک ایواں قریب کارواں آیا
 پڑی سر پر نظر تو دیکھا سر پر نور کا سایا
 لب سلطان دین ملتے ہوئے اُس کو نظر آئے
 کلام اللہ کے کچھ اپنے الفاظ فرمائے
 یہودی یہ کرامت دیکھ کر ایمان لے آیا
 طفیل شاہ دین اُس نے شرف اسلام کا پایا
 کرامات شہ دین سے مسلمان اُس کا ہو جانا
 گوارا کر سکی اس کو نہ وہ افواج بیگانہ
 اُسے بھی نہ اُن ستمگر ظالموں نے قتل کر ڈالا
 ہوا لذت کش جامِ شہادت حق کا متوالا
 کرامات رُونما ہر دن سر اقدس سے ہوتی تھی
 پہنچتے تھے جہاں قیدی وہاں کی خلق روتی تھی

مقام موصل و اسیرانِ کربلا

جب دوسرا دن ہوا تو یہ کاروانِ حرم اسیری کے عالم میں آگے بڑھا اور سارا دن منزل
 طے کرتا ہوا موصل کے قریب پہنچا موصل کی حکومت گویزید کے زیر اثر تھی لیکن موصل کا حاکم
 ظالم و جابر نہ تھا جب اس نے سنا کہ قاتلانِ امام عالی مقام خاندانِ مصطفیٰ کو قید کر کے لارہے
 ہیں اور موصل میں ٹھہرنا چاہتا ہے تو اس نے فوراً حکم جاری کیا کہ قاتلانِ اہلبیت بیت موصل
 میں داخل نہ ہوں کیونکہ یہ خونی ہیں فسادی ہیں بہر حال اس نے انہیں موصل میں داخل نہ
 ہونے دیا ناچار زمرِ اہل قیس اور شمر کو بمعہ اسیرانِ کربلا کے ایک میدان میں ٹھہرنا پڑا اور سر
 انور کو ایک صاف ستھرے پتھر کے اوپر رکھ دیا تاریخ کربلا میں مرقوم ہے کہ جس پتھر پر سر
 نورانی رکھا ہوا تھا اُس پر تازہ خون کے قطرے دیکھے گئے اور ہر عشرے دن اُس پتھر سے تازہ
 خون جاری ہوتا تھا پھر پتھر عہدِ عبدالملک ابن مروان میں..... حکومت کے حکم سے گم کر دیا گیا

امام عالی مقام کی کرامات عظیم کا اس سے پتا چلتا ہے۔

عزیز بن ہارون امیر حلب

اگلے روز موصل سے آگے سفر کیا اور دمشق کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں مقام حلب پڑا دن آخر ہو چکا تھا حلب کے پہاڑ پر ایک قصبہ آباد تھا جس کا امیر عزیز بن ہارون تھا اور قوم یہود سے تھا لیکن آدمی نیک تھا جب مظلوموں کا قافلہ حلب کے دامن میں پہنچا تو وہیں قیام کیا جب شام ہو گئی تو شہر بانو کی خادمہ شیریں نے عرض کیا کہ مرے پاس کچھ زیور ہے اگر آپ اجازت دیں تو اُس کو فروخت کر کے کچھ کھانے پینے کی چیز میں کپڑا خرید لاؤں جب بہت ضد کی تو شہزادی شہر بانو نے اجازت دے دی اجازت لے کر شیریں پہاڑ پر گئیں تو شہر کا دروازہ بند تھا آپ دروازے کو کھٹکھٹایا امیر قصبہ وہاں موجود ہے اور اس نے خود ہی دروازہ کھولا اور باہر آ کر شیریں کو نام لے کر پکارا شیریں نے معلوم کیا کہ اے امیر قصبہ تمہیں مرانا کیسے معلوم ہوا عزیز ابن ہارون نے آہ بھری اور کہا کہ اے شیریں میں نے ابھی ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو خواب میں پریشان حال دیکھ کر پریشانی کا سبب معلوم کیا انہوں نے کہا کہ نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ کے فرزندوں کو یزید کی فوج نے شیریں کے نکاح عزیز بن ہارون کے بڑی بے رحمی و بیدردی سے شہید کر دیا اور خواتین حرم کو قید کر لیا ہے دمشق کی طرف جاتے ہیں تو آج رات کو اس پہاڑ کے نیچے ٹھہرے ہوئے ہیں میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معلوم کیا آپ محمد ﷺ کو پہنچانتے ہیں فرمایا اے عزیزو! اللہ کے پیارے حبیب ہیں اللہ ان کی رضا چاہتا ہے۔ اور ان پر ایمان لائے ہیں جو ان پر ایمان نہ لائے گا وہ دوزخ میں جائے گا میں نے یقین کامل کے لئے کچھ اور نشانی طلب کی تو فرمایا کہ تم شہر دروازے پر جا کر کھڑے ہو جاؤ شیریں نام کی ایک لونڈی دروازے پر آئے گی تم اُس کی مطابعت کرنا اور اُس کی بدولت مشرف باسلام ہو جانا اور جب تو سر حسین امام عالی مقام کے پاس پہنچے تو ہمارا سلام وہ سلام کا جواب دیں گے چنانچہ میں خواب سے چونک کر فوراً دروازے پر آ گیا ہوں یہ تمام قصہ شیریں نے شہر بانو سے بیان کیا یہ قصہ سن کر تمام اہلیت حیران ہوئے اور صبح کو عزیز ابن ہارون نے یزیدی لشکر کو کچھ رشوت دے کر اہل بیت کے پاس آئے اور ہر ایک

کے لیے قیمتی جوڑا لائے اور ہزار دینار امام زین العابدین کی نذر کیئے اور خود مشرف باسلام ہو گئے پھر سر امام کے حضور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا سلام عرض کیا تو سر انور نے سلام کا جواب دیا۔

حرم کا قافلہ جس دم حلب کے رو برو آیا

پئے خدمت اسیروں کی عزیز نیک خود آیا

سر اطہر کی اُس نے خواب میں تو قیر دیکھی تھی

بزرگوں کی نظر سامنے تصویر دیکھی تھی

سلام اُس نے سر انور سے موسیٰ کو کہا آ کر

جواب اُس کا سر انور سے فوراً پالیا آ کر

ہوا پر نور دل اُس کا چھٹی سب کفر کی ظلمت

یکایک بھر گئی سینے میں اُس کے دین کی دولت

مسلمان ہو گیا شریں سے اُس کی ہو گئی شادی

یہ شریں شہر بانو کی کنیر پاک دامن تھی

عزیز نیک خوں نے مال و زر ملبوس و سرمایا

حضور شہر بانو میں ادب سے نذر فرمایا

ابوالخناق سپاہی

امام عالی مقام کے سر انور کا نگہبان بد بخت بد باطن ابوالخناق سپاہی جو رات کو سر کی نگہبانی کرتا ہے اچانک اس کو خواب نے آ کر دبا لیا کہ کیا دیکھتا ہے کہ آسمان کے دروازے کھلے اور ایک نورانی تخت زمین پر اُترا جس پر حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے جب تخت زمین پر اتر گیا تو حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے جب تخت زمین پر اتر گیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے امام عالی مقام کے سر کو بوسہ دیا اور اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا کہ اے فرزند مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ ترے قاتلوں کو سخت عذاب میں گرفتار کرے گا اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام کا تخت اُترا اور انہوں نے بھی سر انور کا بوسہ لیا اور اسی طرح ایک لاکھ جو بیس ہزار انبیاء تشریف لائے اور سب نے سر انور کو بوسہ دیا اور نہایت رنج و الم کا اظہار کیا پھر حضور اکرم

ﷺ کا تخت اُترا جس پر فاطمہ علی جعفر طیار حمزہ بھی سوار تھے جب فاطمہ زہراؓ نے اپنے لاڈلے نور نظر کو اپنے آغوش میں لیا اور سرانور کی رو کر بلائیں لیں یہ حال دیکھ کر تمام انبیاء اشکبار ہو گئے اور ملائکہ چیخ اٹھے۔

نظم مثنوی

رو دیئے انبیاء و مرسلین
چیخ اٹھے سب کے سب گردوں نشین

سر کو پھر زہرا نے سینے سے لگا
رو کے یہ رب دو عالم مجھے کہا

اے خدائے دو جہاں تیرا حسینؑ
تیرے پیارے مصطفیٰ کا نور عین

بھوکا پیاسا کربلا میں ہو شہید
ظلم توڑے اس پر سب فوج یزید

زخمی تیروں سے کریں اس کا بدن
دشمنان دین اے رب زمن

بھوکا پیاسا تین دن رکھا اُسے
دشمنوں نے ظلم یہ اس پر کیئے

چومتے تھے جس گلے کو مصطفیٰ (ﷺ)
ظالموں نے تیغ دی اُس پر چلا

سُن کے یہ عرش الہی ہل گیا
آئی پھر یہ غیب سے فوراً صدا

آج کے اے فاطمہ آنسو ترے
یہ سمجھنا عرش عالی پر گرے

غیبی صدا

گویا یہ ہاتھ سے پھر آئی صدا
 غم نہ کر اے میری پیار فاطمہؑ
 دشمنوں سے ترا بدلا لوں گا میں
 جو بھی تو مانگے گی وہی دوں گا میں
 روز محشر دشمنوں کو بر ملا
 سخت ذلت میں کروں گا مبتلا
 مجھ کو اپنی کبریائی کی قسم
 مجھ کو اپنی سب خدائی کی قسم
 صبر کا تو پائے گی اجر و ثواب
 دشمنوں پر سخت تر ہوگا عذاب

ابوالخنوق کی گستاخی

سر انور کا نگہبان ابوالخنوق سپاہی خواب کے عالم میں گستاخی کرتا ہے کہ یہ سرمری
 حفاظت میں اس کو ہاتھ نہ لگاؤ یہ یزید شام کی بیعت نہ کرنے کی سزا ہے جب اُس بے ادب
 سپاہی نے عالم خواب میں یہ گستاخی کی۔

بحر توہیل

لیے بوسے رسولوں نے سر شاہ شہیداں کے
 ہوئے اعجاز ظاہر خواب میں محبوب یزداں کے
 ہوا فوجی نگہبان خواب میں مائل بہ گستاخی
 اُسے فوراً ہی بڑھ کر ایک فرشتے نے سزا دے دی

طمانچہ قہر کا تاری کے چہرے پر لگا ایسا
 ہوا منہ سوچھ کر خنزیر کا ہوتا ہے منہ جیسا
 ہوا گھبرا کے فوراً خواب سے بیدار یہ فوجی
 پس آئینہ صورت مطلقاً بگڑی ہوئی دیکھی
 سپہ سالار سے روداد شب ساری بیاں کر دی
 جو صورت خواب میں دیکھی تھی سر تا پائیاں کر دی
 کہا جب لشکر نے ہے کیوں بدلی تیری صورت
 خنوق مردہ دل پر یک بیک وہ چھاگئی ہیبت
 کلیجہ پھٹ گیا کبخت کا خوف الہی سے
 لیا بدلہ اجل نے بد تمیزی کا سپاہی سے

گرجے کا پادری

یزیدی لشکر اور اسیران کربلا دمشق جاتے ہوئے ایک مقام پر پہنچے جہاں ایک بہت
 بڑا گر جا بنا ہوا تھا شام ہو چکی تھی فوج یزید نے گرچے کو دیکھ کر کہا کہ رات بھی ہو چکی ہے اور
 رات کو آرام بھی کرنا ہے اب بہتر جگہ کہیں نہیں مل سکتی ہے اس لیے مناسب ہے کہ آج
 رات کو ہم تمہارے گرجے میں رہنا چاہتے ہیں پادری نے کہا کہ تم کون ہو اور کہاں سے
 آئے ہو کہاں جاؤ گے شمر نے جواب دیا کہ ہم ابن زیاد کے سپاہی ہیں ایک باغی کا سر لے
 کر اور اُس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے دربار یزید میں حاضر کرنے کے لیے دشمن لے
 جا رہے ہیں پادری نے پوچھا کہ جسے تم باغی کا سر کہتے رہے ہو وہ کہاں ہے مجھے بھی دکھاؤ
 شمر ملعون نے امام عالی مقام کا جب سر انور پادری کو دکھایا تو اُس پر ایک ہیبت طاری ہو گئی
 کہنے لگا کہ تمہارے ساتھ کافی فوجی آدمی ہیں اور ان سب کو گرجے کی جگہ کم ہے لہذا ان
 سروں کو اور قیدیوں کو گرجے میں رکھو اور تم لوگ سب باہر رہو شمر بیدین نے اس بات کو
 غنیمت سمجھا کہ سر اور قیدی محفوظ رہیں گے چنانچہ سر امام کو ایک صندوق میں بند کر کے ایک
 کوٹھری میں رکھا اور اسیران کو علیحدہ ایک مکان میں ٹھہرایا جب آدھی رات گزر چکی تو پادری

کی آنکھ کھل گئی کیا دیکھتا ہے کہ جس کوٹھری میں امام دین کا سر رکھا ہوا تھا اُس کے روشن دانوں سے روشنی باہر نکل رہی ہے پادری نے اٹھ کر دیکھا تو کوٹھری میں چاروں نور جلوہ گر تھا جس کی کرنیں باہر بھی جا رہی تھیں پھر اُس نے دیکھا کہ کوٹھری کی چھت پھٹی تو حضرت خدیجہؓ اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم ظاہر ہوئیں اور صندوق کھول کر سر انور کو دیکھنے لگیں پھر تھوڑی دیر کے بعد آواز آئی کہ جھانکنا بند کر کہ خاتون جنت تشریف لاتی ہیں پادری یہ آواز سن کر بے ہوش ہو گیا جب اُسے ہوش آیا تو اُسے سنا کہ کوئی روتے ہوئے یوں کہہ رہا ہے کہ اسلام علیک اے مظلوم مادرا سے شہید مادر غم نہ کر میں روز محشر اللہ کے دربار میں دشمنوں سے ترا انتقام لوں گی اور خداوند دو عالم سے ترا انصاف چاہوں گی یہ سن کر پادری پھر بے ہوش ہو گیا۔

پادری سنتے ہی اس آواز کو

گر پڑا پھر خاک پر بے ہوش ہو

دیر تک سکتے کے عالم میں رہا

ہوش جب آیا تو دیکھا کچھ نہ تھا

تھر تھراتا پھر وہ اٹھا پادری

کھولی اُس نے جا کے فوراً کوٹھری

قفل کو صندوق کے پھر توڑ کر

بادب باہر نکالا اُس نے سر

پادری کا مسلمان ہونا

پھر اس نے سر انور کو مشک و گلاب سے دھو کر مصلے پر رکھا پھر سراقہ کے سامنے دست بستہ ادب سے کھڑے ہو کر فرض کی کہ اسے سردار مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ اُن میں سے ہیں جن کے اوصاف میں توریت و انجیل میں پڑھے ہیں لیجئے گواہ رہیں میں مسلمان ہوتا ہوں یہ کہہ کر پادری نے فوراً کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا

ڈھول باجے کی ایجاد اور خوشی

جب اسیران کربلا خاندان مصطفیٰ دمشق کی حدود میں داخل ہوا اور یزید ناخلف کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے تمام شہر کو سجانے اور خوشیاں منانے کا حکم دیا اور گھروں سے تماشا دیکھنے کو باہر آنے کی تمام پبلک کو تاکید فرمائی تمام یزیدی ڈھول بجانے لگے اور خوشیاں منانے لگے انہیں ایام میں ایک صحابی رسول ﷺ تجارت کی غرض سے شام تشریف لائے ہوئے تھے اُن کا گذر ایک گاؤں پر سے ہوا تو آپ نے دیکھا کہ لوگ ڈھول تماشے، بجاتے ہیں خوشیاں مناتے ہیں حضرت سہیلؓ نے خوشیاں منانے کی وجہ معلوم کی تو یزیدوں نے جواب دیا کہ اہل عراق نے سر حسین یزید کو ہدیہ بھیجا ہے اہل دمشق اُس کی خوشی منا رہے ہیں جب حضرت سہیلؓ نے یہ سنا تو ایک آہ بھری اور اشکبار ہو کر معلوم کیا کہ سر امام عالی مقام کس دروزے سے شہر میں داخل ہوگا یزیدوں نے بتایا کہ باب الساعۃ سے شہر میں داخل ہوگا حضرت سہیلؓ اس طرف دوڑے اور بہت دوڑ دھوپ کر کے باب الساعۃ پر پہنچے

سراہائے شہدا اور اسیران کربلا کا دمشق میں داخلہ

اور اپنے دیکھا کہ ایک سر نورانی نیزے پر بلند ہے جو مشابہ ہے سر حضور اکرم ﷺ کے یہ منظر دیکھتے ہیں۔

مثنوی

رو پڑے بے ساختہ حضرت سہیل
ہو گئے غم دامتہ حضرت سہیل

اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی

روتے روتے ہو گئی حالت بڑی

آنسوؤں سے ہو گیا دامن تر

دل کی حالت ہو گئی ریز و زہر

قیدیوں نے روتا اُن کو دیکھا جب

بولے اُن سے کون ہو تم اے عرب

بولے یہ کہ ہے سہیلؑ میرا نام

ہوں تمہارے جد امجد کا غلام

میں صحابی ہوں رسول پاک کا

ادنیٰ خادم ہوں شہید لولاک کا

الغرض جب حضرت سہیلؑ اسیران کربلا نے روتا ہوا دیکھا تو پوچھا کہ تم کون ہو جو

ہمارے غم میں زوتے ہو اور دوسرے لوگ خوشی منا رہے ہیں انہوں نے کہا میں تمہارے نانا

جان کا ادنیٰ صحابی ہوں مرے لائق جو خدمت ہو فرمائیے میں فوراً بجا لاؤں گا یہ سن کر

حضرت زینبؑ نے فرمایا کہ تم اتنا کرو کہ امام عالی مقام کے سرانور کو آگے کرا دو تا کہ لوگوں

کی توجہ ادھر ہو اور ہماری طرف سے نظریں ہٹ جائیں حضرت سہیلؑ نے یزیدوں کو چار سو

دینار دیئے اور امام حق کے سرانور کو آگے کرا دیا اور تمام تماشاویوں کی نظریں مستورات سے

ہٹ کر سرانور کی جانب ہو گئیں سرانور کو تن نورانی سے جدا ہونے تقریباً؟؟ روز ہو گئے تھے

اور یہ امام عالی مقام کی کرامت ہے کہ جس گلی سے سر اقدس گذرتا تھا وہ گلی خوشبو سے مہک

جاتی تھی ورنہ عام بات ہے کہ تیسرے روز ہی گئے گوشت میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے شہ دین

کی یہ شان کرامت تھی۔

اسیران حرم کا دربار یزید میں داخلہ

غرض دارالحکومت میں اسیران حرم آئے

علیؑ کے لاڈلے لخت جگر پاپند غم آئے

دمشقی مرد وزن میں ہر طرف کھرام برپا تھا

کے سروں کو دیکھ کر ہر شخص روتا تھا

امیروں کی زیارت کے لیے مفر خدائی تھی

حسینؑ ابن علیؑ کے نام کی لب پر ڈھائی تھی

ہراک جاشہروالوں کے تھے جھمکت شاہراؤں پر

نگاہیں ہر طرف سے اٹھ رہیں تھی بے گناہوں پر

اسیران حرم کو دیکھتے تھے چشم پر نم سے

جگر پر ہاتھ تھے ارباب دل کے کثرت غم سے

جلوس عشرت اطہار آخر شہر میں آیا

دوبارہ زلزلہ پھر آج بزم دلہر میں آیا

سر دربار پہنچا قافلہ جس دم اسیروں ک

لرز اٹھا کلیجہ خوف سے روشن ضمیروں کا

زحر بن قیس کی تقریر

زحر بن قیس سالار جیش جب دربار یزید میں پہنچا تو نہایت ادب سے یزید کے سامنے حاضر ہوا اور عرض کی کہ سرکار میں مبارک باد دینے کے لیے حاضر ہواں ہوں اور تمام باغیوں کے سر لایا ہوں مستورات کو سر برہنہ ساتھ لایا ہوں۔ امیر المؤمنین کو مبارک ہو کہ حسین بن علی جو حکومت کے باغی تھے اور جن سے ہر وقت بغاوت کا خطرہ تھا وہ مدینے سے مکے آئے اور مکے سے کوفے آئے اور حکومت کی بغاوت ہر گلی کوچے میں جاری کر دی عبید اللہ امیر کوفہ نے پہلے تو انہیں سمجھایا کہ امیر شام کی بغاوت ترک کر کے اس کی بیعت کر لو لیکن حسین بن علی نے ایک نہ مانی اور بغاوت کا سلسلہ جاری رکھا امیر کوفہ نے جب یہ دیکھا تو ان کے خاندان پر پانی کی بندش کر دی تاکہ اپنی ضد اور حکومت کی مخالفت سے باز آجائیں گے مگر یہ تدبیر بھی ناکام ثابت ہوئی پھر ان کو کہا کہ بیعت نہیں کرتے تو جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ الغرض ۱۰ محرم کو محاذ جنگ جاری ہوا اور بڑی مشکل سے باغیوں پر فتح حاصل ہوئی اور ان کے سر اور ان کے خاندان کو قید کر کے حاضر خدمت کیا ہے۔

تاثرات یزید

یزید نے شام نے یہ روح فرسائن کے افسانہ

کہا با چشم پر نم تف ہے تجھ پر ابن مرجانا

قسم اللہ کی تری جگہ پر میں اگر ہوتا
نہ ہرگز خوش حسینؑ ابن علیؑ کے قتل پر ہوتا

جہاں تک ہوتا اُن کے قتل میں درگزر کرتا
لہو سے اُن کے اپنی آستیں ہرگز نہ تر کرتا

زحر بن قیس کو دربار سے باہر نکلوایا
صلہ ملعون کو اصلا عطا کوئی نہ فرمایا

یزید ناخلف کی تھی بلا شک یہ بھی عیاری
بظاہر اشک آنکھوں سے جو اُس نے کر دیئے جاری

دربار عام

پھر یزید کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ کل عام دربار ہوگا تمام اہل شہر کو مطلع کیا جاتا ہے کہ کل صبح دربار میں حاضرین کو باغیان حکومت کو جو سزا دی گئی ہے اُس کی رواداد سنانا ہے تاکہ بغاوت کرنے والوں کو عبرت حاصل ہو دوسرے دن اہل دمشق دربار یزید میں حاضر ہوئے اور یزید نے تمام اسیروں اور تمام شہدا کے سروں کو دربار میں طلب کیا اور ہر سر کی تفصیل معلوم کی پھر آخر میں شاہ شہیداں کا سر طلب کیا تو سر امام کو لے کر دربار میں حاضر ہوئے اور بھرے دربار میں بے خوف و خطرہ ہو کر فرمایا کہ یہ سر اُس کا ہے جو تمام جوانان جنت کا سردار ہے یہ سر اُس کا ہے جو حوض کوثر کا مختار ہے یہ سر اُس کا ہے جو خاندان مصطفیٰ ﷺ کا سالار ہے یہ سر اُس کا ہے جس کی شجاعت دنیا میں کوئی ثانی نہیں یہ سر اُس کا ہے جس پر تمام اوصاف انسانی ختم ہیں یہ سر اُس کا ہے جو تمام مخلوق میں عالی نسب ہے یہ سر اُس کا ہے جو تاجدار عرب ہے یزید نے جب امام عالی مقام کے یہ مناقب سنے تو غضبناک ہو کر جلا د کو حکم دیا کہ بشیر کی گردن اڑادے چنانچہ بشیر کو شہید کر دیا گیا پھر یزید نے سر امام کو ایک طشت طلائی میں رکھا اور ہاتھ میں جو چھڑی تھی اس چھڑی کو لب ہائے امام پر رکھ کر بولا یہ وہی لب ہیں جو میری بیعت کا انکار کرتے تھے بار بار یہی نمائش کر رہا تھا اُس وقت محفل میں ایک صحابی۔

حضرت ثمرہ ابن جندب کا جوش

حضرت ثمرہ ابن جندب موجود تھے جب آپ نے یزید کو سرانور کے ساتھ یہ گستاخی کرتے دیکھا تو کہنے لگے۔

ہوئے بیتاب ثمرہ ابن جندب ان مظالم سے
کہا یہ غیض میں آکر سر دربار حاکم سے

یزید فتنہ ساماں بارہا میں نے دیکھا ہے

خدا شاہد نبی (ﷺ) نے ان لب و دندان کو چوما ہے

یہ بوسہ گاہ محبوب خدا کے ساتھ گستاخی

یزید شام اتنی بڑھ گئی ہے تیری بے باکی

گریں ہاتھوں پر تیرے بجلیاں قہر الہی کی

ہو ساری آبرو برباد تیری بادشاہی کی

نہیں زیبا یہ گستاخی پر نور سے تجھ کو

جہنم کے شرارے تاکتے ہیں دور سے تجھ کو

کہا ظالم نے ثمرہ سے کہ ثمرہ تو صحابی ہے

وگرنہ قابل تعزیر یہ حاضر جوابی ہے۔

صحابی تو نہ ہوتا اگر رسول اللہ کا ثمرہ

ترا مقتل ابھی ہوتا یہی دربار کا کمرہ

کہا ثمرہ نے عزت ہے صحابی کی ترے دل میں

مگر ابن رسول اللہ پر یہ ظلم محفل میں

آخر کار یزید نے غضبناک ہو کر ثمرہ ابن جندب کو دربار سے باہر نکلوا دیا اُس وقت

دربار میں ایک یہودی موجود تھا جو تجارت کی غرض سے دمشق آیا تھا یزید نے اُس یہودی سے

کہا کہ یہ سر باغیوں کے سردار کا ہے اور باقی سراسر اس کے ساتھیوں کے ہیں اور تمام قیدی اُس

خاندان کے ہیں اس نے میری حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور مدعی امامت ہوا اور

مرتے دم تک میری بیعت کا مخالف رہا یہ پیغمبر خدا ﷺ کا نواسہ ہے علی کا بیٹا اور ابو طالب کا پوتا ہے اس کے سر میں کچھ مذہبی جنوں تھا اُس کو کوفے کے گورنر نے بہت سمجھایا جب نہ مانا تو سپاہ کوفے نے اس سے جنگ کی اور اس کو بعد جنگ آزمائی کے بغاوت کی پوری سزا دی باغی کی یہی سزا ہے جو باغی ہو۔

یہودی تاجر کا جواب

یہودی نے یہ تمام باتیں سن کر یزید کو جواب دیا کہ میں حضرت داؤد کی اولاد میں سے ہوں اور اب تک داؤد علیہ السلام کی سترہ پست گذر گئیں ہیں لیکن یہودی اب بھی مری بے حد تعظیم کرتے ہیں مگر ایک تم ہو کہ کل تک رسول اکرم ﷺ جلوہ گر تھے اور تم نے اُن کے لاڈلے نواسے پر یہ ظلم و ستم کیا اور آل پیغمبر کو قید کیا ہے تم محشر کے روز شافع محشر کو کیا منہ دکھاؤ گے خدا کے سامنے کس طرح جاؤ گے یزید یہ سن کر جھلا اٹھا اور کہنے لگا کہ اے یہودی اگر روم کا ایلچی و تاجر نہ ہوتا تو تجھ کو ابھی قتل کر دیتا یہودی نے بے ساختہ کہا کہ روم کے ایلچی کا تو پاس ہے وہ لحاظ ہے لیکن فرزند نبی کا کوئی لحاظ نہیں ہے یزید یہ سن کر اور غضبناک ہوا اور جلا د کو حکم دیا کہ اس کی گردن مار دے یہودی دوڑ کر سر امام کا بوسہ لیا اور جوش عقیدت سے کہنے لگا۔

غلام بے نوا ہوں آپ پر ایمان لاتا ہوں

مسلمان ہو رہا ہوں آپ کو شاہد بناتا ہوں

خدا کے سامنے روزِ جزا امداد فرمانا

مجھے نانا کی خدمت میں لب تسنیم لے جانا

گواہی مری دینا روبرو اللہ کے جا کر

مجھے قدموں پر ختم کرنا رسول اللہ کے جا کر

پڑھا کلمہ شہادت کا مسلمان ہو گیا فوراً

لگا کہنے یزید ناخلف اسلام کا دشمن

یزید نے جب یہودی کو مسلمان ہوتا ہوا دیکھا تو کہنے لگا کہ تو جان کے خوف سے

مذہب تبدیل کرتا ہے اور مجھے دھوکہ دیتا ہے یہودی تو مسلم نے کہا کہ مری ایک جان کیا سو

(۱۰۰) جانیں محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام پر قربان ہوں تو یہ آرزو دل میں رکھتا ہوں کہ میں اسلام پر فدا ہو جاؤں تو مجھے شوق سے قتل کر دے مجھے یقین کامل ہے کہ میں امام عالی مقام پر نثار ہو کر دائمی زندگی پالوں گا یزید ناخلف نے اپنا ارادہ جفانہ بدلا اور اُس نو مسلم کو بھی شہید کر دیا اور قاتل حسینؑ ہونے کا ثبوت دیا۔

مستورات اطہار کی طلبی

پھر اس ظلم ستم کے بانی یزید نے مستورات اطہار کو دربار میں طلب کیا جب زینبؑ و کلثوم و سکینہ و سجاد دربار میں پیش ہوئے اور اُن کی نظر شاہ شہیداں کے سر انور پر پڑی تو سب کی یکبارگی چیخ نکل گئی اور

دیکھتے ہی سر امام دین کا
رو پڑیں کلثوم و زینب پارسا
ایسی روئیں تھام کر قلب و جگر
حاضریں کے سل ہوئے زیرو ربر

مچ گیا کہرام اک دربار میں
آگیا لرزہ در و دیوار میں
بولیں زینب میرے ماں جائے حسینؑ
مصطفیٰ (ﷺ) و فاطمہ کے نور عین

کچھ تو بولو بہن سے بھائی یہاں
آپ کے غم میں بہن ہے نیم جاں
روٹھے ہو گر زینب مغموم سے
بات کہہ دو دل کی تم کلثوم سے

رو پڑے یہ سن کر سب پیرو و جواں
بندھ گئیں خورد و کلاں کی ہچکیاں

حضرت زینب کا یزید سے کلام کرنا کہ اے یزید آج تجھے اقتدار ملک حاصل ہے لیکن

یہ جاہ و حشمت یہ حکومت چند روزہ ہے نمرود اور فرعون جیسے جابر و ظالم سب خاک میں ہیں اُن کی حکومت کا صرف فسانہ ہی دنیا میں باقی رہ گیا فرعون کا نام و نشان بھی دنیا میں موجود نہیں ہے قارون کہاں ہے۔

مثالِ خوابِ دنیا کا یہ سارا کارخانہ ہے
قیامت میں خدا کے سامنے اک روز جانا ہے
ستم ہے ترے گھر کی عورتیں سب گھر کے اندر ہیں
نبی کی بیٹیاں بے پردہ و بے گھر ہیں بے در ہیں
ہمیں نامحرموں کے سامنے تو نے بلایا ہے
تماشائی ہمارا عام خلقت کو بنایا ہے

یزید کی شرمندگی

نبی (ﷺ) کو تو بھی ختم المرسلین تسلیم کرتا ہے
ابھی تو ملت اسلام تعظیم کرتا ہے
نبی زادوں پہ کب تک جور سے باز آئے گا
خدا کو حشر میں کل فتنہ گر کیا من دکھائے گا
یزید فتنہ ساماں نے سنی یہ گفتگو ساری
سر دربار اُس پر ہیبت حق ہو گئی طاری
کیا دریافت اے لوگو یہ دختر کس کی لڑکی ہے
کہا اہل شرف نے فاطمہ زاہرہ کی بیٹی ہے
یہ زینب ہے یہ ہمیشہ حسینؑ ابن علیؑ کی ہے
نبی الانبیاء شاہ رسالت کی نواسی ہے
یزید شام کا سر جھک گیا فرطِ ندامت سے
رہا محفل میں تھوڑی دیر تک خاموش غیرت سے

حضرت کلثوم کا یزید سے کلام

حضرت زینب ابھی ہچکیاں لے کر رو رہی تھی اور اُس وقت حضرت کلثوم نے نہایت غمگین لہجہ میں یزید سے التجا کی کہ مجھ کو اجازت دے کہ میں اپنے ماں جائے کے سر کو سینے لگا کر اپنے دل کی حسرت نکالوں حضرت کلثوم کے یہ فقرے ایسے المناک تھے جن سے کہ یزید اجازت دینے پر مجبور ہو گیا اور اُس نے اجازت دے دی تو کلثوم دوڑ کر سرِ اطہر کو اپنے آغوش میں لے کر پیشانی کو بوسہ دیا اور تمام خواتین نے سرِ انور کی زیارت کی خواتین حرم سرِ انور کو بوسے دیتی تھی اور زار و قطار روتی تھیں کلثوم نے یزید سے کہا کہ اے شام کے ظالم حاکم تو اس گمان میں نہ رہ کہ ہم کو ستا کر تو دنیا میں چین سے رہے گا دیکھ شہیدوں کا خون ضرور رنگ لائے گا کیونکہ قاتل کبھی بھی سرخ رو نہیں ہوتا آلِ عبا کا خون ناحق تری سلطنت کو رنگین بنا کر تجھے دونوں جہاں میں رسوا کرے گا یزید نے تعجب سے کلثوم کی طرف دیکھا اور کہنے لگا کہ یہ خاتون بھی حسینؑ کی ہمیشہ معلوم ہوتی ہے لوگوں نے کہا یہ فاطمہ کی دختر ہیں علی کی نور نظر ہیں ان کو کلثوم کہتے ہیں یزید نے کہا کہ کلثوم تم نے سچ کو جھوٹ کہا تم کو خدا نے جھوٹا ثابت کر دکھایا جو تمہارے سامنے ہے۔

جواب یزید کو کلثوم کا

کلثوم نے ارشاد فرمایا کہ اے ظالم ہم جھوٹے نہیں ہیں ہم آج تک دین حق پر قائم ہیں جھوٹا وہ ہے جو احکامِ الہی کے خلاف اپنی زندگی گزارے اب تو خود اپنے دل سے فیصلہ کر لے کہ احکامِ الہی کی خلاف ورزیاں تو کر رہا ہے یا ہم کر رہے ہیں اللہ نے دین کو جبر و تشدد سے پاک فرمایا ہے اور تو نے جبر و تشدد کا بازار گرم کر رکھا ہے یزید یہ سن کر شرمندہ ہوا اور خاموش ہو گیا۔

یزید اور سجاد کا مکالمہ

کچھ دیر کے بعد یزید ناخلف نے امام زین العابدین کی طرف توجہ کی اور سجاد سے

مخاطب ہوا کہ تم کون ہو کیوں غمگین نظر آتے ہو حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ میں حسینؑ کا فرزند ہوں ہاشمی خاندان کا دلہند ہوں یزید شام یہ سن کر بولا کہ حسینؑ اس بات کے خواہاں تھے کہ مری خلافت چھین کر خود خلیفہ بنیں اُن کی یہ تمنا تھی کہ شہ نشین ممبر مسجد بنیں اُن کی یہ خواہش تھی شہنشاہ کہلائیں اُن کو یہ ارمان تھا کہ مجھ کو امیر المومنین کہا جائے اور مساجد میں مرا خطبہ پڑھا جائے لیکن خدا نے اُن کی ساری تمناؤں کو خاک میں ملا دیا یزید روسیہ کی یہ بے ہودہ گفتار سن کر امام زین العابدین نے قرآن عظیم کی دو آیات تلاوت فرمائیں جن سے اہلبیت مصطفیٰ ﷺ کی شان اعلیٰ ظاہر ہو رہی تھی اور آلِ عبا پر ظلم کرنے والے کی توہین نمایاں تھی امام زین العابدین سے آیات قرآنی سن کر دربار میں سناٹا سا آگیا اور تمام اہل دربار ایک سکتے کے سے عالم میں مُبتلا ہو گئے اور سب کی نگاہیں یزید ناخلف اور امام زین العابدین کی طرف مرکوز ہو گئیں کہ اب یزید امام زین العابدین کو کیا جواب دیتا ہے ادھر یزید پر بھی آیات قرآنی سن کر ندامت طاری ہو گئی اور کچھ دیر تصویر مجسم بنا رہا مگر ہدایت کی طرف مائل نہ ہوا کیونکہ اُس کے قلب میں حق قبول کرنے کی صلاحیت ختم ہو چکی تھی خالق کل نے اُس کے دل اور کانوں کو مہر کر دیا تھا کچھ دیر خاموش رہا اور کھسیانہ ہو کر بد باطن غصے میں بھر جاتا ہے اور غضبناک ہو کر حکم دیتا ہے۔

یزید آیات قرآن سن کے عابد ہوا بد زن
کہا جلاد سے لے جائے اُن کی مار دے گردن

اٹھا جلاد لے کر تیغ اُن کے قتل کرنے کو

کہا سجاد سے تیار اب ہو جاؤ مرنے کو

جو دیکھا حال یہ کلثوم نے تو رو کے فرمایا

یزید نا خلف بے رحم کو یہ حال سمجھایا

ارے حاکم سر دربار یہ کیا ظلم کرتا ہے

ضعیف و زار ہے بیمار عابد خود ہی مرتا ہے

نین ابن علیؑ کی آل میں یہ ایک باقی ہے

یہی محرم خواتین حرم کا دیکھ باقی ہے

یہ کہہ کر آپ نے سوئے مدینہ یاس سے دیکھا
جمال مصطفیٰ کو دور رہ کر پاس سے دیکھا

پکارا المدد اے بے کسوں کے حامی و یار
کرو آسان مشکل جلد اے مشکل کٹھا آکر

گزارش کی کہ نانا جان دیکھو کیا قیامت ہے
یزید اس وقت ہی آمادہ قتل و ہلاکت ہے

نبوت کا چمن سارا ہوا برباد غربت میں
کرے گا قتل اب سجاد کو جلاد غربت میں

ہمارا بیکیسی میں یا نبی (ﷺ) اب کون محرم ہے
فقط اولادیں سرکار کی سجاد کا دم ہے

مرے سجاد کو اب اے مرے نانا بچا لو تم
یزید شام کے دل خدارا رحم ڈالو تم

ادھر کلثوم و زینب کی ابھی فریاد تھی جاری
ادھر قلب یزید شام پر ہیبت ہوئی طاری

عیاں تھی حالت درباریان سلطنت اُس پر
تھے اکثر طعنہ زند باشندگان سلطنت اُس پر

کہا جلاد سے ہٹ چھوڑ دے سجاد کو فوراً
تہہ دامن چھپا لے خنجر بیداد کو فوراً

یزید آمادہ فوراً ہو گیا اظہار الفت پر
بٹھایا عابد بیمار کو تخت حکومت پر

با انداز محبت دیر تک کرتا رہا باتیں
ادب سے مختلف درباریوں نے کیں ملاقاتیں

پئے گفتن سکوں کچھ مضطرب سجاد نے پایا
اسی دوران میں ڈھلنے لگا دن وقت شام آیا

نقارہ یزید

چنانچہ سجاد اور یزید کی گفتگو جاری تھی کہ وقت شام قریب آ گیا اور نقارہ شاہی بجا تو یزید کے بیٹے معاویہ نے کہا کہ یہ نوبت کس کے باپ کی بج رہی ہے امام زین العابدین نے کہا کہ تھوڑی دیر ٹھہر جا ابھی جواب دوں گا اتنے میں یزید نے کہا کہ اے عابد میرا بیٹا اور تم برابر ہو بولو تم اس حال میں میرے بیٹے سے لڑ سکتے ہو سجاد نے فوراً جواب دیا کہ ایک تلوار اپنے بیٹے کو دے دے اور ایک تلوار مجھے دے دے اور دربار عالم میں جنگ کا تماشا دیکھ لے تمام درباری سجاد کی اس ہمت و استقلال دیکھ کر حیران ہو گئے اور یزید بھی حیرت زدہ ہوا اور ہاشمی شیر کی بہادری و شجاعت کا اعتراف کرنا پڑا ابھی یزید اور درباری دریائے حیرت میں غوطہ زن تھے کہ یکا یک مسجد سے اذان کی آواز بلند ہوتی ہے اور جس وقت مؤذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُولَ اللّٰہِ پر پہنچا تو امام زین العابدین نے فرزند یزید سے کہا۔

ارشاد سجاد

بتا مسجد میں یہ بجتی ہے کس کے باپ کی نوبت
جواب دے اس کا مجھے دے جلد تر اے صاحب نخوت

گوئے گی ہنجانہ روز و شب روز قیامت تک
یہ نوبت دائمی ہے مرے جد پاک کی بے شک

تمہاری ہے فقط دو دن کی یہ نوبت یہ نقارہ
بلند اللہ اکبر کا رہے گا تا ابد نعرہ

یزید شام سے عابد نے فرمایا کہ اے سلطان
بتانا کس کے گھر جبریل لائے عرش سے قرآن

فرشتوں نے کہا کہ کس کے در کے آگے دربانی
ہوئیں ہیں کس پہ نازل عرش سے آیات قرآنی

ہوئی ہے آئینہ تطہیر نازل تم پر یا ہم پر
رہا ہے کعبہ ایماں تمہارا یا ہمارا گھر

بتاؤ فرض ہے کس کی محبت اہل ایماں پر
تمہارے ہیں کہ ہیں نانا ہمارے شافع محشر

یہ باتیں صاحب قرآن کے فرزند کی سن کر
سکوں طاری ہوا از خود یزید شام کے دل پر

جستجوئے قاتل امام

الغرض یزید امام زین العابدین کی تقریر دل پر سن کر بہت نادم ہوا اور کہنے لگا کہ اے عابد واقعی تم سردار ہو تمام اہل ایماں کے اور دوست ہو رب کائنات کے اور تمام اولیا کے سر تاج ہو مری یہ خواہش ہے کہ تم مجھ سے اپنی کوئی حاجت بیان کرو تا کہ میں اُسے پورا کر کے تمہیں خوش کروں امام زین العابدین نے ارشاد فرمایا کہ حاجت روا تو ہمارا اللہ تبارک و تعالیٰ ہے ہم رضائے حق پر راضی ہیں ہاں میں تجھے اپنا حق طلب کرتا ہوں اُسے پورا کر دے وہ یہ ہے کہ مجھے میرے باپ کے قاتل کو دے تا کہ میں انتقام حسرت کو پورا کروں یزید نے امام زین العابدین کا کلام سن کر تمام افسران فوج کوفہ کو بلایا اور ہر اک سردار سے پوچھا امام عالی مقام حسینؑ ابن علیؑ کا قاتل کون ہے یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ امام کا قاتل خولی ہے جب خولی کو بلا کر پوچھا تو وہ منکر ہوا اور کہا کہ ماشا اللہ میں نے امام عالی مقام کو قتل نہیں کیا شمر ملعون بھی قتل حسینؑ سے منکر ہو گیا ورنسنان بن انس نے بھی قسم کھا کر انکار کر دیا چنانچہ جس افسر سے پوچھا جاتا تھا وہ قتل امام کا منکر تھا یزید اس اختلاف باہمی سے غضبناک ہو کر سرداران فوج کو جھڑکیاں دینے لگا اور کہنے لگا کہ انعام کے سب طالب ہیں مگر قتل حسینؑ کا کوئی اقرار نہیں کرتا لیکن لوگوں نے کثرت سے شمر کا نام لیا شمر نے جھلا کر کہا کہ قاتل سنان بن انس ہے لیکن یہ یزید کے کانوں تک نہ پہنچے اور سنان بن انس ڈر رہا تھا کہ کہیں شمر میرا دوبارہ نام نہ لے دے مگر شمر جان کے خوف سے کچھ ایسا بدحواس تھا کہ اسے یہ خبر بھی نہ تھی کہ کیا کہہ رہا ہوں جب یزید نے فوج کے تمام افسروں کو قتل امام کا منکر پایا تو پھر ایک ایک افسر سے علیحدہ

معلوم کیا لیکن قاتل حسینؑ کا سراغ نہ لگا حاضرین دربار میں حکومت بھیلا ہوا ہے کسی میں یہ جرأت نہیں جو امام عالی مقام کے قتل کا اقرار کرے جب کسی طرح بھی پتہ نہ چلا تو یزید نے شمر لعین کو بلا کر کہا کہ تو بہت شکر پسند ہے سچ بتا کہ امام کا قاتل کون ہے ورنہ ابھی سر دربار میں گردن مارنے کا جلا د کو حکم دیتا ہوں شمر لعین نے بے خوف ہو کہا۔

کہا یہ شمر نے اتنی حقیقت ہے جو سچ پوچھو

کہ اُن کے قتل کی بانی حکومت ہے جو سچ پوچھو

وہ قاتل ہے کہ مجبور شہہ کو جس نے بیعت پر

وہ قاتل ہے کہ جس کو ناز قوت پر حکومت پر

وہ قاتل ہے عبید اللہ کو جس نے حکومت دی

وہ قاتل ہے سپاہ کوفہ جس نے اعانت کی

وہ قاتل ہے خزانے کا کیا وا جس نے قاتل ہے

کیا برہم عرب کا جس نے شیرازہ

وہ قاتل ہے کیا اقرار خود انعام کا جس نے

وہ قاتل ہے چھپایا حکم خود اسلام جس نے

وہ قاتل ہے کیے جس نے فراہم جنگ کے ساماں

وہ قاتل ہے بھلا دی جس نے دل سے عزت قرآن

یزید شام نے باتیں سنیں تو یہ شمر کی ساری

کہا شعلہ بداماں ہو کے غصہ سے کہ اے ناری

غلط الزام اس قتلِ عمد کا مجھ کو دیتا ہے

تو قاتل ہے مگر سفاک میرا نام لیتا ہے

یزید اس درجہ شمر زیادہ گو سے ہو گیا برہم

اٹھائی تیغ غصہ پھر مگر کچھ ہو گیا مدہم

سنان و شمر و خولی کی غلط گوئی پر لعنت کی

سر دربار ہر کوئی سپاہی پر ملامت کی

شرارت ہر یہاں تک کوفیوں کی طیش میں آیا
 بعد تذلیل سب کو قصر شاہی سے نکلوا یا
 ہر اک انعان ونعہ پر گالیاں کھائیں
 غرض غارت گروں کی دل کی امیدیں نہ بر آئیں
 ہوئی برباد عقبہ اور دنیا بھی نہ ہاتھ آئی
 ملی دونوں جہاں کی کوفیوں کو ترہ رسوائی
 ستم اور ظلم کا انجام دیکھا اپنی نظروں سے
 ہوئے بدنام کوفی اور گرے دنیا کی نظروں سے
 مسلمان ہو کے بھی کہلائے وہ اسلام کے دشمن
 نبی (ﷺ) کے کلمہ گو ہو کر بنے دوزخ کا سب ایس دن
 سُلگ اٹھا جگر نالہ لب اظہار سے نکلا
 گروہ کوفہ لعنت برزباں دربار سے نکلا

یزید اور سجاد کی دوبارہ گفتگو

جب کوفے کے تمام افسران افواج کو یزید نے دربار سے نکلوا دیا پھر یزید نے نرم لہجہ میں امام زین العابدین سے کہا کہ فرمائیے اب آپ کیا چاہتے ہیں بلا تکلف فرمائیے مری طرف سے دل میں بالکل خطرہ نہ کیجئے۔ امام زین العابدین نے ارشاد کیا کہ مجھے تمام شہیدوں کے سردے دے تاکہ اُن کے جسم کے ساتھ دفن کروں اور اپنے ہاتھ سے شہدا کی قبروں کو مٹی دوں یزید نے کہا مجھے یہ منظور ہے اور فرمائیے کیا حاجت ہے سجاد نے فرمایا کہ تمام اسیروں کو آزاد کر کے مدینے کو جانے کی اجازت دے یزید نے کہا یہ بھی منظور ہے اس کے علاوہ اور کیا خواہش ہے امام زین العابدین نے ارشاد فرمایا کہ کل جمعہ ہے مجھے جامع مسجد دمشق میں جمعہ کا خطبہ اور نماز پڑھانے کی اجازت دے یزید نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد کیا یہ بھی منظور ہے الغرض جمعہ کے دن کا وقت آیا تو تمام اہل دمشق مسجد میں سمٹ کر آگئے اور کیونکہ یہ مشہور ہو گیا تھا کہ کل جمعہ کا خطبہ اور نماز زین العابدین پڑھائینگے یزید نے جب

اہل شہر کے تیور بگڑے ہوئے دیکھے تو سجاد کی اُس پر ایک ہیبت سی چھا گئی اور اس نے ایک دمشق کے خطیب کو اشارہ کیا کہ خطبہ بیان کرے وہ خطیب ممبر پر بیٹھا اور ال ابوسفیان کی خطبے میں مدحت سرائی کی اور آل رسول ﷺ کی توہین کی امام زین العابدین کو فوراً جلال آگیا اور آپ نے اپنی جگہ سے ہی کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ مسجد میں ہر شخص نماز پڑھنے کو آیا ہے واجب تو یہ ہے کہ خطبے میں پہلے حمد باری تعالیٰ ہو پھر شافع محشر ساقی کوثر ﷺ کی ثنا بیان ہو پھر اہلبیت کی تعریف ہو لیکن خالق کی بجائے یہاں مخلوق کی رضا منظور ہے مسلمانو کیا اسی کا نام خطبہ ہے کہ اللہ کے پیارے محبوب اور اُن کی آل کی اُن کے ممبر پر بیٹھ کر توہین کی جائے اور مجھ سے کل شام کے والی نے وعدہ کیا تھا کہ جمعہ کی نماز اور خطبے کے فرائض آپ انجام دیں گے وعدہ خلافی اور یہ دل آزاری کہ کھلے بندو اسلام کی آہاشت یہ کہ کر آپ خاموش ہونا چاہتے تھے کہ ہر طرف سے صدائیں بلند ہوئی کہ خطبہ سجاد پڑھیں اور خطیب بے ادب ممبر سے اتر آئے۔



باب نمبر 18**امام زین العابدین کا خطبہ**

جب یزید نے تمام نمازیوں کو اپنے خلاف غم و غصہ کا اظہار کرتے دیکھا اور سب کی یہ خواہش پائی کہ ممبر رسول پر بیٹھ کر فرزند رسول ﷺ کا خطبہ پڑھے اور بے ادب خطیب کو اُتارا جائے۔

یہ بچپنی کا منظر حکمراں کو جب نظر آیا
باندازِ سیاست حضرت عابد سے فرمایا

کر ارشاد خطبہ آپ حسرت سب کی بر آئے
دمشقی خطبہ خواں فی الفور ممبر ہے اتر آئے

مسلمانوں نے دیکھی منزلت سبطِ پیمبر کی
صدا مسجد میں گونجی ہر طرف اللہ اکبر کی

سر ممبر بہ عزو جاہ زین العابدین آئے
برائے خطبہ فرزندِ امام المرسلین آئے

قبائے سبز در ہاشمی دستار سر پر تھی
ضعیف ناتواں عابد پہ جلوؤں کی نچھاور تھی

تجلی تھی رخِ روشن میں انوارِ الہی کی
قد مبوسی پہ مائل تھیں شعاعیں تاج شاہی کی

ردائے دوش میں تھیں جذبِ برق طور کی لہریں
نگاہ شرمگین سے جلوہ گر تھیں نور کی لہریں

نسیم خلد نے چومے قبائے ناز کے دامن
جبینِ حق نماز کے نور سے مسجد ہوئی روشن

لب شریں سے بسم اللہ کے الفاظ جب نکلے
ہوا معلوم اوج عرش سے انور رب نکلے

امام زین العابدین نے پہلے حمد باری تعالیٰ اس فصاحت و بلاغت سے بیان کی کہ تمام
فقہیان دمشق اور تمام مفتیان دمشق آپ کی فصاحت اور بلاغت دیکھ کر حیران ہو گئے پہلے
آپ نے آیات قرآنی تلاوت کیں اُس کے بعد حدیث نبوی ﷺ بیان کی بعد حمد کے آپ
نے نعت سرور کائنات فخر موجودات نبی کریم رؤف الرحم خلیق و حلیم بشیر و نذیر محبوب رب قدیر
نور مجسم رسول معظم مختار دو عالم آفتاب لامکاں باعث ایجاد کُن فکاں نائب یزداں ہادی ہر
انس و جاں ﷺ کی۔

جامع مسجد دمشق میں ہل چل

شان سے بیان کی کہ سامعین نے ہر طرف مرحبا و سبحان اللہ کی صدا میں بلند کیں پھر
آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ساکنان شام کیا تم نہیں جانتے کہ خیر البشر کی اُمت ہو وہ
خیر البشر جو خالق کل کا پیغام مخلوق کے پاس لائے وہ خیر البشر جو اسلام عرش بریں سے
فرش زمیں پر لائے وہ خیر البشر جن کو سب ختم رسل کہتے ہیں وہ خیر البشر جن کو جن و
انسان و ملک مختار کل کہتے ہیں وہ خیر البشر جو محبوب رب العلمین ہیں وہ خیر البشر جو رحمت
اللعمین ہیں وہ خیر البشر جن کے سر انور پہ شفاعت کا تاج ہے وہ خیر البشر جن کا لقب
صاحب معراج ہے وہ خیر البشر جو عرش کے مسند نشین ہیں وہ خیر البشر جو لامکاں کے مکین
ہیں وہ خیر البشر جن کا نام نامی محمد مصطفیٰ ﷺ ہے وہ خیر البشر جن کا ثنا خواں خود خدا ہے وہ
خیر البشر جو بعد خدا ساری خدائی سے عالی ہے وہ خیر البشر جن کا رتبہ تمام انبیاء سے بالا
ہے وہ خیر البشر جو سب رسولوں کا امام ہے وہ خیر البشر کہ جس کے بعد خالق تمام مخلوق سے
اونچا مقام ہے وہ خیر البشر جو امین کعبہ ہیں وہ خیر البشر جو مجلہ قوسین کے دولہا ہیں خدا
شاہد ہے میں ان کا ہی نواسہ ہوں وہ میرے نانا تھے مجھے فرزند نبی ﷺ کہتے ہیں میں
فاطمہ کا پوتا ہوں مجھے دل بند عمل کہتے ہیں بھتیجا ہوں سلطان شہدا کا نور نظر ہوں میں اہلبیت
مصطفیٰ ﷺ ہوں۔

میں وہ ہوں بے خطا لوٹا گیا ہے کارواں میرا
ہوا ہے قتل دشتِ کر بلا میں خانداں میرا

میں وہ ہوں پابجولاں شام تک لایا گیا جس کو
میں وہ ہوں جا بجا زنداں میں ٹھہرایا جس کو

میں وہ ہوں جو خواتین حرم کا ایک محرم ہوں
میں وہ ہوں خود ہی اپنی بے کسی پر چشمِ پُر نم ہوں

وہ مستورات جن کے حق میں آیاتِ حجاب اتریں
نہ اپنے گھر کی چھوٹ سے کبھی جو بے نقاب اتریں

انہیں بے پردہ گلیوں میں پھرایا کونے والوں نے
انہیں غربت میں لوٹا شام کے فوجی رسالوں نے

نبی کے گھر کی مستورات پر کیا کیا ستم ڈھائے
ستمگر ہائے اس پردہ دری پر کچھ نہ شرمائے

یزید شام کی گھبراہٹ

یہ وہ جملے تھے بن کر تیر جو دل سے گذرتے تھے
یہ وہ جملے جو ہر قلب کو مجروح کرتے تھے

فغاں کا شور مسجد سے اٹھا افلاک تک پہنچا
فلک کے آنسوؤں کا منہبہد بھی فرشِ خاک تک پہنچا

سرِ مسجد نمازی سب دھاڑیں مار کر روئے
غمِ آلِ عبا میں اپنے سب ہوش و خرد کھوئے

صفیں مسجد تصویرِ غم و آلام تھیں ساری
تجاوز کر گیا جب حد سے شورِ گریہ و زاری

موذن سے کہا والی نے اب فوراً اذان کہ دے
بہت ہی جلد تکبیر اقامت بے گماں کہ دے

چنانچہ یزید نے موذن کو ڈانٹا کہ جلد تکبیر کہے موذن نے یزید کا حکم پاتے ہیں اقامت شروع کی اور با آواز کہا اللہ اکبر اللہ اکبر امام زین العابدین نے اُس کے جواب میں فرمایا لا ریب اللہ مرارب ہے پھر موذن نے اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کہا تو سجاد نے اپنا عمامہ موذن کی طرف پھینکا اور کہا اے موذن بحق محمد ﷺ ٹھہر جا موذن فوراً ٹھہر گیا تو آپ نے تمام نمازیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

شہادت دو بتاؤ۔ یہ محمد کس کے نانا ہیں

یزید شام کے نیا آپ کے یا میرے نانا ہیں

رسول اللہ الانبیاء وہ محمد (ﷺ) ہیں

مرے دادا ہیں مرے عم و اب کے جد امجد ہیں

ہوئے ہیں خانما برباد ہم اس نام کی خاطر

ہوا کنبہ ہمارا سب شہید اسلام کی خاطر

اثر میں تھی عجب ڈوبی ہوئی تقریر غازی کی

تھیں آنکھیں آنسوؤں سے خود بخود تر ہر نمازی کی

دوبارہ پھر اٹھا الم آثار مسجد میں

دوبارہ پھر ہوئی ہل چل بپا اکبار مسجد میں

یزید شام پھر بولا موذن سے علی الاعلان

توقف کیوں ہے تکبیر اقامت ختم کرنا داں

نماز جمعہ اور سیاست یزید

الغرض یزید نے موذن کو ڈانٹ کر کہا کہ اقامت ختم کیوں نہیں کرتا کہیں اندرون مسجد میں کوئی ہنگامہ نہ ہو جائے تجھے نہیں دکھتا کہ مسجد کی تمام صفوں میں سجاد کی تقریر سے برہمی پھیلی ہوئی ہے اور ہر نمازی غم و غصہ میں بھرا نظر آتا ہے حکومت کی طرف سے سب مشکوک ہو گئے ہیں موذن نے فوراً اذان اقامت ختم کی اور نماز جمعہ شروع ہوئی۔

نماز جمعہ کی صف بندیاں ہونے لگیں آخر
ہوئی قائم جماعت پیش رب العلمین آخر

فقر و اغنیاء شاہ و گدا یکساں نظر آئے
زمیں پر سر بمسجد پیش حق انساں نظر آئے

فضائے ناموافق یہ حکومت سے نہ تھی پنہاں
نظر آتا تھا ہر فرد امیر شام سے نالاں

امیر شام نے تدبیر فوراً سوچ لی دل میں
بلایا حضرت عابد کو پھر اک بار محفل میں

بلایا شام کے ذی رتب اشراف و عمائد کو
طلب فرمایا کونے کے ہر اک سردار و قائد کو

سر دربار اک پڑ زور تقریر سیاسی کی
سراسر کی اہانت کوفیوں کی بد حواسی کی

کہا ابن زیاد و ابن سعد و شمر پر لعنت
کہ ان اشرار نے کی کچھ نہ اہلیت کی عزت

سنان ابن انس پر اور خولی پر ملامت کی
غرض تکذیب جو کرنی تھی سب کی قتل و غارت کی

کہا یہ بھی کہ ہے ابن زیاد اس ظلم کا بانی
کہا یہ بھی کہ ابن سعد نے کی یہ ستم رانی

کہا یہ بھی کہ کوفی میری بدنامی کا باعث ہیں
کہا یہ بھی یہ دشمن مری ناکامی کا باعث ہیں

کہا یہ بھی کہ راحت ابن مرجانہ نہ پائے گا
حسین ابن علیؑ کا خون ناحق رنگ لائے گا

امام دوسرا کا قتل کب منظور تھا مجھ کو
انہیں مد نظر رکھنا فقط محسور تھا مجھ کو

نہیں میری خطا اس میں خدا پر مرے روشن ہے
مگر حکم قضا کے آگے کس کو تابِ گفتن ہے

یزید کی عیاری

معتبر کتب سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یزید اپنی بیوی ہندہ کو سر حسین پر نوحہ کرنے کا کہا اور خود بھی چشم پر نم ہوا یزید کی بیوی ہندہ سر امام عالی مقام پر خوب دھاڑیں مار مار کر روئی جس سے یہ ثابت ہوا کہ ہر رونے والا سچا نہیں ہوتا بعض رونے والے ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے ظلم و ستم پر پردہ ڈالنے کے لیے بھی رونے لگتے ہیں جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسف پر ظلم و ستم کر کے خود روتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آتے اور جھوٹے خون کے دھبے لگا کر گلی کو چوں میں دکھاتے پھرتے اور گریہ زاری بھی کرتے رہے بالکل ایسی ہی آج ایک گروہ گریہ زاری کرتا ہے جھوٹے خون کی چادر رنگ کر گلی کو چوں میں پھرتا ہے اور یزید کی اس عیاری کو عملی جامہ پہناتا ہے جو اس نے تمام کوفیوں کے فوجی سرداروں کو سرِ دارِ لعنت و ملامت کیا اور اپنی بیوی ہندہ سے سید الشہداء کے سرِ اقدس پر نوحہ کرایا ورنہ امام عالی مقام کا قاتل خود یزید ہے کیونکہ ظلم کرنے والے سے ظلم پر کسی کو لگانے والا ظلم کرنے والے سے کہیں بڑھ کر مجرم ہے یزید نے ہی فوج کو کوفیوں نے بھیجا یزید نے ہی نعمان بن بشیر کو گورزی سے معزول کر کے ابن زیاد کو گورز کوفہ کا مقرر کیا جب دمشق کے عوام کو اپنا مخالف دیکھا تو سیاست و عیاری سے کام لیا امام زین العابدین کو دربار میں شاہانہ لباس عطا کیا۔

کیا دربار میں سجاد کا اعزاز شاہانا
سر دربار عابد نے جو فرمایا وہی مانا
کی رخصت انہیں دربار سے توقیر و عزت سے
امیر شام پیش آیا ادب کے ساتھ حضرت سے

صفر کی بیسویں تاریخ سن اکٹھ کا وہ تھا
بلادِ شام میں ہر عشق ممکن غیر ممکن تھا

امیر کا زوان اہل بیت مصطفیٰ (ﷺ) عابد
حضور قرۃ العین شہید کربلا عابد

روانگی کا روان اہل بیت کی مدینے منورہ کو

الغرض کا روان اہل بیت مصطفیٰ (ﷺ) صفر کی بیس تاریخ سنہ ۶۱ھ کو دمشق سے مدینے کی طرف سفر کرنے کو تیار ہوا دمشق کے تمام مردوزن پاسبان حرم کے قافلے کو الوداع کرنے شہر کے دروازے تک آئے اور ہزاروں مردوزن دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے امام عالی مقام کے غم میں جان کھور ہے تھے قدم بوسی کے لیے خورد کلاں ٹوٹے پڑتے تھے ہر طرف آلِ عباسے غم میں چیخ و پکار کی صدائیں گونج رہیں تھیں روتے روتے اشراف دمشق کی ہچکیاں بندھ گئیں تھیں یزید اور افسران حکومت مارے حیا اور ندامت کے سر جھکائے ہوئے تھے یزید کچھ دور چل کر واپس ہو گیا جب قافلہ شہر سے باہر پہنچا تو امام زین العابدین نے نعمان سے فرمایا کہ تم لوگوں کو یہاں ٹھہرنے کو کہو میں کچھ دل کی باتیں بتاؤں گا کیونکہ مجھے مسلمانوں کی زحمت و تکلیف نہیں دیکھی جاتی انہیں رکو۔

مخاطب شہر والوں سے ہوئے نعمان انصاری
کہا ہے قدر کے قابل یہ ہمدردی و غمخواری

ذرا ٹھہرئیں مسلمان جو یہاں تک آنے والے ہیں
امام دوسرا کچھ آپ سے فرمانے والے ہیں

رُکے سب لوگ ٹھہرا قافلہ حضرت نے فرمایا
مسلمانوں تمہارے دل میں ہے ایماں کا سرمایا

تم اپنے غمزہ بھائی کو رخصت کرنے آئے ہو
خدا حافظ مجھے کہنے فقط تشریف لائے ہو

میں ہوں مرہون منت آپ کی مہماں نوازی کا
کیا ہے آپ نے اکرام جو کچھ اک حجازی کا

خدائے پاک بے شک آپ کو اس کی جزا دے گا
یہ عاجز آپ کو تا زندگی دل سے دعا دے گا
ہمیشہ اتباع دین حق کرتے رہو لوگو
نڈر ہو کر اللہ سے ڈرتے رہو لوگو
مصیبت ناگہانی پیش گر آئے کبھی تم کو
اُسے آسان کرنے کی بتاتا ہوں گلی تم کو
مصائب یاد کرنا کربلا والے شہیدوں کے
ابد تک ہیں حسینؑ پاک حامی نا امیدوں کے

اہل بیت کے قافلے کو کوچ

امام زین العابدین نے جب ساکنان دمشق کو ٹھہر جانے کا حکم کیا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ دین مصطفیٰ ﷺ کی دل سے اتباع کرتے رہو اور آپس میں اتحاد و اتفاق رکھو باطل کے سامنے ہر وقت سینہ سپر ہو کر اُس کو مٹانے کی کوشش کرو محبوب کبریا کی محبت میں فنا ہو جاؤ اہل بیت مصطفیٰ ﷺ سے محبت رکھو اسلام کے خلاف جو باتیں ہیں اُن سے بچتے رہو مصیبت کے وقت صبر و شکر سے کام لو اور اللہ تبارک تعالیٰ کی رضا پر راضی رہو جو کام کرو شریعت مصطفیٰ ﷺ کی ترازو پر تول کر کرو دنیا کی زیب و زینت سے دل کو محفوظ رکھو کیونکہ دنیا کی ہر شان و شوکت چند روزہ ہے فانی ہے نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے ارشاد پر عمل پیرا رہو جو کہ باقی ہے اُس کو فنا نہیں اتباع دین کی نصیحت کر کے کاروان اہل بیت کربلا کی منزل پر گامزن ہوا۔ نعمان بن بشیر ۳۰ فوجی جوانوں کو لے کر ساتھ ہوئے جب منزل کربلا قریب آنے لگی تو خواتین حرم کے دل فرطِ غم سے دھڑکنے لگے روز عاشورہ کا خوف ناک منظر نظر کے سامنے آگیا کربلا میں جابر ابن عبد اللہ پہلے ہی سے موجود تھے کاروان اہل بیت کو دیکھ کر حاضرین کربلا کی بے ساختہ چیخیں نکل گئیں جب ذرا غم سے افاقہ ہوا تو جو سر شہدا کے دستیاب ہوئے اُن کو جسموں کے ساتھ دفن کیا اور فاتحہ پڑھ کر مدینے کی جانب چلنے کی تیار کی۔

مدینے کو روانہ کربلا سے سب ہوئے مل کر
 مدینے کے قریب آئے جب اہل بیت پیغمبر
 اٹھا شور قیامت خیمہ ہائے آل اطہر سے
 زمین طیبہ پہ محشر ہوا قائم نئے سر سے
 ہرے گنبد کی حد میں جس گھڑی یہ کارواں پہنچا
 فغاں کا شور فرش طیبہ سے نا آسماں پہنچا
 خواتین حرم نے روضہ انور کو جب دیکھا
 ہجوم یاس سے سوئے در محبوب رب دیکھا
 نبی زادی نبی (ﷺ) کے سامنے سرگرم شکوہ تھی
 شکستہ دل کی یہ آواز اک پڑ درد نوحہ تھی
 اہل بیت مصطفیٰ عبد اللہ در مصطفیٰ پر

حضرت ام کلثوم نے اشک بارو بے قرار ہو کر روضہ سرکار کی جالی ہاتھوں سے تھام کر
 دل ہلا دینے والی فریاد شروع کی۔

مثنوی نظم

اے خدا کے لاڈلے پیارے حبیب
 اے مریضان مصیبت کے طیب
 سننے والے خلق کی فریاد کو
 ٹالنے والے ہر اک افتاد کو
 زخمت ہو کر جب گئے تھے تم سے ہم
 اے شہہ دنیا و دیں سوئے حرم
 تھا ہمارے سر پہ سایہ حسینؑ
 ہم کو اس سے ہر گھڑی حاصل تھا چین

کوفے والوں نے بلا کر مصطفیٰ (ﷺ) کی ہمارے ساتھ خود ملی کر دغا یارسول اللہ ﷺ جب آپ کے اہل بیت کا قافلہ آپ سے رخصت ہو کر گیا تھا تو ہمارے حسین کا سایا تھا ہمیں کسی طرح کی کوئی پریشانی نہ تھی سایہ حسین ہمارے دل کا چین تھا کوفے والوں نے ہمیں خود بلایا اور بلا کر ہماری یہ مہمانی کی کہ ہمارے لیے پانی بند کیا اور اہل بیت کے ۷۲ نفوس پر ۸۲ ہزار فوج خون آشام کی چڑھائی کی اور چھوٹے چھوٹے بے گناہ معصوموں پر تیر چلائے خیموں کو چاروں طرف سے گھیرا تمام ظلم و ستم ہم پر ڈھائے یارسول اللہ ﷺ ہم سے آئینہ علی اکبر گم ہو گیا یارسول اللہ ہم نے قاسم کی جوانی کی بہار اپنی آنکھوں سے لٹی ہوئی دیکھی یارسول اللہ ﷺ ہم نے علی اصغر کو تیروں کی زد میں تڑپتے ہوئے دیکھا یا رسول اللہ ہمارے سامنے عبداللہ کو کوفیوں نے چاروں طرف سے گھر کر بے دردی سے شہید کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کے نازوں کے پالے فاطمہ کے لعل سالار اہل بیت حسین امام عالی مقام ماہ تاب مرتضیٰ کو ظلم و ستم کی گٹھاؤں میں گم کر کے آئے نہ اب عباس ہیں نہ قاسم ہیں نہ عثمان ہیں نہ اکبر ہیں نہ عبداللہ ہیں نہ محمد ہیں نہ عون ہیں نہ ابو بکر عبداللہ ہیں ہم سب کو کھو کر آپ کی بارگاہ میں تنہا آئے ہیں یارسول اللہ ﷺ فریاد ہے۔

مراتب کی تمہارے کچھ نہ کی پرواہ دشمن نے
ہمیں لوٹا اکیلا جان کر غربت میں دشمن نے
ہمیں بے پردہ اونٹوں پہ پھرایا فتنہ کوشوں نے
اہانت کی ہماری جا بجا ملت فروشوں نے

نہ رحم آیا کسی کو بھی ہماری آہ زاری پر
نہ شرمایا کوئی مطلق ہماری بے قراری پر
پہنائیں بیڑیاں سجاد کے مجروح پیروں میں
نہ تھی بوئے وفا کچھ پر جفا دیدہ دلیروں میں

پھرایا در بدر دشمن نے ہم کو شاہ راہوں پر
کسی کو بھی نہ رحم آیا ہماری سرد آہوں پر

مسلمانوں ہمارے حال سے آگاہ ہو جاؤ
ہمارا غم بٹاؤ کچھ شریک آہ ہو جاؤ

زباں پر تھا ادھر کلثوم کی یہ مرثیہ جاری
مدینے ادھر تھے مرد و زن سب گریہ و زاری

مدینے کے بزرگ و خورد و عورت مرد گھر گھر سے
پیشم خونفشاں جا کر ملے آل پیغمبر سے

بھریں اطفال و مستورات سے گلیاں مدینے کی
نہ تھی پروا کسی کو فرطِ غم سے مرنے جینے کی

مدینے کے مہاجر زادے اور انصار زادے سب
گھروں سے چل دیئے روتے ہوئے صحرا کو بے مرکب

قریشی ہاشمی سب پریشیں احوال کو آئے
سبھی پیرو جواں عابد کے استقبال کو آئے

جلوسِ عابد دل ریش تا باب السلام آیا
نظر کے جب روضہ خیر الانام آیا

مچا کہرام شور گریہ اہل عزا اٹھا
در رحمت پہ اک طوفان محشر اتما اٹھا

یہ عالم تھا ہجوم بے خودی جوش بے حد کا
ہر لب پر تھا نعرہ یا محمد (ﷺ) یا محمد (ﷺ) کا

ہوئے سجاد حاضر روضہ سلطان عالم پر
کلیجہ تھام کر پائین مرقد رکھ دیا پھر سر

مزار سرور دین کو لگایا اپنے سینے سے
سلام آقا کی خدمت کہا آ کر قرینے سے

کنارِ رحمت اللعلمین میں لختِ دل آیا
سکینہ بن کے سینے میں سکون مستقل آیا

اِنَّ التَّائِبِيْنَ فِيْ ذٰلِكَ سُبُوْلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فِيْ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ
 جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو
 ایزادیتے ہیں ان پر اللہ کی لغت دنیا اور آخرت میں

یزید پید کے ظلم اور فتنے و فحشوں کے حقیقی واقعات پر مشتمل جامع کتاب

تحقیق مزید فی مسئلہ یزید

المعروف بـ

کر و ایزید

کا حقیقی جائزہ

حسب الارشاد

حضور قبلہ عالم الحجاز پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم
 زریب سجادہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نزار شریف

مصنوع

محقق المہنت علامہ حافظ شفق احمد صاحب نقشبندی
 صاحب نقشبندی

قادی رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

